ہماری دعوت: اتباع قرآن وسنت

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ

اُمہات المؤمنین

مومنوں کی مائیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے تفصیلی حالات زندگی

تالیف

اسد الرحمٰن تیمی

نظرِ ثانی

علامہ ڈاکٹر محمد لقمان سلفی

ناشر

دار الداعی للنشر والتوزیع

ریاض، سعودی عرب

مرکز علامہ ابن باز برائے دراساتِ اسلامیہ

مدینۃ السلام، هند

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ

اُمّہاتُ المومنین

مومنوں کی مائیں

جملہ حقوق نقل واشاعت محفوظ ہیں

طبعِ دوم

1440 A.H./2018 A.D.

دارالداعی للنشر والتوزیع
P.O.Box: 34248, Riyadh: 11468
Mob: +966-505415722
Telefax: +966-014039449
Email: dr.salafi@hotmail.com

مرکز علامہ ابن باز برائے دراسات اسلامیہ
جامعۃ امام ابن تیمیہ
مدینۃ السلام، 845312
A. Rahman Taimi: +91-9661002794
Asif Tanvir Taimi: +91-9771565315
Email : jiitbihar@gmail.com & rahbar9@gmail.com

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ

اُمّہات المؤمنین

مومنوں کی مائیں

نبیِ کریم ﷺ کی پاک باز بیویوں کے تفصیلی حالاتِ زندگی

تالیف

اسد الرحمٰن تیمی

نظرِ ثانی

ڈاکٹر محمد لقمان سلفی

دار الداعی للنشر والتوزیع، ریاض سعودی عرب

مرکز علامہ ابن باز برائے دراساتِ اسلامیہ، مدینۃ السلام - ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان، بے حد رحم کرنے والا ہے

تمہید

الحمد للہ کفی والصلاۃ والسلام علی نبیه المصطفٰی.

اس کتاب میں جامعہ امام ابن تیمیہ کے ایک ہونہار سپوت مولانا اُسد الرحمٰن تیمی نے نبی کریم ﷺ کی گیارہ اُمہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کا مفصل ذکرِ خیر کیا ہے۔ الحمد للہ کہ مؤلف نے آپ ﷺ کی ہر بیوی کی زندگی کا الگ الگ بہت عمدہ خاکہ پیش کیا ہے، اور ہر ایک سے متعلق مفید و نافع تفصیلات پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

مؤلف موصوف نے آپ ﷺ کی متعدد شادیوں کے اسباب اور اس کی حکمتوں پر بھی روشنی ڈالی ہے، تاکہ رسول کریم ﷺ کی عظمتوں اور ان بلند و بالا اغراض و مقاصد کو واضح کیا جائے جو اِن میمون و مبارک شادیوں کے ماوراء کارفرما تھے۔

تعدُّدِ ازواج نبوی کے جو معقول اسباب اور اغراض و مقاصد اس کتاب میں بیان کئے گئے ہیں اُن سب کا اِدراک تمام صحابۂ کرام نے کیا اور پورے طور پر مطمئن ہوئے۔

اُمہات المؤمنین بھی ان اسباب اور حکمتوں کی قائل ہوئیں، جبھی تو اُن میں سے کئی نے رسول اللہ ﷺ کے پہلے سے متعدد بیویاں ہونے کے باوجود اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے لئے ہبہ کر دیا، اور شدید

تنگئ رزق اور ہزار دنیاوی پریشانیوں کے باوجود آپ کے سایۂ عاطفت میں خوشی اور مکمل رضامندی کے ساتھ زندگی گزارتی رہیں، اور کبھی اُن میں سے کسی کے لب پر حرفِ شکایت نہیں آیا۔ اور پوری امتِ مسلمہ نے تعدُّدِ ازواجِ رسول ﷺ کو اللہ کی طرف سے ایک حکم شرعی جان کر قبول کیا جس کے اَن گِنت دینی اور شرعی فوائد و منافع تھے، جو مغرب کے کینہ پرور مستشرقین اور اُن کے غلاموں کو کبھی سمجھ میں نہ آیا اور نہ آئے گا۔

یہ اچھوتی کتاب ہماری ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کے لئے جامعہ امام ابن تیمیہ اور مرکز علامہ ابن باز برائے دراسات اسلامیہ کی جانب سے ایک انمول تحفہ ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب امت کی تمام بیٹیوں کے زیر مطالعہ آئے گی، اور اُمہات المؤمنین کی پاک سیرت کو اپنا کر اپنی دنیا اور دین دونوں کو سنواریں گی۔

وصلى الله وسلم وبارك على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

ڈاکٹر محمد لقمان سلفی

ریاض ۱۲/فروری ۲۰۱۵ء

①

اُمُّ المؤمنین
سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

اللہ کی راہ میں سب سے پہلے قدم رکھنے والی

اور اُمہات المؤمنین میں سب سے اعلیٰ مقام خاتون

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جنت کی سب سے بہترین خواتین چار ہیں:
خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، آسیہ بنت مزاحم
(فرعون کی بیوی) اور مریم بنت عمران"

اُمُّ المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

نام ونسب

خدیجہ بنت خویلد بن أسد بن عبد العزیٰ بن قصی القرشیۃ الأسدیۃ۔

بعثت نبوی سے پہلے لوگ انہیں طاہرہ (پاک باز) کہا کرتے تھے، ان کی ماں کا نام فاطمہ بنت زائدہ ہے۔ قبیلۂ قریش کی ایک شاخ بنی عامر بن لوی سے تعلق رکھتی ہیں، ان کا پہلا نکاح ابو ہالہ بن زرارہ بن نباش بن عدی التمیمی سے ہوا تھا، ابو ہالہ کی موت کے بعد ابو ہالہ عتیق بن عائذ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم کی زوجیت میں آئیں اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کا عقد مبارک ہوا۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ابو ہالہ سے دو بیٹے: ہند اور ہالہ اور عتیق سے ایک بیٹی ہند بنت عتیق ہوئی۔[۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعارف

خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک معزز، دولت منداور تجارت پیشہ خاتون تھیں، لوگ ان کے مال میں تجارت کیا کرتے تھے جس کا مناسب منافع وہ ان کو دیتی تھیں، دراصل قبیلۂ قریش کا پیشہ تجارت ہی تھا۔

---

[۱] ابن حجر العسقلانی: "الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ" (۷/۶۰)، "سیر أعلام النبلاء" للذہبی (۲/۱۱۱) "أسد الغابۃ" (۵/۴۳۴)

جب خدیجہ کو رسول اللہ ﷺ کی سچائی، امانت داری اور حسن اخلاق کے بارے میں معلوم ہوا تو انہوں نے ایک آدمی بھیج کر آپ کو بلوایا اور درخواست کی کہ ان کا مال لے کر شام جائیں اور تجارت کریں، وہ دوسرے تاجروں کو جو کچھ اس کے بدلے دیتی ہیں اس سے دوچند آپ کو دیں گی۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کی یہ درخواست قبول کرلی، اور ان کا مال لے کر شام روانہ ہوئے، ساتھ میں خدیجہ کا غلام میسرہ بھی تھا، راستے میں آپ ﷺ ایک راہب کی کٹیا کے قریب ایک پیڑ کے سایے میں ٹھہرے، اتنے میں وہ راہب میسرہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ یہ آدمی کون ہے؟ میسرہ نے بتایا کہ یہ خانۂ کعبہ کے رکھوالے قبیلۂ قریش کا ایک آدمی ہے۔ راہب بولا کہ آج تک اس درخت کے سائے میں نبی کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ٹھہرا ہے۔

شام پہنچ کر آپ ﷺ نے خدیجہ کا مال بیچا اور جو کچھ وہاں سے خریدنا تھا خریدا، اور مکہ واپس لوٹ چلے۔ میسرہ کا بیان ہے کہ سفر کے دوران میں نے دیکھا کہ جب دوپہر کا وقت ہوتا اور سخت گرمی پڑ رہی ہوتی تو دو فرشتے آپ کو سایہ دے رہے ہوتے، اس حال میں کہ آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوتے۔

مکہ پہنچ کر جب آپ نے خدیجہ کو شام میں خریدا ہوا مال دیا اور خدیجہ نے اسے بیچا تو بے حد منافع ہوا، میسرہ نے ان سے راہب کی بات اور دو فرشتوں کے سایہ دینے کا واقعہ بھی بتایا۔

خدیجہ ایک عقل منداور عزت دار خاتون تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی تقدیر میں عزت و عظمت لکھ رکھی تھی۔ میسرہ کی بات سن کر انہوں نے آپ ﷺ کو بلوایا اور کہا کہ محمد! آپ سے میری قرابت، قوم میں آپ کا وقار، آپ کی امانت داری، سچائی اور حسن اخلاق کی وجہ سے میں آپ کو چاہنے لگی ہوں، اور آپ سے شادی کی خواہش مند ہوں۔

اس زمانے میں خدیجہ خاندانی اعتبار سے قریش کی سب سے اعلیٰ، معزز اور مال دار خاتون تھیں اور بہت سارے لوگ ان سے شادی کے خواہش مند تھے۔آپ ﷺ نے خدیجہ کی یہ بات اپنے چچا حضرات کو بتائی۔ حمزہ بن عبد المطلب آپ کو لے کر خویلد بن اسد (خدیجہ کے والد) کے گھر گئے اور آپ ﷺ سے خدیجہ کے رشتے کی بات کہی اور پھر آپ ﷺ کا نکاح خدیجہ سے کر دیا۔

سوائے ابراہیم کو چھوڑ کر آپ ﷺ کی ساری اولاد خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہی ہے۔ جن کے نام ہیں: زینب، رقیہ، اُم کلثوم، فاطمہ، قاسم (انہی کے نام پر آپ کی کنیت ابو القاسم ہے) اور طاہر و طیب۔ قاسم اور طاہر و طیب آپ کی بعثت سے پہلے ہی انتقال کر گئے۔ البتہ ساری بیٹیوں نے اسلام پایا، اس سے سر فراز ہوئیں اور آپ ﷺ کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ چلی گئیں۔[۱]

رسول اللہ ﷺ کا شام کا پہلا سفر

عام الفیل کے آٹھویں سال رسول اللہ ﷺ کے دادا عبد المطلب کی وفات ہو گئی۔ عبد المطلب اپنی زندگی میں آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کو آپ کے سلسلے میں وصیت کیا کرتے تھے، چونکہ ابو طالب اور آپ کے والد عبد اللہ دونوں کی والدہ ایک تھیں۔ دادا کی وفات کے بعد چچا ابو طالب آپ کی دیکھ بھال کرتے اور ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے۔

ایک بار ابو طالب قریش کے ایک قافلہ کے ساتھ تجارت کے سلسلے میں شام کے سفر کے لئے تیار ہوئے۔ جب روانگی کا وقت ہوا تو رسول اللہ ﷺ ان سے چمٹ گئے۔ یہ دیکھ کر ابو طالب کا دل

[۱] "تاریخ الأمم والملوک" (۲/۳۶۷-۳۶۸)

بھر آیا، بولے اللہ کی قسم! میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ اب یہ کبھی مجھ سے جدا ہو گا نہ میں اس سے۔

ابو طالب آپ کو لے کر روانہ ہوئے، شام کے ''بصریٰ''[۱] شہر میں قافلے نے پڑاؤ ڈالا، وہاں بُحیریٰ نام کا ایک راہب اپنی کٹیا میں رہتا تھا، وہ عیسائیوں کا عالم تھا، اور ایک لمبی مدت سے اس کٹیا میں رہا کرتا تھا۔

اس سال جب قریشی قافلہ نے بصریٰ میں پڑاؤ ڈالا، تو اس راہب نے ان کے لئے بہت سارا کھانا تیار کیا۔ دراصل اس نے اپنی کٹیا سے دیکھ لیا تھا کہ لوگوں کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بدلی سایہ کر رہی تھی۔ جب لوگوں نے اس کی کٹیا کے قریب ایک درخت کے سایہ میں قیام کیا تو اس نے دیکھا کہ وہ بدلی اس درخت پر بھی سایہ فگن ہو گئی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس درخت کے نیچے بیٹھے تو اس کی ٹہنیاں آپ پر جھک گئیں۔

بحیریٰ یہ منظر دیکھ کر اپنی کٹیا سے نکلا، قافلہ والوں کو بلوایا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر پڑی تو آپ کو بڑے غور سے دیکھنے لگا، وہ آپ کے جسم میں وہ چیز تلاش کرنے لگا جو اس کے نزدیک نبی موعود کی علامت ہو سکتی تھی۔

جب لوگ کھانے سے فارغ ہو کر ادھر ادھر منتشر ہو گئے تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ چیزیں پوچھی، آپ کی بیداری اور نیند کی حالت کے بارے میں سوال کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے بتانے

---

[۱] دمشق کے مضافات میں حوارن ضلع کا ایک شہر، عربوں میں قدیم زمانے سے لے کر اب تک اسی نام سے مشہور رہے۔

لگے۔ بحیریٰ آپ کے جواب میں اپنی مطلوبہ صفات پاتا۔ پھر اس نے آپ کی پیٹھ پر نظر ڈالی تو آپ کے دونوں کندھوں کے بیچ مہر نبوت دیکھا۔[۱]

پھر بحیریٰ نے چچا ابو طالب سے پوچھا کہ یہ لڑکا آپ کا کون ہے؟

ابو طالب: میرا بیٹا!

بحیریٰ: ممکن ہی نہیں کہ یہ آپ کا بیٹا ہو، اس لڑکے کے والد باحیات نہیں ہو سکتے۔

ابو طالب: یہ میرا بھتیجا ہے۔

بحیریٰ: اس کے والد کا کیا ہوا؟

ابو طالب: یہ اپنی ماں کے پیٹ میں تھا کہ اس کے والد وفات پا گئے۔

بحیریٰ: آپ نے سچ کہا، اسے لے کر فوراً اپنے شہر لوٹ جایئے۔ اور یہود سے اسے چھپا کر رکھئے۔ کیونکہ اگر انہوں نے اسے دیکھ لیا اور وہ کچھ جان گئے جو میں اس کے تعلق سے جان چکا ہوں تو اس کی جان کے پیچھے پڑ جائیں گے۔ اس لڑکے کا بہت اونچا مقام ہونے والا ہے، لہٰذا فوراً اسے اپنے

---

[۱] بخاری (۱۹۰)... مسلم (۳۶۴۳) اور دوسرے ائمۂ حدیث نے سائب بن یزید سے روایت کی ہے، بیان کرتے ہیں کہ میری خالہ مجھے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرا بھانجہ بیمار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پہ ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا کی۔ پھر آپ نے وضو کیا، میں نے آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی پیا، پھر آپ کے پیچھے کھڑا ہوا تو میں نے آپ کے دونوں کندھوں کے بیچ مہر نبوت دیکھی جو ہنس کے انڈے کی مانند تھی۔ (مہر نبوت کے سلسلے میں تفصیل ملاحظہ کیجئے۔ "فتح الباری" (۷/۲۵۴/۲۵۷)

شہر لے جایئے۔ بحیریٰ کی یہ بات سن کر ابو طالب آپ کو لے کر تیزی کے ساتھ چل پڑے یہاں تک کہ مکہ پہنچ گئے۔

ہشام بن محمد کہتے ہیں: جس وقت ابو طالب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر شام کے بصریٰ شہر گئے تھے آپ کی عمر نو سال تھی۔[۱]

خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجارت کیلئے راضی کرتی ہیں

یعلیٰ بن منیہ کی بہن نفیسہ بنت منیہ کہتی ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پچیس سال کے ہو گئے تو ایک دن ابو طالب نے آپ سے کہا: میں ایک نادار آدمی ہوں، میرے حالات اچھے نہیں ہیں، یہ تمہاری قوم کا قافلہ شام کے لئے روانہ ہو رہا ہے، خدیجہ بنت خویلد اپنی تجارت کے سلسلے میں لوگوں کو بھیجتی ہیں، اگر تم ان کے پاس جا کر خود کو پیش کرو تو فوراً تمہیں چن لیں گی۔

خدیجہ کو آپ کے چچا کی گفتگو معلوم ہوئی تو انہوں نے آپ کو بلوایا اور کہا کہ دوسرے لوگوں کو جو دیتی ہوں اس سے دو چند آپ کو دوں گی۔[۲]

ایک دوسری روایت میں ہے، ابو طالب نے کہا: بھتیجے! مجھے معلوم ہوا ہے کہ خدیجہ نے فلاں کو دو جوان اونٹوں کے بدلے مزدوری پہ رکھا ہے۔ ہم تمہارے لئے اس مزدوری پہ راضی نہیں ہو سکتے۔ اچھا ہوتا کہ تم خود جا کر ان سے بات کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جیسی آپ کی مرضی، پھر

---

[۱] "تاریخ الامم والملوک" (۲/۳۶۳/۳۶۴)

[۲] "الطبقات الکبریٰ" (۱/۱۲۹)

ابو طالب خود خدیجہ کے پاس گئے اور کہا، خدیجہ ! کیا تم محمد کو مزدوری پہ رکھ سکتی ہو؟ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم نے فلاں کو دو جوان اونٹوں کے بدلے مزدوری پہ رکھا ہے لیکن ہم محمد کے لئے چار جوان اونٹوں سے کم پر راضی نہیں ہو سکتے۔ خدیجہ نے کہا، اگر آپ یہ مطالبہ دور کے کسی ناپسندیدہ آدمی کیلئے کرتے تب بھی میں مان لیتی جب کہ آپ نے تو ایک قریبی پسندیدہ آدمی کے لئے کیا ہے۔

ابو طالب نے آپ ﷺ سے کہا کہ یہ روزی اللہ نے تمہیں پہنچائی ہے۔ پھر آپ ﷺ خدیجہ کے غلام میسرہ کے ساتھ نکل پڑے۔ آپ کے چچا حضرات قافلہ والوں کو آپ کے تعلق سے وصیت کرنے لگے، بہر حال دونوں روانہ ہوئے اور شام کے بصریٰ شہر پہنچے اور ایک درخت کے سایہ میں پڑاؤ ڈالا۔

وہاں نسطور نامی راہب نے کہا کہ اس درخت کے نیچے صرف کوئی نبی ہی ٹھہرا ہے۔ پھر میسرہ سے پوچھا کہ کیا اس کی آنکھوں میں لالی ہے؟

میسرہ: ہاں، ہمیشہ رہتی ہے۔

نسطور: یہ نبی ہے اور آخری نبی ہے۔

پھر آپ نے اپنا سامان بیچا، اسی دوران ایک آدمی سے آپ کا جھگڑا ہوا، وہ بولا، لات اور عُزّیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں، آپ نے فرمایا: میں نے کبھی ان دونوں کی قسم نہیں کھائی، ان دونوں کے پاس سے میں جب کبھی گذرتا ہوں تو اُنہیں دیکھا تک نہیں۔

وہ آدمی بولا: میں تمہاری بات تسلیم کرتا ہوں، پھر میسرہ سے کہا، اللہ کی قسم ! یہ نبی ہے، ہمارے علماء اپنی کتابوں میں اسی کی صفات پاتے ہیں۔

دوپہر کی شدید گرمی میں میسرہ دیکھتا کہ دو فرشتے رسول اللہ ﷺ کو دھوپ سے بچاؤ کے لئے سایہ دے رہے ہیں۔ میسرہ نے یہ ساری باتیں یاد کرلیں۔ اللہ تعالیٰ نے میسرہ کے دل میں آپ کی محبت ڈال دی تھی۔ وہ آپ سے اس طرح برتاؤ کرتا گویا آپ کا غلام ہو۔

بہر حال، ان لوگوں نے اپنا سامان تجارت بیچا، جس میں پہلے کے مقابلے میں کئی گنا منافع ان کو ہوا، واپسی میں جب یہ لوگ ''مرّ الظہران''[۱] پہنچے تو میسرہ نے کہا: محمد! خدیجہ کے پاس جاکر بتانا کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا کیا، آپ کے بارے میں اس قسم کی باتیں وہ پہلے سے بھی جانتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ دوپہر کے وقت مکہ میں داخل ہوئے، اس وقت خدیجہ اپنے بالاخانہ میں تھیں۔ انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اونٹ پر ہیں اور دو فرشتے آپ کو سایہ دے رہے ہیں۔ انہوں نے یہ منظر دوسری عورتوں کو بھی دکھایا اور ساری حیرت میں ڈوب گئیں۔

رسول اللہ ﷺ ان کے پاس پہنچے، تجارت میں منافع کی بات بتائی، خدیجہ بہت خوش ہوئیں، جب میسرہ آیا تو خدیجہ نے جو منظر دیکھا تھا اسے بتایا، میسرہ بولا، یہ منظر تو میں شام سے نکلتے وقت سے دیکھ رہا ہوں۔ پھر اس نے نسطور راہب اور دوران تجارت جس آدمی سے جھگڑا ہوا تھا اس کی باتیں بتائی۔

رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے تجارتی سامان میں خدیجہ کو بے حد فائدہ ہوا اور انہوں نے متعینہ مزدوری سے زیادہ آپ کو دیا۔[۲]

---

[۱] ''ظہران'' مکہ کے نزدیک ایک وادی ہے، جہاں مَرّ گاؤں ہے۔ اضافت کرکے مر الظہران بولتے ہیں (''معجم البلدان'' لیاقوت: ۳/۶۳)

[۲] ''الطبقات الکبریٰ'' (۱/۱۳۰/۱۳۱)

رسول اللہ ﷺ سے خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شادی

ابن سعد نے اپنی ''طبقات'' میں واقدی کی سند سے روایت کی ہے، نفیسہ بنت منیہ کہتی ہیں: خدیجہ بنت خویلد بن اُسد بن عبدالعزیٰ بن قصی ایک عقل مند، صابرہ، اور معزز خاتون تھیں۔ اللہ نے بھی ان کی قسمت میں عزت و عظمت لکھ رکھی تھی۔ اس زمانے میں وہ خاندانی اعتبار سے قریش کی سب سے اونچی، معزز اور مال دار خاتون تھیں۔

ہر کوئی ان سے شادی کا خواہش مند تھا، کئی لوگوں نے خدیجہ سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا اور اس راہ میں دولت بھی لٹا رکھی تھی۔ جب محمد شام کے سفر سے لوٹے تو خدیجہ نے آپ کا عندیہ لینے کے لئے مجھے آپ کے پاس بھیجا، میں نے عرض کیا: محمد! شادی کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا: میرے ہاتھ میں اتنا مال نہیں کہ میں شادی کا خرچ برداشت کر سکوں۔

میں نے عرض کیا: اگر آپ کی یہ ضرورت پوری کر دی جائے اور خوبصورت، مال دار معزز اور ہر اعتبار سے آپ کی برابر کی خاتون کا پیغامِ نکاح آئے تو کیا اسے قبول فرمائیں گے؟

فرمایا: کون ہیں وہ؟

میں نے عرض کیا: خدیجہ!

فرمایا: یہ کیسے ہو گا؟

میں نے عرض کیا: میرے اوپر چھوڑ دیجئے۔

فرمایا: میں راضی ہوں۔

میں نے جا کر خدیجہ کو بتایا، انہوں نے آپ کو کہلوا بھیجا کہ فلاں وقت تشریف لایئے۔ اور اپنے چچا عمرو بن اسد کو نکاح کی سرپرستی کے لئے بلوایا، وہ آئے، رسول اللہ ﷺ بھی اپنے چچا حضرات کے ساتھ وقت مقررہ پر تشریف لائے، آپ کے ایک چچا نے سرپرست بن کر شادی کرائی، عمرو بن اسد بولے: یہ برابر کا رشتہ ہے۔ شادی کے وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر پچیس سال اور خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مہر

ابن ہشام کہتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مہر میں بیس اونٹنیاں دیں، رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں آنے والی یہ پہلی خاتون تھیں، ان کی زندگی میں آپ ﷺ نے کسی دوسری خاتون سے شادی نہیں کی۔ [۱]

رسول اللہ ﷺ کا نسب خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نسب سے ملتا ہے

رسول اللہ ﷺ کا نسب نامہ والد کی طرف سے مندرجہ ذیل ہے: محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ [۲]

---

[۱] ابن ہشام: ''السیرۃ النبویۃ'' (۲۰۶/۱)

[۲] ابن ہشام: ''السیرۃ النبویۃ'' (۱۲۰-۱۱۶/۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ والدہ کی طرف سے مندرجہ ذیل ہے:

آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ۔ آمنہ کا سلسلۂ نسب والدہ کی طرف سے ہے: برۃ بنت عبد العزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر۔ اور برۃ کی والدہ کا سلسلۂ نسب ہے: اُم حبیب بنت أسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر [۱]

خدیجہ رضی اللہ عنہا کا شجرۂ نسب

خدیجہ بنت خویلد بن أسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر۔

ماں کی طرف سے شجرۂ نسب ہے: فاطمہ بنت زائدہ بن الأصم بن رواحۃ بن حجر بن معیص بن عامر بن لؤی بن غالب بن فہر۔

اور فاطمہ (خدیجہ کی ماں) کا شجرۂ نسب ہے: ہالہ بنت عبد مناف بن الحرث بن عمرو بن منقذ ابن عمرو بن معیص بن عامر بن لؤی بن غالب بن فہر۔ اور ہالہ کی ماں کا شجرۂ نسب ہے: قلابۃ بنت سعید بن سعد بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر۔ [۲]

---

[۱] ابن ہشام: ''السیرۃ النبویۃ'' (۱۲۱/۱-۱۲۰)

[۲] ابن ہشام: ''السیرۃ النبویۃ'' (۲۰۵/۱)

دعوتِ ولیمہ اور ابو طالب و ورقہ بن نوفل کی تقریریں

جب دونوں طرف سے ایجاب و قبول ہو گیا تو خدیجہ نے بکری ذبح کروائی اور کھانا بنوایا اور اپنے چچا عمر کو بھیج کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا۔ آپ اپنے چچا حمزہ بن عبد المطلب، ابو طالب اور قبیلۂ مضر کے سرکردہ حضرات کے ساتھ تشریف لائے، سارے لوگوں نے کھانا تناول فرمایا، کھانے کے بعد ابو طالب نے یہ تقریر کی:

''ساری تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں ابراہیم کی نسل، اسماعیل کی کھیتی، معد کے خاندان اور مضر کے عنصر سے بنایا۔ ہمیں اپنے گھر کا پاسبان اور حرم کا نگہبان بنایا۔ ہمیں ایک ایسا گھر دیا جس کا لوگ قصد کرتے ہیں اور ایسا حرم دیا جو پر امن ہے اور ہمیں لوگوں پر برتری عطا کی۔

میرا بھتیجا محمد بن عبد اللہ کسی بھی نوجوان سے زیادہ باوزن ہے گرچہ مال میں کم ہے، لیکن مال و دولت تو پل میں ختم ہو جانے والا سایہ اور ناپائیدار چیز ہے۔ محمد کا حسب و نسب تم لوگ جانتے ہو، انہوں نے خدیجہ بنت خویلد سے شادی کی ہے اور مہر بھی مقرر کر دی ہے۔ جو فوری طور پر یا تاخیر کے ساتھ میرے مال سے ادا ہو گی۔ اللہ کی قسم! اس کے بعد ان کا بہت ہی عظیم معاملہ ہونے والا ہے۔''

ان کے بعد ورقہ بن نوفل کھڑے ہوئے اور درج ذیل تقریر کی:

''ساری تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں ویسا ہی بنایا جیسا کہ ابو طالب نے بتایا اور جس نے ہمیں وہ ساری نعمتیں دیں جو انہوں نے گنایا، ہم عرب کے سردار اور رہبر ہیں۔ تم لوگ بھی ہمارے برابر ہی کے ہو، کوئی قبیلہ تمہارے مقام کا انکار نہیں کر سکتا اور نہ کوئی تمہارے رتبہ اور شرف میں شک کر سکتا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ ہم تمہارے ساتھ تعلقات کی رسی مضبوط

کریں، اے قریش کے لوگو! گواہ رہو کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد کی شادی محمد بن عبداللہ سے چار سو دینار مہر کے عوض کی“۔[۱]

خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کے جگر گوشے

ابن اسحاق کہتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کی ساری اولادیں سوائے ابراہیم کے خدیجہ ہی کے بطن سے ہیں۔ سب سے پہلے قاسم ہیں، اور انہی کے نام پر آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ ان کے بعد، طاہر و طیب، زینب، رقیہ، اُم کلثوم اور فاطمہ علیہم السلام ہیں۔

ابن ہشام کہتے ہیں:

سب سے بڑا لڑکا قاسم ہے، ان کے بعد طیب و طاہر۔ جب کہ سب سے بڑی لڑکی رقیہ ہے، اور پھر زینب، پھر اُم کلثوم اور ان کے بعد فاطمہ۔

قاسم اور طیب و طاہر بعثت نبوی سے پہلے ہی انتقال فرما گئے، البتہ ساری بیٹیوں نے اسلام کا زمانہ پایا، اسلام سے سرفراز ہوئیں اور ہجرت کا بھی شرف حاصل کیا۔

---

[۱] پیچھے یہ بات گذر چکی ہے کہ خدیجہ کا مہر بیس اونٹنیاں تھیں، یہاں چار سو دینار کا ذکر ہوا ہے، دراصل یہ اونٹنیاں مذکورہ قیمت کی تھیں۔ یا کہا جائے کہ پہلی چیز مہر اور دوسری بطور ہدیہ ہو یا یہ کہ ابو طالب کے مہر پر آپ ﷺ نے اپنے مہر کا اضافہ کیا ہو۔ واللہ اعلم۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ مکہ میں نبوت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی اولاد قاسم ہے۔ انہی کے نام پر آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے، قاسم کے بعد زینب، رقیہ اور فاطمہ اور اُم کلثوم پیدا ہوئیں۔ زمانۂ اسلام میں آپ کو دو لڑکے ہوئے۔ عبداللہ، جس کا دوسرا نام طیب ہے اور پھر طاہر۔ ان سارے کی والدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

سب سے پہلے قاسم فوت ہوئے اور ان کے بعد عبداللہ، جس پر عاص بن وائل السہمی نے طنز کرتے ہوئے کہا کہ محمد کی اب نسل ہی ختم ہوگئی۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ﴾

"بے شک آپ کا دشمن ہی مقطوع النسل ہے۔" (کوثر:۳)

ایک روایت میں ہے کہ قاسم کا انتقال دو سال کی عمر میں ہوا۔

ابن سعد کہتے ہیں:

صفیہ بنت عبدالمطلب کی ایک لونڈی سلمیٰ نام کی تھی جنھوں نے خدیجہ کی تمام اولاد کی پیدائش کے وقت دایہ کی ذمہ داری سنبھالی تھی۔

خدیجہ بیٹے کی پیدائش پر دو بکری اور لڑکی کی پیدائش پر ایک بکری عقیقہ میں ذبح کرتی تھیں، ان کی ہر اولاد کے بیچ ایک سال کا فاصلہ ہے۔ وہ زچگی سے پہلے ہی بچوں کو دودھ پلانے کی ذمہ داری کی تیاری کر لیتی تھیں۔[۱]

[۱] "السیرۃ النبویۃ" (۱/۱۳۳/۱۳۴)

نبی کریم ﷺ کو خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انوکھا تحفہ: زید بن حارثہ

حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب ''الاِصابۃ فی تمیز الصحابۃ'' میں درج ذیل واقعہ کو بیان کیا ہے:

ایک مرتبہ زید بن حارثہ کی ماں ''سعدی'' اپنی قوم کی زیارت کیلئے نکلیں، راستے میں قبیلۂ قین بن جسر کے ایک گھوڑ سوار دستہ نے حملہ کیا، اس وقت زید کو تھوڑا بہت شعور ہو چکا تھا۔ حملہ آور زید کو اپنے ساتھ اٹھا لے گئے اور ''عکاظ'' کے بازار میں فروخت کے لئے پیش کر دیا۔ مکہ کے ایک رئیس حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی خدیجہ کے لئے چار سو درہم میں زید کو خرید لیا۔

جب خدیجہ کی شادی رسول اللہ ﷺ سے ہوئی تو انہیں اپنے پیارے شوہر کو کوئی تحفہ دینے کا خیال آیا، اور انہیں زید سے بہتر کوئی تحفہ نہیں ملا، لہٰذا انہوں نے زید ہی کو بطور تحفہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

ادھر زید کے والد حارثہ بن شراحیل کا بیٹے کی جدائی کے غم میں برا حال تھا، بیٹے کی جدائی کے غم میں وہ ایسے درد بھرے اشعار کہتا کہ لوگوں کا دل چھلنی ہو جاتا۔

جس کے چند اشعار ہیں:

بکیت علی زید ولم أدر ما فعل
أحی فیرجی أم أتی دونہ الأجل
أوصی بہ عمرا وقیساً کلیھما
وأوصی یزیداً ثم من بعد جبل

”زید کی جدائی پر میرے آنسو تھمنے کا نام نہیں لے رہے ہیں، مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ اس کا کیا ہوا، کیا زندہ ہے کہ امید کی شمعوں کو جلائے رکھوں یا موت نے اسے اپنے آغوش میں سلا دیا۔ میں زید کے متعلق اپنے بھائیوں، عمر، قیس اور یزید اور بیٹے جبل کو وصیت کر رہا ہوں کہ بہر صورت اسے ڈھونڈ نکالیں۔“

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ زید کے قبیلہ کے کچھ لوگ حج کے لئے مکہ آئے۔ اچانک زید ان کے آمنے سامنے تھا، ان لوگوں نے زید کو پہچان لیا اور زید نے بھی انہیں پہچاننے میں دیر نہیں کی اور کہا کہ میرے گھر والوں کو میرا یہ پیغام پہنچادیں:

أحن إلى قومي وان كنت نائيا
بأني قطين البيت عند المشاعر

”میں پردیس رہ کر بھی اپنے لوگوں سے ملنے کی حسرت رکھتا ہوں، میں حج کے مقدس مقام بیت اللہ کے پاس مقیم ہوں۔“

ان لوگوں نے واپس آکر زید کے والد کو پوری کہانی بتائی، اور جگہ کی بھی نشاندہی کر دی۔ یہ سنتے ہی حارثہ نے اپنے بھائی کعب کو لیا، اور زید کو چھڑانے کے لئے کچھ نقدی بھی ساتھ رکھ لیا، اور مکہ پہنچ گئے۔ دونوں نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں پوچھا، بتایا گیا کہ وہ مسجد میں ہیں، دونوں مسجد آئے، اور عرض کیا: اے عبد المطلب کے بیٹے! اے اپنی قوم کے سردار کے بیٹے! آپ لوگ اللہ کے گھر کے رکھوالے ہیں، آپ قیدیوں کے ساتھ ہمدردی رکھنے اور انہیں آزاد کرنے والے ہیں۔ ہم اپنے لخت جگر کے سلسلے میں آئے ہیں جو آپ کے پاس ہے۔ لہٰذا اسے آزاد فرما کر ہم پر احسان کیجئے اور اس کا جو بھی فدیہ آپ لینا چاہیں، ہم دینے کے لئے تیار ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: آپ لوگ کس کے

بارے میں بات کررہے ہیں؟ جواب دیا کہ زید بن حارثہ کے بارے میں۔آپ نے فرمایا: کیااس سے بھی بہتر کام نہ کیاجائے؟ اسے بلاؤ، اگر وہ آپ لوگوں کے ساتھ جانا چاہتا ہے تو بغیر فدیہ کے چلا جائے اور اگر میرے پاس رہنا چاہے تو میں اسے جانے کے لئے مجبور نہیں کر سکتا۔

زید کو بلوایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم انہیں جانتے ہو؟ کہا کہ یہ میرے والد اور یہ میرے چچا ہیں۔آپ نے فرمایا میں تمہیں جان چکا ہوں اور تم بھی مجھ سے آشنا ہو چکے ہو۔اب تم میرے پاس رہنا چاہو یا اپنے گھر والوں کے ساتھ چلے جاؤ۔ زید فوراً بولے میں آپ پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی میرے باپ اور چچا ہیں۔اس پر دونوں نے کہا کہ زید تم پر افسوس ہے! کیا تم آزادی پر غلامی کو ترجیح دیتے ہو؟ زید نے کہا کہ میں نے اس آدمی کے اتنے اچھے اخلاق دیکھے ہیں کہ میں کسی کو اس پر ترجیح نہیں دے سکتا۔جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کی زبانی یہ بات سنی تو آپ کی خوشی کی انتہا نہ رہی، فوراً زید کو لے کر خانۂ کعبہ پہنچے اور وہاں حاضرین سے فرمایا گواہ رہو، آج سے زید میرا بیٹا، یہ میرا وارث ہوگا اور میں اس کا وارث بنوں گا۔جب زید کے والد اور چچا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ذرہ نوازی دیکھی تو ان کا دل باغ باغ ہو گیا اور وہ زید کو لئے بغیر واپس چلے گئے۔[۱]

ورقہ بن نوفل خدیجہ رضی اللہ عنہا کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی خوشخبری دیتے ہیں

ابن اسحاق کہتے ہیں: خدیجہ نے ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ، جو ان کے چچازاد بھائی تھے اور عیسائی مذہب کے اچھے جانکار بھی، انہیں اپنے غلام میسرہ کی زبانی راہب کی بات اور دو فرشتے

[۱] "الاِصابۃ فی تمیز الصحابۃ" (۲۶/۲۵/۳) رقم (۲۸۸۴)

کے سایہ دینے والی بات بتائی۔ ورقہ نے یہ سن کر کہا کہ اے خدیجہ اگر یہ بات سچ ہے تو بے شک محمد اس امت کے نبی ہیں۔ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ اس امت کے نبی منتظر وہی ہیں اور ان کی بعثت کا زمانہ یہی ہے۔ ورقہ بڑی بے صبری کے ساتھ آپ کی بعثت کا انتظار کرتے رہے۔ اس عالم میں وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ کب تک ہم نبی موعود کا انتظار کریں۔ انہوں نے اس تعلق سے کچھ اشعار بھی کہے، جن کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:

”میں نے ایک ایسے اہم معاملے کا بہت انتظار کیا جس نے غمگین انسان کو بھی مستعد بنا دیا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ وعظ و نصیحت کا میں ہمیشہ سے انتظار کرتا رہا ہوں۔ خدیجہ سے میں نے ایک کے بعد ایک صفت سنی، اے خدیجہ! میرا انتظار بہت طویل ہو گیا، اے خدیجہ میں سمجھتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ تمہاری بات مکہ کی دونوں بطنوں سے ظاہر ہو گی۔ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ راہبوں میں قس نامی راہب کی یہ بات غلط ہو جائے کہ محمد ہمارے سردار بنیں گے اور ان کی طرف سے جو شخص کسی سے بحث کرے گا وہی غالب رہے گا۔ اور تمام شہروں میں اس کی روشنی پھیل جائے گی جو اللہ کی مخلوق کو سیدھا کرے گی اور منتشر ہونے سے بچائے گی۔ جو آپ سے جنگ کرے گا، خسارہ اٹھائے گا اور جو مصالحت کرے گا فتح مند ہو گا۔ کاش! میں بھی اُس وقت رہوں، جب تمہارے سامنے یہ واقعات رونما ہوں، اور کاش! اس میں داخل ہونے والوں میں سب سے زیادہ حصہ دار ہو کر اس دین میں داخل ہو جاؤں جو قریش کو ناگوار ہو گا۔ اگرچہ وہ مکہ میں بہت زیادہ چیخ و پکار کریں، جس چیز سے قریش کو یقیناً کراہت ہو گی اسی چیز سے میں مالکِ عرش کے پاس سرفرازی کا امیدوار ہوں جب کہ ان کو رسوائی ملے گی۔ جس

نے اونچائی کو برجوں کے لئے چناہے اس سے انکار کے سوااور کیارسوائی ہوسکتی ہے۔
اگروہ بھی رہیں اور میں بھی رہوں توہم دیکھیں گے ایسے ایسے واقعات کا ظہور ہوگا جن
سے کافر چیخ پڑیں گے اور اگر میں مر جاؤں توہر نوجوان کا مقدر موت ہے"۔ [۱]

خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں خانۂ کعبہ کی ازسرِ نو تعمیر

ابن اسحاق کہتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کی عمرِ مبارک پینتیس سال کی ہوئی تواسی زمانہ میں قریش خانۂ کعبہ کی ازسرِ نو تعمیر کے لئے اکٹھاہوئے۔ان کاارادہ تھاکہ خانۂ کعبہ کو چھت داربنائیں لیکن وہ اسے منہدم کرنے سے ڈرتے تھے، خانۂ کعبہ آدمی کے قد سے کچھ اونچا پتھروں سے بنا ہوا تھا۔ قریش نے اس کی دیوار اونچی کر کے اسے چھت دار بنانا چاہا۔ایسااس لئے کہ کچھ لوگوں نے کعبہ کا خزانہ چرالیا، جو خانۂ کعبہ کے بیچ میں کنویں میں ہوا کرتا تھا، وہ خزانہ ملیح بن عمرو بن خزاعہ کے ایک غلام دُویک کے پاس پایا گیا۔قریش نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔

اسی زمانہ کی بات ہے کہ روم کے ایک تاجر کی کشتی جدہ پہنچ کر ٹوٹ گئی،لوگوں نے اس کی لکڑیاں لیں اور خانۂ کعبہ کی چھت کے لئے تیار کیا۔مکہ میں ایک قبطی بڑھئی بھی تھا،وہ خانۂ کعبہ کی مرمت کے لئے تیار ہوگیا، خانۂ کعبہ کا کنواں جس میں تحائف پھینک دیئے جاتے تھے وہاں سے ایک سانپ نکل کر خانۂ کعبہ کی دیوار پر چڑھ جاتا تھااور جیسے ہی کوئی اس کے قریب جانے کی کوشش کرتا وہ اپنا سر اٹھاکر آواز نکالتااور منہ کھول دیتا۔لوگوں میں اس سانپ کا بہت خوف تھا۔ایک دن جب

[۱] "السیرۃ النبویۃ"(۲۰۸/۲۰۶/۱)

وہ خانۂ کعبہ کی دیوار پر چڑھا ہوا تھا تو اللہ نے ایک پرندہ بھیجا جس نے اسے اچک لیا۔ اس واقعہ پر قریش نے کہا کہ شاید اللہ ہمارے ارادہ سے خوش ہے، ہمارے پاس بڑھئی بھی اور لکڑی بھی۔ ساتھ ہی اللہ نے ہمیں سانپ سے نجات بھی دے دی۔

جب لوگ خانۂ کعبہ کو منہدم کر کے از سرِ نو تعمیر کے لئے اکٹھا ہوئے تو سب سے پہلے ابو وہب بن عمرو بن عائذ آگے بڑھا، اس نے خانۂ کعبہ کی دیوار سے ایک پتھر نکالا، لیکن وہ پتھر اس کے ہاتھ سے اچھل کر اپنی جگہ واپس چلا گیا، تو اس نے کہا کہ قریش کے لوگو! میری ایک بات مانو، کوئی بھی انسان اس کی تعمیر میں صرف پاک کمائی ہی لگائے گا، فاحشہ کی کمائی، سودی منافع اور کسی کا ظلم وجور سے لیا گیا مال قطعاً اس میں نہیں خرچ ہونا چاہئے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں:

ابو وہب رسول اللہ ﷺ کے ماموں ہیں، بے حد معزز انسان تھے، انہی کی مدح سرائی میں ایک عرب شاعر نے بہت اچھے اشعار کہے ہیں، جن کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:

"اگر میں ابو وہب کے پاس اپنی سواری روک دوں تو ان کی سخاوت کی وجہ سے سفر کامیاب ہو جاتا ہے۔ لؤی بن غالب کے خاندان کا وہ ایک خوبصورت انسان ہے اور اس کا نسب اعلیٰ ہے۔ وہ ظلم وجور سے کافی دور اور سخاوت و فیاضی سے مسرور آدمی ہے۔ اس کے آباء واجداد اچھے خاندان سے آئے ہیں، اس کی دیگچی سے نکلنے والی راکھ بہت زیادہ ہوتی ہے اور اس کی دیگچی چربی اور روٹیوں سے بھری ہوتی ہے۔ (وہ بے حد دریادل اور غریب نواز انسان ہے)

بہر حال، قریش نے خانۂ کعبہ کو آپس میں تقسیم کر لیا، دروازہ بنی عبد مناف اور زہرہ کے حصہ میں آیا، رکن اسود اور رکن یمانی بنی مخزوم اور قریش کے کچھ قبیلوں کے حصہ میں، کعبہ کا بالائی حصہ بنی جمح اور سہم کے حق میں، حطیم بنی عبد الدار بن قصی اور بنی اسد بن عبد العزیٰ کے حصہ میں۔

لیکن لوگوں کو خانۂ کعبہ کے انہدام سے ڈر محسوس ہوا تو ولید بن مغیرہ نے کہا کہ چلو میں اس کی مسماری کا آغاز کرتا ہوں۔ چنانچہ اس نے پھاوڑا لیا، دیوار پر یہ کہتے ہوئے کھڑا ہوا:

"اے اللہ! ہم تیرے دین سے اکتائے ہیں نہ نکلے ہیں، اے اللہ ہم صرف خانۂ کعبہ کی بہتری چاہتے ہیں"۔

پھر اس نے رکنین کی جانب سے دیوار گرادی۔ وہ رات لوگوں نے اس فکر میں گذاری کہ اگر ولید بن مغیرہ کو کچھ ہوا تو ہم خانۂ کعبہ کا کچھ بھی حصہ منہدم نہیں کریں گے، اور جس طرح پہلے تھا اسی حالت میں کر دیں گے، اور اگر اسے کچھ بھی نہیں ہوا تو گویا اللہ ہمارے کام سے خوش ہے اور خانۂ کعبہ کو منہدم کر دیں گے۔

ولید بن مغیرہ نے پھر دوسری صبح اپنا کام جاری رکھا اور دوسرے لوگ بھی اس کے ساتھ شریک ہو گئے، یہاں تک کہ جب وہ انہدام کے دوران اساس ابراہیم تک پہنچے تو انہیں سبز رنگ کے بے حد مضبوط دو پتھر ملے جو آپس میں پیوست تھے۔

ایک آدمی نے ان میں سے دو پتھروں کے درمیان اپنا اوزار ڈالا کہ ان میں سے ایک کو اکھاڑ لیا جائے، جب پتھر میں حرکت ہوئی تو پورا مکہ ہل گیا چنانچہ لوگوں نے اس بنیاد کو چھوڑ دیا۔

قریش کو انہدام کے دوران رکن میں سریانی زبان میں لکھی ایک کتاب بھی ملی، انہیں اس کے مضمون کے بارے میں نہیں معلوم ہو سکا۔ ایک یہودی نے پڑھ کر سنایا، اس میں لکھا تھا:

"میں اللہ مکہ کا مالک ہوں، جس دن آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور سورج اور چاند بنایا اسی دن مکہ کو بھی بنایا اور اس کو سات مضبوط فرشتوں سے گھیر دیا۔ مکہ اس وقت تک فنا نہیں ہو گا جب تک اس کے دونوں پہاڑ ختم نہ ہو جائیں۔ اس کے باشندوں کے لئے پانی اور دودھ میں برکت ہے"۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس کتاب میں لکھا تھا:

"یہ اللہ کی حرمت والا گھر ہے، اس کا رزق اس کے پاس تین راستوں سے آئے گا، جس نے اس کو پہلے پہل اس حرمت کا سزاوار بنایا وہ اس کو حلال نہیں کرے گا یعنی بے حرمت نہیں کرے گا"۔

ابن اسحاق کہتے ہیں:

بعث بن ابی سلیم کا خیال ہے کہ لوگوں نے کعبہ میں نبی کریم ﷺ کی بعثت سے چالیس سال پہلے ایک پتھر پایا جس میں اگر اس کا خیال صحیح ہے تو لکھا تھا:

"جو شخص کسی نیکی کی کھیتی بوئے گا تو اس کا پھل رشک حاصل کرے گا (یعنی قابل رشک بن جائے گا) اور جو بدی کی کاشت کرے گا اس کا پھل بھی ندامت حاصل کرے گا، کیا تم لوگ برائیاں کرو گے اور اس کا بدلہ اچھا پاؤ گے؟ ایسا نہیں ہو سکتا ببول کے پیڑ سے انگور نہیں توڑے جا سکتے"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے اختلاف کا خاتمہ

ابن اسحاق کہتے ہیں:

پھر اس کی تعمیر کے لئے قریش کے قبیلوں نے پتھر جمع کئے، ہر قبیلہ علیحدہ علیحدہ پتھر جمع کرتا تھا، پھر انہوں نے اس کی تعمیر شروع کی، یہاں تک کہ جب تعمیر رکن یعنی حجر اسود کے مقام تک پہنچی تو قبائل میں جھگڑا ہوا، ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ اس کے مقام پر اس کو خود رکھے نہ کہ دوسرا، یہاں تک کہ آپس میں اختلاف ہو گیا، اور جتھے جتھے بن گئے، اور معاہدے ہو گئے اور سب کے سب جنگ کے لئے تیار ہو گئے، اور بنی عبدالدار نے خون سے بھرا ہوا ایک پیالہ رکھا اور وہ اور بنی عدی بن کعب بن لوئی نے مرنے تک لڑنے کا عہد کیا اور اپنے ہاتھ اس کٹورے میں ڈالے، ان لوگوں کا نام لعقۃ الدم یعنی خون چاٹنے والے رکھا گیا۔

غرض قریش چار پانچ روز تک اسی حالت میں رہے۔ پھر وہ سب مسجد میں جمع ہوئے اور مشورہ کیا اور انصاف پر اتر آئے۔

بعض راویوں کا دعویٰ ہے کہ ابوامیہ ابن المغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم نے جو اس سال یعنی اس وقت قریش میں سب سے زیادہ سن رسیدہ تھا، کہا کہ اے قریش کی جماعت! اس مسجد کے دروازے سے جو پہلا شخص داخل ہو اس کو آپس کے اختلافی مسئلہ میں فیصلہ کرنے والا بناؤ۔ انہوں نے رائے مان لی اور پھر ان کے پاس پہلا آنے والا شخص رسول اللہ تھے جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو کہا کہ یہ تو وہ امین ہے جس کو سب جانتے ہیں۔ یہ محمد ہے ہم راضی ہیں۔

اور جب آپ ان کے پاس پہنچے اور انہوں نے آپ کو اس (فیصلے کے قابل جھگڑے) کی خبر دی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس ایک کپڑا لاؤ، تو آپ کے پاس کپڑا لایا گیا، آپ نے اس رکن (حجر اسود) کو لیا اور اپنے ہاتھ سے اس کپڑے میں رکھا اور فرمایا کہ ہر ایک قبیلہ اس کپڑے کا ایک ایک کونہ پکڑے اور سب کے سب مل کر اس کو اٹھاؤ۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

یہاں تک کہ جب وہ اس کو لے کر اس مقام تک پہنچے تو آپ نے اپنے دست مبارک سے اس کو اوپر رکھ دیا اور تعمیر ہونے لگی۔ قریش رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہونے سے پہلے آپ کو امین کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

پھر جب وہ تعمیر سے فارغ ہوئے اور جیسا چاہا اسے تعمیر کیا تو زبیر بن عبد المطلب نے سانپ کے واقعہ کے متعلق جس کے سبب سے قریش تعمیر کعبہ سے ڈرتے تھے، چند اشعار کہے، جن کا مطلب مندرجہ ذیل ہے:

"مجھے تعجب ہوا کہ عقاب سانپ کی جانب کیوں اتر آیا، حالانکہ سانپ تو عقاب کو گھبرا دینے والی چیز ہے"۔

"اور اس کی جلد سے کبھی تو ایک خاص قسم کی آواز آتی تھی اور کبھی وہ حملہ بھی کرتا تھا"۔

"جب کعبہ کی از سرِ نو تعمیر کے لئے ہم اٹھے تو وہ ہمیں ڈرانے کے لئے اس عمارت پر سے حملہ کرتا اور وہ خود بھی ڈرتا تھا"۔

"پھر جب ہم اس تکلیف دہی یا نقصان رسانی سے ڈر گئے تو ایک عقاب آیا جس کا نزول ٹھیک اسی کے لئے ہوا تھا"۔

"اس نے اسے اپنی جانب کھینچ لیا اور ہمارے لئے کعبۃ اللہ کو خالی کرادیا اس کے پاس جانے سے کوئی رکاوٹ نہ رہے"۔

"پس ہم سب کے سب متفق ہو کر جلد تعمیر کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے کیوں کہ اس کی تعمیر اور مٹی کا کام ہمارے ذمہ تھا"۔

"جس روز ہم اس کی بنیاد کی تعمیر کررہے تھے ہم میں سے درست کرنے والے پر کپڑے نہ تھے"۔

"مالک نے اس کام کے ذریعہ بنی لوئی کو اعزاز سے سرفراز فرمایا، اب اس عزت کی جڑ ان کے پاس سے جا نہیں سکتی"۔

"اس مقام پر بنی عدی بھی جمع تھے اور تیزی سے کام کر رہے تھے اور بنی مرۃ بھی لیکن بنی کلاب تو ان سب سے آگے تھے"۔

"اس کام کے سبب مالک نے ہمیں عزت کا سزاوار بنادیا اور جزا و ثواب کی طلب تو اللہ تعالیٰ سے ہی ہوتی ہے"۔

ابن ہشام نے کہا کہ مساوینا ثیاب کی روایت بھی آئی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کعبۃ اللہ اٹھارہ ہاتھ کا تھا اور اس پر سفید سوتی کپڑا ڈالا جاتا تھا۔ پھر دھاری دار لمبی چادر ڈالی گئی اور پہلا شخص جس نے اس کو دیباج ڈالا وہ حجاج بن یوسف تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور خدیجہ کا برتاؤ

امام بخاری، امام مسلم اور ان کے علاوہ دوسرے محدثین نے (یہاں بخاری کی روایت ہے) عروۃ بن زبیر سے روایت کی ہے کہ اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: رسول اللہ ﷺ پر وحی کا آغاز نیند میں سچے خواب سے ہوا۔ جب کبھی آپ کوئی خواب دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی مانند واضح ہوتا۔ پھر آپ کو تنہائی اچھی لگنے لگی۔ چنانچہ اس کے لئے آپ غار حرا چلے جاتے اور وہاں کئی دن عبادت میں گذارنے کے بعد گھر لوٹتے، آپ غار حرا جاتے وقت اپنے ساتھ توشہ بھی لے جاتے، جب یہ ختم ہو جاتا تو خدیجہ کے پاس آتے اور اسی طرح توشے لے لیتے۔ یہاں تک کہ ایک دن جب آپ غارِ حرا میں تھے، حق آپ کے سامنے آگیا۔ آپ کے پاس فرشتہ آیا، اور کہا کہ پڑھو، آپ نے فرمایا: مجھے پڑھنا نہیں آتا، (آپ نے فرمایا کہ) تب اس نے مجھے زور سے بھینچا، پھر چھوڑا اور کہا کہ پڑھو، میں نے کہا میں پڑھا نہیں کرتا پھر اس نے دوبارہ مجھے بھینچا یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ اب موت ہے۔ پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھو، میں نے پھر کہا کہ میں پڑھا نہیں کرتا، اس نے تیسری بار مجھے بھینچا پھر چھوڑا اور کہا:[1]

﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ﴾

﴿پڑھو اپنے اس پروردگار کے نام سے جس نے تخلیق کی (اور) انسان کو خونِ بستہ سے پیدا کیا، پڑھو تمہارا پروردگار تو بڑی شان والا ہے﴾ (العلق: ۱-۳)

[۱] بخاری (۱۳) اور مسلم (۱۶۰)

پھر آپ گھر لوٹ آئے اس حال میں کہ آپ کا دل دھڑک رہا تھا۔ خدیجہ کے نزدیک گئے اور کہا کہ مجھے چادر اڑھاؤ، مجھے چادر اڑھاؤ، آپ کو چادر اڑھایا گیا تاآنکہ آپ کا ڈر دور ہو گیا۔ آپ نے خدیجہ سے ساری بات بتائی اور کہا کہ مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہے خدیجہ نے کہا:

[اللہ کی قسم! آپ کو ڈرنے کی ضرورت نہیں، اللہ آپ کو کبھی اندوہ گیں نہیں فرمائے گا، کیونکہ میں دیکھتی ہوں کہ آپ رشتہ داروں کے ساتھ بہتر برتاؤ کرتے ہیں، بے کسوں کی دست گیری کرتے ہیں، مہمان نوازی فرماتے ہیں اور مصیبت کے ماروں سے ہمدردی رکھتے ہیں]

اس کے بعد خدیجہ آپ کو لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ کے پاس آئیں۔ ورقہ بن نوفل زمانۂ جاہلیت میں عیسائی مذہب اختیار کر چکے تھے، وہ عبرانی زبان میں لکھا بھی کرتے تھے، انجیل کی کچھ باتیں انہوں نے عبرانی میں لکھی تھیں۔ اس وقت وہ بوڑھے اور اندھے ہو چکے تھے۔

خدیجہ نے ان سے کہا کہ ذرا اپنے بھتیجے کی بات سنئے، ورقہ نے پوچھا کیا بات ہے، رسول اللہ ﷺ نے انہیں سارا واقعہ بتایا، ورقہ نے کہا وہ تو جبریل تھے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس اللہ کا پیغام لے کر آتے تھے۔ اے کاش! میں آپ کی نبوت کے ظہور کے وقت نوجوان ہوتا، کاش میں اس وقت زندہ ہوتا، جب آپ کو آپ کی قوم نکال دے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ کیا میری قوم کے لوگ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا ہاں! جس چیز کو لے کر تم آئے ہو اس کے لانے والے ہر شخص سے لوگوں نے دشمنی کی ہے، اگر وہ دن مجھے نصیب ہوا تو میں تمہاری پُرزور تائید کروں گا۔ اس کے کچھ دنوں بعد ہی ورقہ کا انتقال ہو گیا اور وحی آنے کا سلسلہ رک گیا۔

بعثت نبوی اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کا کردار[۱]

ابن اسحاق کہتے ہیں:

جب محمد ﷺ چالیس سال کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا کے لئے رحمت اور تمام لوگوں کے لئے بشارت دینے والا بنا کر مبعوث فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے جس کو آپ سے پہلے مبعوث فرمایا، آپ پر ایمان لانے اور آپ کی تصدیق کرنے اور آپ کے مخالفوں کے مقابل آپ کی امداد کرنے کا وعدہ لے لیا تھا اور ان سے یہ بھی وعدہ لیا تھا کہ ان پر جو لوگ ایمان لائیں اور ان کی تصدیق کریں ان تک بھی یہ بات پہنچادیں، چنانچہ آپ کے متعلق اس بارے میں ان پر جو حق تھا انہوں نے پہنچا دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴾

”اس وقت کو یاد کرو جب اللہ نے انبیاء سے پکا وعدہ لیا (اور ان الفاظ میں حکم دیا کہ اے نبیو!) میں نے تم کو جو کتاب و حکمت دی ہے (تو اس کا تقاضہ یہ ہے کہ) پھر تمہارے پاس کوئی رسول اس چیز کی تصدیق کرنے والا جو تمہارے ساتھ ہے آئے تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور ضرور اس کی مدد کرو گے۔ پھر فرمایا کیا تم نے اس کو تسلیم کیا اور میرا عہد قبول کر لیا، انہوں نے کہا ہم نے تسلیم کیا، فرمایا تو گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔“ (آل عمران: ۸۱)

---

[۱] ”سیرت ابن ہشام“ کے آئینے میں۔

غرض اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے آپ کی تصدیق اور آپ کے مخالفوں کے مقابلے میں آپ کی امداد کا عہد لیا اور انہوں نے اس عہد کو ان لوگوں تک پہنچا دیا جو ان دونوں کتابوں والوں (یعنی اہلِ انجیل اور اہلِ توریت) میں سے ان انبیاء پر ایمان لائے اور ان کی تصدیق کی تھی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: زہری نے عروہ بن زبیر سے اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ اُم المؤمنین نے ان سے بیان کیا کہ پہلی چیز جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (رسالت کی) ابتدا کی گئی وہ سچے خواب تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی بزرگی (کا اظہار) اور آپ کے ذریعہ بندوں پر رحمت نازل کرنی چاہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند میں جو خواب دیکھتے وہ صبح صادق کی طرح ظاہر ہوتے۔ اُم المؤمنین نے کہا کہ اللہ نے تنہائی آپ کے لئے محبوب بنا دی تھی اور کوئی چیز آپ کو تنہائی میں رہنے سے زیادہ پسندیدہ نہ رہی تھی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: مجھ سے عبد الملک بن عبید اللہ بن ابی سفیان ابن العلاء بن جاریہ الثقفی نے جو خوب یاد رکھنے والے تھے، بعض اہلِ علم سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رفع حاجت کے لئے نکلتے تو دور چلے جاتے، یہاں تک کہ بستی سے آپ دور ہو جاتے اور مکہ کی گھاٹیوں اور وادیوں میں پہنچ جاتے اور جس پتھر اور درخت کے پاس سے گذرتے، وہ السلام علیکم یا رسول اللہ کہتا۔

راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دائیں بائیں اور پیچھے توجہ فرماتے تو درختوں اور پتھروں کے سوا کسی کو نہ دیکھتے (غرض اس حالت پر) اتنی مدت تک رہے جس مدت تک اللہ نے چاہا، پھر رمضان کے مہینے میں بمقام حِراء جبریل آئے، اور اللہ تعالیٰ کے پاس سے آپ کے اعزاز و اکرام کی وہ عظمت و شان والی چیز لائے جس کو سب جانتے ہیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: مجھ سے آلِ زبیر کے غلام وہب بن کیسان نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن زبیر کو کہتے سنا، وہ عبید بن عمر بن قتادہ اللیثی سے کہتے تھے کہ اے عبید! رسول اللہ ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے تو نبوت کی ابتداء کا ظہور کس طرح ہوا؟

راوی نے کہا کہ میں موجود تھا تو عبید نے عبداللہ بن زبیر اور ان لوگوں سے حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہر سال ایک مہینہ حرا میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: مجھ سے وہب بن کیسان نے بیان کیا کہ عبیدہ نے مجھ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اسی مہینہ میں ہر سال اعتکاف فرماتے اور جو مسکین آتا اسے کھانا کھلاتے اور جب رسول اللہ ﷺ اس مہینہ کا اعتکاف پورا کر لیتے اور لوٹتے تو اپنے گھر میں داخل ہونے سے پہلے کعبۃ اللہ کا سات بار یا اللہ جس قدر چاہتا طواف فرماتے، اس کے بعد اپنے گھر لوٹتے۔ یہاں تک کہ اس سال جس میں اللہ نے آپ کو مبعوث فرمایا جب وہ مہینہ آیا جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو سرفراز فرمانے کا ارادہ فرمایا اور وہ مہینہ رمضان کا تھا تو جس طرح رسول اللہ ﷺ اپنے اعتکاف کیلئے نکلا کرتے تھے حراء کی جانب نکلے اور آپ کے ساتھ آپ کی اہلیہ بھی تھیں، یہاں تک کہ جب وہ رات آئی جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت سے سرفراز فرمایا اور اس کے ذریعہ بندوں پر رحم فرمایا۔ جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا حکم لئے ہوئے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبریل اس وقت آئے جب میں سو رہا تھا ایک ریشمی کپڑا لائے جس پر کچھ لکھا تھا، پھر کہا پڑھو، میں نے کہا میں پڑھا نہیں کرتا تو انہوں نے مجھے اس (کے پڑھنے) پر مجبور کیا، یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ اب موت ہے، پھر انہوں نے مجھے چھوڑ دیا، اور کہا پڑھو، پھر میں نے کہا میں پڑھا نہیں کرتا، فرمایا پھر انہوں نے مجھے اس (کے پڑھنے) پر تنگ کیا، یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ اب موت ہے۔ پھر مجھے چھوڑ دیا، پھر کہا پڑھو، فرمایا: میں نے کہا میں کیا پڑھوں؟

فرمایا پھر انہوں نے مجھے تنگ کیا حتی کہ میں نے خیال کیا کہ اب موت ہے، پھر انہوں نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھو، فرمایا: میں نے کہا کیا پڑھوں یہ بات صرف اس لئے کہہ رہا تھا کہ ان سے چھوٹ جاؤں کہ کہیں پھر ویسا ہی نہ کریں جیسا انہوں نے (پہلے) میرے ساتھ کیا تھا، پھر انہوں نے کہا:

﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝١ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝٢ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝٣ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝٤ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴾

"پڑھ اپنے اس پروردگار کے نام سے جس نے تخلیق کیا، انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھ اور تیرا پروردگار تو بڑی شان والا ہے، جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی، انسان کو وہ باتیں سکھلائیں جن سے وہ ناواقف تھا"۔ (العلق: ۱-۵)

پھر میں نے انہیں پڑھا اور جب یہ بات ختم ہوگئی تو وہ میرے پاس سے چلے گئے اور میں اپنی نیند سے بیدار ہوگیا۔ گویا وہ میرے دل میں اچھی طرح لکھا جاچکا تھا۔ فرمایا: پھر میں نکلا یہاں تک کہ جب میں پہاڑ کے بیچ میں تھا تو ایک آواز سنی وہ آواز کہہ رہی تھی: اے محمد آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریل ہوں۔ فرمایا: تو میں نے دیکھنے کے لئے اپنا سر آسمان کی جانب اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان کے کنارے پر ایک آدمی کی شکل میں جبریل ہیں، جن کے پاؤں افق میں پھیلے ہوئے ہیں، وہ کہہ رہے ہیں اے محمد آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریل ہوں، فرمایا: میں ان کی طرف دیکھتا کھڑا رہ گیا نہ آگے بڑھتا ہوں اور نہ پیچھے ہٹتا ہوں اور میں اپنی توجہ ان کی جانب سے پھیر کر آسمان کے کنارے پر ڈال رہا ہوں، فرمایا: تو آسمان کے جس کونے میں نظر ڈالتا ہوں تو انہیں اسی حالت میں دیکھتا ہوں تو میں اسی حالت میں کھڑا ہوگیا۔ نہ اپنے سامنے کی جانب بڑھتا ہوں اور نہ اپنے پیچھے کی طرف لوٹتا ہوں۔ یہاں تک کہ خدیجہ نے میری تلاش میں آدمی بھیجے تو وہ مکہ کے بلند

مقام تک پہنچے اور پھر واپس ہو گئے اور میں اپنی جگہ تھا، پھر وہ (جبریل) میرے پاس سے چلے گئے اور میں بھی اپنے گھر والوں کی طرف چلا آیا۔ یہاں تک کہ خدیجہ کے پاس پہنچا تو ان کے زانو کے پاس بیٹھ گیا اور ان کی طرف جھک پڑا تو انہوں نے کہا اے ابوالقاسم آپ کہاں تھے؟ اللہ کی قسم! میں نے آپ کی تلاش میں اپنے آدمی بھیجے، یہاں تک کہ وہ مکہ کے بلند حصہ تک پہنچ کر میری طرف واپس بھی آگئے۔ پھر میں نے ان سے اس چیز کو بیان کیا جو میں نے دیکھا تھا تو انہوں نے کہا اے میرے چچا کے فرزند! خوش ہو جایئے اور ثابت قدمی اختیار فرمایئے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں خدیجہ کی جان ہے، بے شک میں اس بات کی امید رکھتی ہوں کہ آپ اس امت کے نبی ہوں گے۔

پھر وہ اٹھ کھڑی ہوئیں اور اپنے کپڑے درست کر لئے اور ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی کی جانب چلی گئیں جو ان کے چچازاد بھائی تھے۔ ورقہ نے عیسائی مذہب اختیار کر رکھا تھا اور کتابیں پڑھی تھیں اور توریت وانجیل کے جان کاروں کی باتیں سنی تھیں۔ جب جناب خدیجہ نے ان سے وہ سب باتیں بیان کیں جن کے دیکھنے اور سننے کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی تھی تو ورقہ بن نوفل نے کہا: قدوس، قدوس (پاک ہے، پاک ہے) قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں ورقہ کی جان ہے، اے خدیجہ! اگر تم نے مجھ سے سچ کہا ہے تو ناموس اکبر جو موسیٰ کے پاس آیا کرتا تھا وہ محمد کے پاس آیا ہے۔ بے شک وہ اس امت کے نبی ہیں، تم ان سے کہہ دو کہ ثابت قدمی اختیار کریں، خدیجہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لوٹ آئیں۔ آپ سے ورقہ بن نوفل کی باتیں بیان کیں، پھر جب رسول اللہ ﷺ نے اپنا اعتکاف پورا فرمالیا تو لوٹے اور ویسا ہی کیا جیسا آپ کیا کرتے تھے کہ کعبۃ اللہ سے ابتداء کی، اس کا طواف فرمایا، ورقہ بن نوفل آپ سے اسی حالت میں ملے کہ آپ کعبۃ اللہ کا طواف فرمارہے تھے کہا اے بھتیجے! جو کچھ تم نے دیکھا اور سنا وہ مجھ سے بیان کرو۔

رسول اللہ ﷺ نے ان سے بیان فرمایا تو ورقہ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! آپ اس امت کے نبی ہیں، بے شک آپ کے پاس وہ ناموس اکبر آیا ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا اور اب آپ کو جھٹلایا جائے گا اور آپ سے جنگ کی جائے گی۔ اگر وہ دن مجھے نصیب ہوا تو میں ضرور آپ کی مدد کروں گا۔ پھر انہوں نے اپنا سر جھکایا اور آپ کے تالو کو بوسہ دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ اپنے گھر تشریف لائے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں:

مجھ سے آلِ زبیر کے غلام اسماعیل بن ابی حکیم نے بیان کیا کہ خدیجہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اے چچا کے لڑکے! کیا آپ کا وہ رفیق جو آپ کے پاس آیا کرتا تھا اس کی آمد پر مجھے اس کی خبر دے سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، خدیجہ نے کہا: جب وہ آئے تو مجھے بتلانا۔

چنانچہ معمول کے مطابق جبریل آپ کے پاس آئے تو آپ نے خدیجہ سے فرمایا: یہ جبریل آچکے ہیں۔ خدیجہ نے کہا اے چچا کے بیٹے، اٹھئے اور میرے بائیں زانو پر بیٹھ جائیے، رسول اللہ ﷺ اٹھے اور اس پر بیٹھ گئے، خدیجہ نے پوچھا کیا آپ اسے دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے کہا ہاں، خدیجہ نے کہا اب میرے دائیں زانو پر بیٹھئے، آپ اس پر بیٹھ گئے، خدیجہ نے پوچھا کیا آپ اسے دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے کہا ہاں، خدیجہ نے کہا اٹھئے اور میری گود میں بیٹھ جائیے۔ رسول اللہ ﷺ اٹھے اور ان کی گود میں بیٹھ گئے، خدیجہ نے کہا کیا آپ اسے دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے کہاں ہاں۔

راوی کہتے ہیں کہ اب خدیجہ نے اپنی اوڑھنی سر سے سرکائی اور رسول اللہ ﷺ کو اپنے آغوش میں چھپالیا اور پوچھا کیا آپ اسے دیکھ رہے ہیں؟ کہا ہاں، خدیجہ بولیں: اے چچا کے بیٹے، ثابت قدم رہئے اور خوشخبری قبول کیجئے کیونکہ اللہ کی قسم! وہ فرشتہ ہے کوئی شیطان نہیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں:

میں نے عبداللہ بن حسن سے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے کہا کہ میں نے اپنی ماں فاطمہ بنت حسین سے یہ حدیث سنی ہے، وہ اسے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتی تھیں، لیکن میں نے اس میں یہ سنا ہے کہ جب خدیجہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی چادر میں چھپالیا اس وقت جبریل چلے گئے پھر خدیجہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یقیناً وہ فرشتہ ہے شیطان نہیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے نزول کی ابتداء ماہِ رمضان میں ہوئی۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ ﴾

"رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن لوگوں کے لئے ہدایت (کا ذریعہ) بنا کر اور (حق کو باطل سے) ممتاز کرنے والی اور راستہ بتانے والی روشن دلیلوں کے ساتھ اتارا گیا"۔ (بقرہ: ۱۸۵)

اور فرمایا:

﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۚ﴿۱﴾ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ؕ﴿۲﴾ لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ؕ﴿۳﴾ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۛ﴿۴﴾ سَلٰمٌ ۛ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴾

"ہم نے اسے شب قدر میں اتارا ہے، تجھے کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار راتوں سے بہتر ہے، اس میں فرشتے اور روح اپنے پروردگار کے حکم پر امر کے ساتھ اترتے ہیں، وہ سلامتی ہے طلوع فجر تک"۔ (قدر: ۱-۵)

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ حٰمٓ ۚ ۝١ وَ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝٢ۙ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝٣ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝٤ۙ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴾

”حم روشن کتاب کی قسم! ہم نے اسے مبارک رات میں اتارا ہے، بلاشبہ ہم اسے انجام سے ڈرانے والے رہے ہیں۔ اس (رات) میں حکمت والی ہر ایک ایسی بات جو ہمارے پاس کی ہوتی ہے واضح اور ممتاز کردی جاتی ہے۔ ہم ہمیشہ اپنے پیغام بھیجنے والے ہی رہے ہیں“۔(الدخان: ۱-۵)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ﴾

”اگر تم اللہ اور اس چیز پر ایمان رکھتے ہو جس کو ہم نے اپنے بندوں پر امتیاز کے روز، جس روز دو جماعتیں مقابل ہوگئی تھیں، نازل فرمایا“۔(الأنفال: ۴۱)

ابن اسحاق کہتے ہیں:

مجھ سے ابو جعفر محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکوں کا مقابلہ مقامِ بدر میں جمعہ کے روز سترہ رمضان کی صبح میں ہوا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب وحی آتی رہی اور آپ اللہ پر ایمان رکھنے والے اور جو کچھ اس کی جانب سے آپ پر آیا، اس کو سچا جاننے والے تھے۔ آپ نے اس کو اپنی پوری توجہ سے قبول فرمایا اور جو بار اس کی جانب سے آپ پر ڈالا گیا اس کو باوجود بعض لوگوں کی رضامندی اور بعض لوگوں کی ناراضگی کے برداشت فرمایا۔ قوم کے اس مخالفانہ سلوک اور اس طرزِ عمل کے سبب سے جو انبیاء کے پیام کے ردِّ عمل کے طور پر اس سے ظاہر ہوتا ہے، نبوت کے بوجھ اور ذمہ داری کے اٹھانے کی استطاعت اور برداشت کی قوت سوائے اولوالعزم اور صاحبِ قوت رسولوں کے

دوسروں میں نہیں ہوا کرتی۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی امداد اور توفیق سے۔ غرض رسول اللہ ﷺ الٰہی احکام پر باوجود اپنی قوم کی مخالفت اور ایذا رسانی کے چل پڑے۔

خدیجہ بنت خویلد آپ پر ایمان لائیں اور ان چیزوں کی تصدیق کی جو آپ کے پاس اللہ کے یہاں سے آتی تھیں، اور آپ کے معاملے میں آپ کی مدد کی، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے اور اللہ کی شریعت کی تصدیق کرنے والوں میں سب سے پہلی وہی تھیں۔ انہی کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے کام میں آسانی پیدا کردی، مخالفوں کی تکذیب اور ناپسندیدہ باتوں کے سننے سے آپ کو صدمہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس حزن و غم کو انہی کے ذریعہ دور فرماتا۔ جب آپ خدیجہ کے پاس تشریف لاتے تو وہ آپ کو ثابت قدم رہنے کی تلقین کرتیں اور آپ کے بار کو ہلکا کرتیں، وہ آپ کی تصدیق کرتیں تو لوگوں کا مذکورہ برتاؤ آپ پر آسان ہو جاتا۔ اللہ ان پر رحمت کی برکھا برسائے۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں علی بن ابی طالب اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کی پرورش

یہ بات گذر چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زید بن حارثہ کو اپنا لے پالک بیٹا بنایا تھا، وہ آپ ﷺ کے زیر پرورش تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں: خدیجہ کے بعد آپ کے غلام زید بن حارثہ بن شرحبیل بن کعب بن ابن عبدالعزیٰ بن امرئ القیس الکلبی اسلام لائے، مردوں میں علی کے بعد سب سے پہلے اسلام لانے والے اور نماز ادا کرنے والے یہی ہیں۔ اسلام لاتے وقت علی کی عمر دس سال تھی اور ان کی یہ خوش نصیبی تھی کہ وہ اسلام سے قبل رسول اللہ ﷺ کے زیر تربیت تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: مجھ سے عبداللہ بن ابی نجیح نے مجاہد بن جبر ابوالحجاج سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: علی رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ کا یہ انعام واکرام ہوا کہ ایک مرتبہ قریش سخت قحط سالی سے

دوچار ہوئے، ابو طالب کثیر العیال آدمی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا عباس سے عرض کیا: اے عباس! بے شک آپ کے بھائی ابو طالب کثیر الاولاد آدمی ہیں، لوگ جس قحط سالی کے شکار ہیں وہ آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔ چلئے ہم ان کا بوجھ ہلکا کریں، ایک بیٹے کا خرچ آپ برداشت کیجئے اور ایک بیٹا میں لے لیتا ہوں، اس طرح ان کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔ عباس نے کہا ٹھیک ہے۔ دونوں چلے اور ابو طالب کے پاس آئے اور کہا کہ ہم آپ کی اولاد کا بوجھ کم کرنا چاہتے ہیں تاکہ لوگوں پر ان کی حالت ظاہر ہو جائے، ابو طالب نے کہا کہ عقیل کو میرے پاس چھوڑ دو باقی تم دونوں کی مرضی۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو اور عباس نے جعفر کو لے لیا۔ اس کے بعد سے علی آپ کے ساتھ ہی رہنے لگے تاآنکہ اللہ نے آپ کو نبی بنا کر مبعوث فرما دیا۔ علی رضی اللہ عنہ نے آپ کی پیروی کی، آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی۔ جعفر عباس کے پاس رہے یہاں تک کہ مشرف بہ اسلام ہو کر ان سے الگ ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ رضی اللہ عنہا کو وضو اور نماز سکھاتے ہیں

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ شروع میں نماز صرف دو دو رکعت فرض ہوئی۔ پھر حالتِ حضر میں چار رکعت ہوئی اور سفر میں اپنی اصلی حالت میں صرف دو رکعت باقی رہی۔ [۱]

ابن اسحاق کہتے ہیں:

---

[۱] بخاری "تقصیر الصلاۃ" (۱۰۹۰) مسلم (صلاۃ المسافرین) وغیرہما، "السیرۃ النبویۃ" لا بن ہشام (۱/۲۶۳) یہاں ابن ہشام کی روایت کا ترجمہ ہے۔

مجھ سے بعض جانکاروں نے بتایا کہ جب رسول اللہ ﷺ پر نماز فرض ہوئی تو آپ مکہ کے بالائی حصہ میں تھے۔ جبریل آپ کے پاس آئے اور وادی کی جانب ایک گھاٹی میں لے گئے۔ وہاں ایک چشمہ پھوٹا۔ جبریل نے وضو کیا، آپ ان کی جانب دیکھ رہے تھے کہ کس طرح نماز کے لئے پاکی حاصل کی جاتی ہے۔ پھر آپ نے وضو کیا جیسا کہ جبریل کو وضو کرتے ہوئے دیکھا تھا، پھر جبریل آپ کو لے کر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھائی۔ پھر جبریل واپس چلے گئے۔

اس کے بعد آپ ﷺ خدیجہ کے پاس آئے اور ان کے سامنے وضو کیا تاکہ انہیں بتائیں کہ نماز کے لئے کس طرح پاکی حاصل کی جاتی ہے جس طرح جبریل نے انہیں وضو بنا کر دکھایا تھا۔ خدیجہ نے اسی طرح وضو کیا جیسا کہ آپ نے بتایا تھا پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں نماز پڑھائی۔

رسول اللہ ﷺ، خدیجہ اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما منیٰ میں نماز پڑھتے ہیں

عفیف بن عمرو کا بیان ہے کہ میں ایک تاجر آدمی تھا، زمانۂ جاہلیت میں عباس بن عبد المطلب میرے دوست ہوا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ میں تجارت کے سلسلے میں عباس بن عبد المطلب کے پاس منیٰ آیا۔ میں نے دیکھا ایک آدمی آیا، اس نے سورج کی طرف دیکھا جب وہ مائل بہ زوال ہوا، تو اس نے نماز شروع کر دی۔ پھر ایک عورت آئی وہ بھی نماز پڑھنے لگی ان دونوں کے بعد ایک بچہ آیا جو بلوغت کے قریب تھا وہ بھی کھڑا ہوا نماز پڑھنے لگا۔

میں نے عباس سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں ؟

عباس نے بتایا کہ یہ آدمی محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہے، میرا بھتیجا، جس کا خیال ہے کہ وہ نبی ہے۔اس کی نبوت کی پیروی صرف اس عورت اور اس بچے نے کی ہے۔ یہ عورت اس کی بیوی خدیجہ بنت خویلد ہے اور یہ لڑکا اس کا چچازاد بھائی علی بن ابی طالب ہے۔

عفیف جو بعد میں مشرف بہ اسلام ہوئے اور ان کا اسلام اچھا بھی رہا، کہتے ہیں کہ کاش ! میں اس وقت مسلمان ہوتا تو اسلام کا چوتھا حصہ میں ہوتا۔[1]

اللہ کی راہ میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جاں فشانیاں و قربانیاں

ابن سعد کہتے ہیں: جب قریش کو جعفر اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ نجاشی کے برتاؤ اور حسن سلوک کے بارے میں معلوم ہوا تو انہیں یہ بات بڑی ناگوار گذری، وہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھیوں پر غصہ ہوئے اور رسول اللہ کو (نعوذ باللہ) مار ڈالنے پر متفق ہوگئے۔ایک معاہدہ تیار کیا، جس کی رو سے بنی ہاشم سے میل جول، شادی بیاہ اور خرید و فروخت کو ممنوع قرار دیا گیا۔اس معاہدہ نامہ کا لکھنے والا منصور بن عکرمہ العبدری تھا،اس کے ہاتھ شل ہوگئے۔ان لوگوں نے اس معاہدہ نامہ کو کعبہ کے بیچ میں لٹکادیا۔ایک خیال ہے کہ یہ معاہدہ نامہ اُم الجلاس بنت مخربہ الحنظلیہ (ابوجہل کی خالہ) کے پاس تھا۔یکم محرم ۷ نبوی کو شعب ابی طالب میں بنی ہاشم محصور کردیئے گئے۔ مطلب بن عبد مناف کی اولاد بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ شعب ابی طالب میں آگئی، ابولہب قریش کے پاس آیا اور بنی ہاشم اور

---

[۱] رواہ الحاکم فی "مستدرکہ" (۳/۴۸۴۲) امام ذہبی نے "التلخیص" میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

بنی المطلب کے خلاف اپنی حمایت کی بات رکھی۔ چنانچہ بنی ہاشم کا رسد بند کر دیا گیا۔ یہ لوگ صرف موسم حج میں شِعب ابی طالب سے باہر نکلتے، یہاں تک کہ ان کے حالات قابل رحم ہو گئے۔ بھوک سے ان کے بچوں کی آواز گھاٹی کے باہر سنائی دیتی، قریش میں کچھ کو اس سے خوشی ہوتی جب کہ کچھ لوگوں کو اس سے درد ہوتا اور وہ کہتے کہ دیکھو منصور بن عکرمہ نے کیا حرکت کی ہے۔ نبی کریم ﷺ اور ان کے ساتھی شعب ابی طالب میں تین سالوں تک رہے۔ پھر اللہ نے اپنے رسول کو بتایا کہ اس معاہدہ نامہ میں جو کچھ ظلم و زیادتی کی باتیں ہیں انہیں دیمک کھا چکی ہے، صرف اللہ کا نام باقی ہے۔

ابن سعد کہتے ہیں: قریش نے اپنے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک معاہدہ لکھا تھا اور اس پر تین مہریں لگائی تھیں، اللہ نے اس معاہدہ نامہ پر ایک کیڑا مسلط کر دیا جو ساری باتیں کھا گیا سوائے اللہ کے نام کے۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ بات ابو طالب کو بتائی، اور ابو طالب نے اپنے بھائیوں سے، پھر یہ سارے مسجد حرام کی طرف نکلے، ابو طالب کفار قریش سے گویا ہوئے: میرا بھتیجا بتا رہا ہے اور اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا ہے، کہ اللہ نے تمہارے معاہدہ نامہ پر ایک کیڑا مسلط کر دیا ہے جو ہر ظلم و زیادتی اور ناچاکی چٹ کر گیا ہے۔ صرف اس میں اللہ کا نام باقی ہے۔ اگر میرا بھتیجا سچ کہہ رہا ہے تو اپنے برے کام سے باز آجاؤ اور اگر اس کی بات جھوٹی ہے تو میں اسے تمہارے حوالے کر رہا ہوں چاہو تو اسے زندہ رکھو یا مار ڈالو۔ قریش نے کہا ابو طالب تم نے انصاف کی بات کہی۔

معاہدہ نامہ منگوا کر کھولا گیا، وہ اسی حالت میں تھا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بتایا تھا۔ یہ دیکھ قریش انگشت بدنداں رہ گئے اور اپنا سر جھکا لیا۔ ابو طالب نے کہا، اب کس معاہدہ کے تحت ہمیں قید کیا جائے اور ہمارا محاصرہ ہو، جب کہ حقیقت واضح ہو چکی ہے؟ پھر وہ اور ان کے ساتھی خانۂ کعبہ

اور اس کے پردوں کے پیچ گئے اور کہا: اے اللہ! ان لوگوں کے خلاف ہماری مدد فرما جنہوں نے ہم پر ظلم و زیادتی کی، ہم سے قطع تعلق کیا، اور انہیں ہمارے ساتھ جو نہیں کرنا چاہئے تھا وہ کیا۔ پھر یہ لوگ واپس پلٹ گئے۔

ادھر قریش کے کچھ لوگ بنی ہاشم کے ساتھ اپنے رویہ پر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ جن میں مطعم بن عدی، عدی بن قیس، زمعہ بن الأسود، ابوالبختری بن ہاشم، زہیر بن أبی امیہ تھے۔ یہ لوگ ہتھیار بند ہو کر بنی ہاشم اور بنی مطلب کے پاس آئے اور انہیں اپنے ساتھ ان کے گھروں تک پہنچا گئے۔ قریش نے جب یہ نظارہ دیکھا تو ان کے اوسان خطا ہو گئے اور سمجھ گئے کہ اب وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ شِعب ابی طالب سے بنی ہاشم ۱۰ نبوی میں نکلے تھے۔

یہ رتبۂ بلند

امام بخاری، امام مسلم اور دگر محدثین نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

جبریل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! یہ خدیجہ ایک برتن میں سالن، یا کھانا یا پانی لے کر آرہی ہیں۔ جب آپ کے پاس آجائیں تو انہیں ان کے پروردگار کا اور میرا اسلام پہنچا دیجئے اور انہیں جنت میں مروارید کے گھر کی خوشخبری دے دیجئے جس گھر میں نہ کوئی شور ہو گا اور نہ ہی تھکاوٹ۔ [۱]

[۱] بخاری (۳۸۲۰)، مسلم (۲۴۳۲)

امام بخاری، امام مسلم اور دیگر محدثین نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے: وہ کہتی ہیں کہ مجھے کسی خاتون پر اس قدر غیرت نہیں آئی جتنی خدیجہ پر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شادی کے تین سال قبل ہی ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ چونکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت ان کا نام سنا کرتی تھی، اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا تھا کہ خدیجہ کو جنت میں مروارید کے ایک گھر کی خوشخبری دے دیں، اکثر ایسا ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بکری ذبح کرتے اور خدیجہ کی سہیلیوں کو اس میں سے ہدیہ بھیجتے۔ [۱]

بخاری کی روایت میں اس طرح ہے: عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں جتنی غیرت مجھے خدیجہ پر آئی اتنی کسی پر نہیں، حالانکہ میں نے انہیں دیکھا نہیں تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا بکثرت ذکر فرماتے، کبھی ایسا ہوتا کہ کوئی بکری ذبح کرتے، اس کی بوٹی بناتے اور خدیجہ کی سہیلیوں کو بھیجتے۔ میں کہتی کہ ایسا لگتا ہے کہ دنیا میں خدیجہ کے علاوہ کوئی دوسری خاتون ہی نہیں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: وہ تو ایسی اور ایسی تھی میرے بچے بھی تو انہی سے ہیں۔ [۲]

مسلم میں ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں خدیجہ کے علاوہ مجھے کسی پر غیرت نہیں آئی حالانکہ میں نے ان کا زمانہ نہیں پایا تھا۔ [۳]

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی بکری ذبح فرماتے تو کہتے: اس میں سے خدیجہ کی سہیلیوں کو بھیج دو۔

---

[۱] بخاری (۶۰۰۴)، مسلم (۲۴۳۵)

[۲] بخاری (۳۸۱۸)

[۳] مسلم (۲۴۳۵/۷۵)

مزید کہتی ہیں: ایک دن میں غصہ ہو گئی اور بولی کون خدیجہ؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے دل میں ان کی محبت ڈال دی گئی ہے۔

حافظ ابن حجر[1] رحمہ اللہ کہتے ہیں: حدیث سے غیرت کا ثبوت ملتا ہے، یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عظیم المرتبت خواتین سے اس کا صدور ہو سکتا ہے چہ جائے کہ دگر خواتین سے ہو۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے غیرت ہوتی تھی لیکن انہیں سب سے زیادہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوتی تھی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت ان کا ذکر کیا کرتے تھے۔ خواتین میں غیرت کی وجہ یہ ہے کہ وہ سمجھتی ہیں کہ اس کے مقابلے میں دوسری عورت سے زیادہ محبت کی جارہی ہے اور زیادہ ذکر زیادہ محبت کا غماز ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ اپنی کتاب "المفہم"[2] میں لکھتے ہیں: عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے مذکورہ بات از حد غیرت، جوانی کے جوش اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈ و پیار کی وجہ سے نکلی۔ اور اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات پر نکیر نہیں فرمائی۔ اس حدیث سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ غیرت کرنے والی خاتون سے حالتِ غیرت میں سرزد ہونے والی بات پر مواخذہ نہیں کیا جائے گا۔ لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیوں کہ یہاں غیرت سبب کا ایک جزء ہے نہ کہ کل سبب۔ بایں طور کہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں بیک وقت تین چیزیں اکٹھا ہو گئیں تھیں۔ غیرت، جوانی اور لاڈ و پیار چونکہ وہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چہیتی بیوی تھیں۔

---

[1] "فتح الباری" (۷/۵۱۵)

[2] "المفہم لما أشكل من تلخيص مسلم" (۶/۳۱۸)

نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان:

"میرے دل میں ان کی محبت ڈال دی گئی ہے"۔ دراصل بہت سارے اسباب ووجوہات کی بناپر آپ ﷺ کو ان سے محبت تھی۔ جن کا تذکرہ پیچھے گذر چکا ہے۔ یہ سارے اسباب محبت کی وجہ تھے۔ نبی کریم ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بدلے میں جو کچھ دیا اس میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ ان کی زندگی میں دوسری شادی نہیں کی۔

مسلم میں زہری کی سند سے ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی کریم ﷺ نے خدیجہ کی زندگی میں کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کی اور اس بابت سیرت نگاروں کے مابین کوئی اختلاف بھی نہیں۔ [۱]

اس سے نبی کریم ﷺ کے دل میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قدر ومنزلت نیز ان کی فضیلت کا پتہ چلتا ہے، کیوں کہ انہوں نے اپنی شخصیت سے آپ ﷺ کو دگر عورتوں سے بے نیاز کر دیا تھا۔ دگر اُمہات المؤمنین کی بہ نسبت آپ ﷺ کی زندگی کا دوگنا حصہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نصیب میں آیا، کیوں کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے بعد آپ ﷺ اڑتیس سال زندہ رہے جس میں پچیس سال تنہا خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حصہ میں ہے اور یہ کل کا لگ بھگ دو تہائی ہے۔

اس لمبی مدت کے ساتھ وہ غیرت اور سوتنوں کی تکلیف دہ باتوں سے بھی محفوظ رہیں اور یہ ایسی فضیلت ہے جس میں دوسری اُم المؤمنین ان کی شریک نہیں۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات میں سے ہے کہ وہ اس امت میں سب سے پہلے ایمان سے سرفراز ہونے والی خاتون ہیں اور اس طرح انہوں نے بعد میں ایمان لانے والی خواتین کے لئے ایک سنت حسنہ

---

[۱] "فضائل الصحابہ" (۲۴۳۶)

ایجاد کردی اور اس سنت پر عمل کرنے والی خاتون کے اجر و ثواب کے برابر انہیں اجر ملتا رہے گا، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

"جس نے اچھی سنت ایجاد کی تو اسے اس سنت کے ایجاد کرنے کا اجر اور اس سنت پر عمل کرنے والوں کا اجر ملے گا"۔

اس سنت میں مردوں میں ان کے شریک ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، ان دونوں کو کتنا اجر و ثواب ملے گا اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان احادیث سے وفاداری، محبت کی حفاظت، زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی دوست کا احترام کرنا اور اس کی باتوں کو اہمیت دینے کا فائدہ معلوم ہوتا ہے۔[۱]

امام بخاری و مسلم اور دیگر ائمۂ حدیث نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خدیجہ کے لئے جنت میں ایک ایسے گھر کی خوشخبری دے دو جو مروارید کا بنا ہوا ہوگا، اس میں کوئی شور و غوغا ہوگا نہ ہی محنت و مشقت"۔[۲]

بخاری وغیرہ کی ایک دوسری روایت میں اسماعیل بن ابی خالد کی سند سے ہے کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کو خوشخبری دی تھی؟ بولے: ہاں! جنت میں قصب (مروارید) کے ایسے گھر کی جہاں نہ کوئی شور و غوغا ہوگا نہ کوئی مشقت اور تھکن"۔[۳]

---

[۱] "فتح الباری" (۷/۵۱۷)

[۲] بخاری (۱۷۲۲)، مسلم (۲۴۳۳)

[۳] بخاری (۳۸۱۹)

علماء فرماتے ہیں: قصب (مروارید) سے مراد ایسا جوف دار موتی ہے، جیسے بلند و بالا محل۔[1]

فتح الباری میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

طبرانی کی ''الاوسط'' میں ایک دوسری سند سے عبداللہ بن اوفی سے روایت ہے کہ ''قصب'' کا مطلب موتی کے مروارید ہیں، طبرانی ہی کی ''الکبیر'' میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ ہیں: ''بیت من لؤلؤۃ مجوفة'' (جوف دار موتی کا گھر) اس حدیث کی اصل مسلم میں ہے۔[2]

طبرانی ہی کی ''الأوسط'' میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ میں نے عرض کیا:

اے اللہ کے رسول! میری امی خدیجہ کہاں ہیں؟ فرمایا: ''مروارید کے ایک گھر میں'' میں نے پوچھا: اِس مروارید کے؟ فرمایا: نہیں بلکہ ہیرے موتی اور یاقوت سے بنے مروارید کے گھر میں۔

سہیلی کہتے ہیں:

یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''من قصب'' کہا ''من لؤلؤ'' نہیں، اس میں نکتہ یہ ہے کہ لفظ قصب سے خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ایک مناسبت ہے، وہ یہ کہ عربی میں بولتے ہیں احرز قصب السبق (جب کوئی کسی معاملے میں آگے نکل جائے) اور خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان کے معاملے میں سب سے آگے تھیں۔

لفظ ''قصب'' سے خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دوسری مناسبت یہ ہے کہ مروارید کی پوریں ہموار ہوتی ہیں اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شخصیت میں ہمواری نظر آتی ہے بایں طور کہ وہ ہر ممکن طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی

---

[۱] ''شرح صحیح مسلم للنووی'' (۱۵/۲۰۰) بالاختصار۔

[۲] فتح الباری (۷/۵۱۷-۵۱۸)

کی طالب تھیں، کبھی ان سے کوئی ایسی بات سرزد نہیں ہوئی جو آپ ﷺ کو ناگوار ہو، حالانکہ دگر ازواجِ مطہرات سے ایسا ہوا۔

ابو بکر الاسکاف اپنی کتاب ”فوائد الاخبار“ میں لکھتے ہیں: مذکورہ حدیث میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے جس گھر کی خوشخبری ہے وہ اس گھر کے علاوہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کے بدلہ میں تیار کر رکھا ہے، اس لئے اس گھر کی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس میں تھکاوٹ کا احساس نہ ہوگا۔

سہیلی کہتے ہیں: حدیث میں وارد ”بیت من قصب“ کے لفظ ”بیت“ میں بھی ایک باریک نکتہ ہے، چونکہ وہ بعثت نبوی سے قبل ”ربۃ البیت“ (گھر کی مالکن) تھی، بعثت نبوی کے بعد وہ روئے زمین کے پہلے اسلامی گھر کی مالکن بنی۔ اور یہ ان کی ایسی خوبی ہے جس میں کوئی ان کا شریک نہیں، اور اسی لئے یہاں حدیث میں لفظ قصر (محل) کا ذکر نہیں۔

لفظ بیت کے ذکر میں ایک دوسرا نکتہ یہ ہے کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے ”اہل بیت“ کا مرجع ہیں۔ کیوں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ ﴾

”اے نبی کے گھر والو! اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ تم سے وہ ہر قسم کی گندگی کو دور کر دے“۔ (الأحزاب: ۳۳)

تو نبی کریم ﷺ نے فاطمہ، علی، حسن اور حسین کو بلوایا، انہیں ایک چادر میں لپیٹا اور فرمایا: ”اللھم ھولاء اھل بیتی“ (اے اللہ! یہ ہیں میرے گھر والے) اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کی ہے۔

اوران تمام گھر والوں کا مرجع خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ کیونکہ حسنین رضی اللہ عنہما ان کی دختر فاطمہ سے ہیں اور علی رضی اللہ عنہ کی بچپن میں پرورش خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہوئی اور بڑے ہونے پر ان کی بیٹی سے شادی ہوئی، معلوم ہوا کہ گھرانۂ نبوی کا مرجع صرف اور صرف خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان:

”وہ ایسا گھر ہے جس میں نہ کوئی شور و غوغا ہوگا اور نہ محنت و تھکاوٹ“۔

سہیلی کہتے ہیں: ان دونوں صفات کی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شخصیت سے کامل مناسبت ہے بایں طور کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے بلا چوں وچرا، بنا آواز بلند کئے اور بنا کسی لیت و لعل کے بخوشی قبول کر لیا۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعوت اسلامی کی راہ میں آنے والی پریشانی اور مشقت کو دور کیا، آپ کو گھبراہٹ میں تسلی دی اور ہر مشکل آسان کی، اسی مناسبت سے اللہ تعالیٰ ان کے عمل کے بالمقابل صفات سے متصف گھر عطا کیا۔

اس مضمون کی سب سے پہلی حدیث:

”اے اللہ کے رسول! یہ خدیجہ ہیں جو اپنے ساتھ برتن لائی ہیں جس میں سالن، یا کھانا یا پانی ہے۔ جب وہ آپ کے پاس پہنچیں تو انہیں ان کے پروردگار اور میری جانب سے سلام کہئے“۔

مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اس روایت میں طبرانی کے یہاں یہ اضافہ ہے کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ سلام ہے، اسی سے سلام ہے اور جبریل کو میری جانب سے سلام۔ نسائی میں انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے:

”جبریل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ بے شک اللہ خدیجہ کو سلام کہتا ہے“۔ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات بتائی تو انہوں نے کہا:

”إن الله هو السلام، وعلى جبريل السلام وعليك يا رسول الله السلام ورحمة الله وبركاته“

”بے شک اللہ کی ذات سلام ہے، جبریل کو میری جانب سے سلام اور اے اللہ کے رسول آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت و برکت نازل ہو۔“

ابن السنی نے ایک دوسری سند سے یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے:

”اور جو میرا سلام سنے اس پر بھی سلام سوائے شیطان کے۔“

علماء کہتے ہیں کہ اس واقعہ سے خدیجہ رضی اللہ عنہا کی از حد فہم و سمجھ کا پتہ چلتا ہے کیونکہ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ اللہ کو بھی میری جانب سے سلام، جیسا کہ بعض صحابۂ کرام سے یہ لغزش ہوئی تھی کہ وہ تشہد میں السلام علی اللہ کہا کرتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع فرمایا اور کہا کہ بے شک اللہ خود سلام ہے، اس لئے التحیات للہ کہا کرو۔ اور خدیجہ نے اپنی صحیح سمجھ سے یہ جان لیا کہ اللہ کے سلام کا جواب اس طرح نہیں دیا جاسکتا جس طرح مخلوق کے سلام کا جواب دیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ سلام اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے اور ساتھ ہی یہ سلامتی کی دعا بھی ہے اور ان دونوں وجوہ سے اللہ کو جواب نہیں دیا جاسکتا۔ گویا خدیجہ رضی اللہ عنہا یہ کہہ رہی ہوں کہ میں کیسے کہوں کہ وعلیہ السلام (اور اللہ کو بھی میری جانب سے سلام) جب کہ سلام اس کا نام ہے یہ اسی سے طلب کیا جاتا ہے اور اسی سے حاصل بھی ہوتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سلام کے جواب میں محض اس کی ثنا بیان کی جاسکتی ہے۔ اس لئے خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اللہ کے سلام کا جواب دینے کے بجائے اس کی حمد و ثنا بیان کی پھر اللہ اور غیر اللہ میں

تفریق کرتے ہوئے کہا کہ ''اور جبریل کو میری جانب سے سلام''اور کہا: ''اے اللہ کے رسول آپ کو بھی میری جانب سے سلام''اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سلام بھیجنے والے اور پہچانے والے دونوں کو سلام کا جواب دیا جائے گا۔ ایسا لگتا ہے کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے جواب کے وقت جبریل حاضر تھے، اس لئے ان کے سلام کا جواب دیا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کا دوبارہ جواب دیا ایک بار عمومی طور پر اور دوسری بار خصوصی طور پر۔ پھر اس سلام کے سننے والوں سے شیطان کو علیحدہ کر دیا چونکہ وہ دعا کا مستحق نہیں۔

علماء فرماتے ہیں:

جبریل علیہ السلام نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اللہ کا سلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پہنچایا، یہ دراصل اللہ کا سلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کی وجہ سے تھا۔ اسی طرح جب عائشہ رضی اللہ عنہا کو جبریل علیہ السلام نے سلام کہا تو براہ راست نہیں بلکہ بذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کہ مریم علیہا السلام سے براہ راست جبریل علیہ السلام نے گفتگو کی تھی، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا کوئی شوہر نہیں تھا جس کا جبریل احترام کرتے۔

سہیلی کہتے ہیں:

اس واقعہ سے ابو بکر بن داؤد نے یہ استدلال کیا ہے کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا عائشہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں کیونکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جبریل نے اپنی جانب سے سلام کیا تھا اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اس کے پروردگار کا سلام پہنچایا۔

ابن العربی کی رائے ہے کہ بلا کسی دورائے کے خدیجہ رضی اللہ عنہا عائشہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں۔ لیکن ابن العربی کی یہ بات درست نہیں کیونکہ علماء کے بیچ اس بابت اختلاف ہے، گرچہ راجح یہی ہے کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا عائشہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی افضیلت و برتری صریح طور پر اس حدیث

سے ثابت ہوتی ہے جسے ابوداؤد اور نسائی نے روایت کی ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جنت کی خواتین میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد ہیں۔"

سبکی الکبیر کہتے ہیں:

عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل بے شمار ہیں، لیکن ہماری رائے یہ ہے کہ سب سے افضل فاطمہ، پھر خدیجہ پھر عائشہ رضی اللہ عنہن ہیں۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا کی افضیلت پر انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ "أنها سيدة نساء المؤمنين" (فاطمہ مومنوں کی بیویوں کی سردار ہیں)

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: بہتر یہی ہے کہ ہم ان میں سے کسی کو دوسری پر فوقیت نہ دیں۔[۱]

خدیجہ رضی اللہ عنہا جنت کی معزز ترین خاتون ہیں

امام بخاری ومسلم اور دوسرے محدثین نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا:

"جنت کی سب سے بہترین خاتون مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد ہیں"[۲]

---

[۱] فتح الباری (۵۱۹/۷)

[۲] بخاری (۳۴۳۲)، مسلم (۲۴۳۰)

ابو کریب جو حدیث کے ایک راوی ہیں، کہتے ہیں کہ وکیع نے یہ حدیث بیان کرتے ہوئے آسمان اور زمین کی طرف اشارہ کیا۔

اہل علم کہتے ہیں: وکیع (امام بخاری کے ایک استاذ) کے اس اشارہ کا مقصد حدیث میں وارد لفظ ''نساء ھا'' کی تفسیر کرنا تھا، یعنی آسمان اور زمین کی تمام خواتین میں یہ سب سے بہترین ہیں۔

امام نووی فرماتے ہیں: اس کا زیادہ واضح مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں اپنے زمانے کی سب سے بہترین خاتون ہیں۔ لیکن ان دونوں میں کون افضل ہیں، اس بارے میں علماء خاموش ہیں۔

امام احمد وغیرہ نے صحیح سند کے ساتھ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار لکیریں کھینچی، اور پوچھا کہ کیا تم لوگ جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جنت کی سب سے بہترین خواتین خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، آسیہ بنت مزاحم (فرعون کی بیوی) اور مریم بنت عمران ہیں''۔[۱]

امام ترمذی اور دگر محدثین نے صحیح سند کے ساتھ انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سارے جہاں کی خواتین میں سب سے بہترین خواتین ہیں: مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد اور آسیہ فرعون کی بیوی''[۲] امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

---

[۱] اس حدیث کو امام احمد (۱/۲۶۶۸) نسائی (الکبریٰ: ۸۳۶۴/۵)، حاکم (۴۸۵۲/۳)، طبرانی (۱۱۹۲۸)، ابو یعلیٰ (۲۷۲۲) ابن حبان (۷۰۱۰) اور عبد بن حمید نے (۵۹۷) روایت کی ہے۔

[۲] ترمذی (۳۸۷۸)

جوارِ رحمت میں

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ ان خواتین میں سے ہیں جو درجۂ کمال کو پہنچیں، یہ عقلمند، معزز، دین دار، پاک دامن اور پاک باز خاتون تھیں۔ جنتیوں میں سے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تعریف فرماتے، دیگر اُمہات المؤمنین پر انہیں فوقیت اور برتری دیتے اور ان کی بے حد تعظیم اور احترام کرتے۔

انہیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پہلے کسی عورت سے شادی نہیں کی۔آپ کی بیشتر اولاد انہی سے ہے،آپ نے ان کی زندگی میں کسی دوسری سے شادی کی اور نہ ہی کوئی لونڈی رکھی، یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا جس پر آپ بہت زیادہ پُر ملال اور غمگین ہوئے۔ یہ انتہائی اچھی شریکِ حیات تھیں، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی دولت لٹاتی تھیں،اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مال میں تجارت کرتے تھے۔[۱]

واقدی کہتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گھرانہ ہجرت سے تین سال قبل بنی ہاشم کی گھاٹی سے نکلا، وہاں سے نکلنے کے چند ماہ بعد خدیجہ رضی اللہ عنہا اللہ کو پیاری ہو گئیں اور ان کے انتقال کے ایک مہینہ پانچ دن بعد ابو طالب بھی اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔[۲]

---

[۱] ''سیر اعلام النبلاء''(۲/۱۱۰)

[۲] ''سیر أعلام النبلاء''(۲/۱۱۰)

ابو حاتم کہتے ہیں:

خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہجرت سے تین سال پہلے ماہ رمضان المبارک میں پینسٹھ سال کی عمر میں ہوا اور آپ کی تدفین ''جون'' نامی جگہ میں ہوئی۔ [۱]

اس طرح یہ معزز خاتون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چوبیس سال چھ ماہ گذارنے کے بعد اپنے رب کو پیاری ہوگئیں۔ اس زمانے میں جنازے کی نماز فرض نہیں ہوئی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی موت کا بے حد دکھ ہوا، کیوں کہ جس وقت اسلام کی تبلیغ میں آپ کو مشقت اٹھانی پڑی، یہ آپ کے سفر کی ساتھی، جوانی اور تنہائی کی غم گسار تھیں اور جب قریش نے آپ کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا وہ اپنی اولاد کے ساتھ اس قید میں آپ کی شریک تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں '' حجون'' میں سپردِ خاک کیا اور خود اُن کی قبر میں اترے بھی تھے۔ [۲]

خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جدائی کا غم اور زمانے کا ظلم وستم

ابن اسحاق کہتے ہیں: خدیجہ بنت خویلد اور ابو طالب دونوں ایک ہی سال انتقال فرما گئے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لگاتار مصیبتوں کی زد میں آگئے۔ اسلام کی تبلیغ میں وہ آپ کی سچی معاون تھیں۔ جب کبھی آپ مصائب کے گھیرے میں ہوتے وہ آپ کو ڈھارس بندھاتیں۔ ابو طالب کے انتقال سے بھی آپ کی تکلیفیں بڑھ گئیں کیوں کہ وہ تبلیغِ اسلام میں آپ کے سہارا اور پشت پناہ تھے

[۱] صحیح ابن حبان (۱۵/۴۰۷) '' حجون'' مکہ کی ایک مشہور جگہ ہے۔

[۲] عیسوی سن کے اعتبار سے یہ ۶۲۰ء کا واقعہ ہے۔

اور لوگوں میں آپ کے حامی ومددگار، ان دونوں کا انتقال ہجرت سے تین سال قبل ہوا۔ جب ابوطالب کا انتقال ہوگیا تو قریش آپ کو ایسی تکلیف پہنچانے لگے جس کا وہ ابوطالب کی زندگی میں تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ یہاں تک کہ قریش کے ایک بدمعاش نے آپ ﷺ کے سر پر مٹی بھی ڈال دی۔ [ا]

ابن سعد اپنی ''طبقات'' میں روایت کرتے ہیں کہ جب ابوطالب اور خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا (دونوں کی موت میں ایک ماہ کچھ دن کا فاصلہ ہے) تو رسول اللہ ﷺ پر ایک ساتھ دو مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹا۔ آپ گھر میں گوشہ گیر ہوگئے، گھر سے باہر بہت کم نکلتے اور قریش نے آپ کو ایسی اذیتیں دینی شروع کر دیں جن کے بارے میں وہ ابوطالب کی زندگی میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔

یہ بات جب ابولہب کو معلوم ہوئی تو آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ تم اپنا کام جاری رکھو اور ابوطالب کی زندگی میں جو کچھ کرتے تھے وہ کرتے جاؤ۔ لات کی قسم! کوئی آدمی مجھے مار کر ہی تم تک پہنچ سکتا ہے۔ ایک مرتبہ ابن الغیطلہ نے آپ کو گالی دی تو ابولہب نے اس کی سخت خبر لی، وہ یہ کہتے ہوئے بھاگا کہ قریش کی جماعت! ابوعتبہ بے دین ہوگیا۔ یہ سن کر قریش ابولہب کے پاس آئے، ابولہب نے کہا: میں عبدالمطلب کے دین سے پھرا نہیں ہوں لیکن مجھے یہ برداشت نہیں کہ کوئی میرے بھتیجے کو تکلیف دے، اور اس کے کام میں رکاوٹ ڈالے۔ قریش نے کہا: تم نے اچھا اور بہتر کام کیا اور رشتہ داری نبھائی۔ اب رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر آنے جانے لگے، قریش کا کوئی آدمی آپ سے الجھنے کی جرأت نہیں کرتا۔ لوگ ابولہب سے ڈر گئے پھر ایک دن عقبہ بن ابی معیط

[ا] ''السیرۃ النبویۃ'' (۲/۲۵/۲۶)

اور ابو جہل بن ہشام ابو لہب کے پاس آئے اور کہا کہ کبھی اپنے بھتیجے سے پوچھا کہ تمہارے باپ کا ٹھکانہ کہاں ہے؟ چنانچہ ابو لہب نے کہا اے محمد بتاؤ عبد المطلب کہاں ہیں؟

آپ نے فرمایا: اپنی قوم کے ساتھ، ابو لہب ان دونوں کے پاس گیا اور کہا کہ میں نے اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ اپنی قوم کے ساتھ ہیں۔ ان دونوں نے کہا کہ اس کے کہنے کا مطلب ہے کہ وہ جہنم میں ہے۔ ابو لہب نے کہا محمد! کیا عبد المطلب کا ٹھکانہ جہنم ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور جو بھی عبد المطلب کے دین پر ہو گا وہ جہنم میں جائے گا۔ اس پر ابو لہب بولا: اللہ کی قسم! اب تمہیں تمہارے کسی دشمن سے نہیں بچاؤں گا۔ تم کہتے ہو کہ عبد المطلب کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اس واقعہ کے بعد آپ پر ابو لہب اور تمام قریش کا ظلم و جور بڑھ گیا۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا کا آشیانہ

امام طبری نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اس زمانے میں خدیجہ کا گھر وہی تھا جو آج بھی مشہور ہے اور لوگ "منزل خدیجہ" کے نام سے جانتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُسے خرید کر مسجد بنادی تھی اور اسی جگہ پر بنایا تھا جہاں آج ہے، کوئی تبدیلی اس میں نہیں کی گئی تھی۔ [۱]

[۱] "تاریخ الامم والملوک" (۳۶۹/۲)

۲

اُمُّ المومنین

سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

ہجرت کے اعزاز سے شرف یاب، وفا شعار،
پیکرِ ایمان اور پاکباز خاتون

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

”میں نے کسی ایسی عورت کو نہیں دیکھا جس کے قالب میں ہونا مجھے زیادہ پسند ہو، سوائے سودہ بنت زمعہ کے، وہ ایک نیک طبیعت خاتون تھیں“

اُمُّ المؤمنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب

سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس قرشیہ عامریۃ۔

والدہ کا نام

شموس بنت قیس بن زید انصاریہ ہیں، جو عدی بن نجار قبیلہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ [۱]

یہ پہلی خاتون ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد شادی کی اور تقریباً تین سال سے زائد تک تنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت سے شرف یاب ہوتی رہیں تاآنکہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی نکاح میں آ گئیں۔

شوہر کے ساتھ حبشہ ہجرت

ابن اسحاق نے عامر بن لؤی قبیلہ سے حبشہ ہجرت کرنے والوں میں ان کا نام بھی ذکر کیا ہے، کہتے ہیں: ”عامر بن لؤی قبیلہ سے حبشہ ہجرت کرنے والوں میں سلیط ابن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن

[۱] ”الإصابۃ“(۸/۱۱۷)

نصر بن مالک بن حِسل بن عامر ہیں، ان کے ساتھ ان کا بھائی سکران بن عمرو اپنی بیوی سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبد ود بن نصر بن مالک بن عامر کے ساتھ تھا“۔[۱]

پہلی شادی

ابن سعد کہتے ہیں: ان کی شادی سکران عمرو بن عبد شمس بن عبد ود بن نصر بن مالک بن حِسل بن عامر بن لؤی سے ہوئی تھی۔ بہت پہلے یہ مکہ میں مشرف بہ اسلام ہوئی تھیں اور اسلام پہ بیعت کی تھی، بعد میں ان کے شوہر بھی اسلام لے آئے۔ دوسری ہجرتِ حبشہ میں ان دونوں نے بھی مکہ کو الوداع کہہ کر حبشہ کا سفر کیا تھا۔[۲]

خواب شرمندۂ تعبیر ہوتا ہے

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے:

سودہ بنت زمعہ سہیل بن عمرو کے بھائی سکران بن عمرو کی زوجیت میں تھیں، ایک بار سودہ نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے اور ان کی گردن تک پہنچ گئے، انہوں نے یہ بات اپنے شوہر کو بتائی تو اس نے کہا: اگر تمہارا خواب سچا ہے تو میں ضرور مر جاؤں گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہاری شادی ہو گی، سودہ نے کہا: ”پتھر اور پردہ“۔

---

[۱] ”السیرۃ النبویۃ“ (۱/۳۵۲)

[۲] ”الطبقات الکبریٰ“ (۸/۵۲)

ہشام جو اس روایت کے راوی ہیں، کہتے ہیں کہ یہ جملہ بول کر سودہ اپنی ذات سے اس کی نفی کر رہی تھیں، پھر دوسری رات سودہ نے یہ خواب دیکھا کہ وہ سوئی ہوئی ہیں اور آسمان سے ایک چاند ان پر آ گرا، انہوں نے یہ بات بھی اپنے شوہر کو بتائی، اس نے کہا کہ اگر تمہارا یہ خواب سچا ہے تو میں کچھ ہی دنوں بعد مر جاؤں گا اور تمہاری دوسری شادی ہونے والی ہے۔ اس دن سے سکران کو سودہ سے شکایت رہنے لگی۔ کچھ دنوں بعد ہی اس کا انتقال بھی ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ نے سودہ سے شادی کر لی۔ [۱]

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شادی

ابن سعد کہتے ہیں: ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن اور یحیٰ بن عبد الرحمٰن بن حاطب دونوں کا بیان ہے کہ عثمان بن مظعون کی بیوی خولہ بنت حکیم بن اُوقص سلمیہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا: اے اللہ کے پیغمبر! ایسا لگتا ہے کہ خدیجہ کی موت کے بعد آپ تنہائی کے شکار ہو گئے ہیں۔

فرمایا: ہاں! وہ بچوں کی ماں اور گھر کی مالکن تھیں۔

کہا: کیا میں کوئی رشتہ دیکھوں؟

فرمایا: کیوں نہیں، تم خواتین ہی اس کام میں مہارت رکھتی ہو۔

پھر خولہ نے آپ کو عامر بن لؤی قبیلہ کی خاتون سودہ بنت زمعہ کا پیغامِ نکاح دیا۔ عائشہ کا بھی پیغام آیا، آپ ﷺ نے دونوں سے شادی کی۔ سودہ کی رخصتی مکہ ہی میں ہو گئی، اور عائشہ اس وقت صرف چھ سال کی تھیں ان کی رخصتی ہجرتِ مدینہ کے بعد ہوئی۔

---

[۱] ''طبقات ابن سعد'' (۸/۵۶/۵۷)

اور مخرمہ بن بکیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ سکران بن عمرو اپنی بیوی سودہ بنت زمعہ کے ساتھ حبشہ سے مکہ آئے، کچھ دنوں بعد مکہ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ جب سودہ کی عدت پوری ہو گئی تو اللہ کے رسول ﷺ نے ایک آدمی بھیج کر نکاح کا پیغام دیا، سودہ بولیں:

اے اللہ کے رسول! میرا معاملہ آپ کے سپرد ہے۔ (یعنی میں رضامند ہوں)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے قبیلہ کے کسی آدمی سے کہو کہ وہ اس نکاح کا وکیل بن جائے۔ سودہ نے حاطب بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود سے کہا، چنانچہ اس نے سودہ کو آپ ﷺ کی زوجیت میں دے دیا۔ اس طرح خدیجہ کے انتقال کے بعد رسول اللہ ﷺ کی زوجیت سے شرف یاب ہونے والی یہ پہلی خاتون تھیں۔ [۱]

شوہر کے ساتھ خوش طبعی

ابن سعد کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سودہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: گذشتہ رات میں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی، رکوع میں میں نے اپنی ناک پکڑ رکھی تھی کہ کہیں اس سے خون نہ ٹپک پڑے، یہ سن کر آپ ﷺ ہنس پڑے۔ سودہ موقع بہ موقع آپ کو ہنسایا کرتی تھیں۔ [۲]

اور ''الإصابۃ'' میں ہے کہ سودہ چلنے کے انداز سے آپ کو ہنسایا کرتی تھیں، ان کے اوصاف میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ ایک بھاری بھرکم خاتون تھیں۔

---

[۱] ''طبقات ابن سعد'' (۸/۵۳) ''سیر أعلام النبلاء'' (۲/۲۶۷)

[۲] ''طبقات ابن سعد'' (۸/۵۴) ''سیر أعلام النبلاء'' (۲/۲۶۸)

آپ کی دریا دلی

محمد بن عمرو اقدی کا بیان ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اُم المؤمنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے لئے ایک جھولی درہم بھیجا، (یہ اس وقت کی بات ہے جب اللہ کے رسول رفیق اعلیٰ سے جا ملے تھے اور ابو بکر کی وفات کے بعد وہ مسلمانوں کے خلیفہ تھے) سودہ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ بتایا گیا: اس میں درہم ہیں۔ بولیں: تعجب ہے درہم کھجور کی مانند جھولی میں رکھا گیا ہے! پھر انہوں نے اپنی خادمہ سے ایک سینی منگوائی، درہموں کو اس میں رکھا اور ناداروں میں تقسیم کروا دیا۔ [۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج

امام بخاری و مسلم اور دیگر ائمہ حدیث نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، وہ کہتی ہیں: حج کے دوران ہم مزدلفہ آئے، تو سودہ نے مزدلفہ کی رات لوگوں کی بھیڑ جمع ہونے سے قبل منیٰ جانے کی اجازت مانگی، وہ ایک بھاری بھرکم اور سست رفتار خاتون تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ چنانچہ وہ لوگوں کی روانگی سے قبل منیٰ چلی گئیں، ہم نے صبح تک وہیں قیام کیا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے، اگر میں نے سودہ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کر لی ہوتی تو یہ میرے لئے زیادہ پسندیدہ ہوتا۔ [۲]

---

[۱] "طبقات ابن سعد" (۸/۵۶)، "الإصابة" (۸/۱۱۸)، "سير أعلام النبلاء" (۲/۲۶۹)

[۲] بخاری (۱۶۸۱) اور مسلم (۱۲۹۰)

عبدالرحمٰن بن القاسم عن القاسم کی سند سے یہ حدیث اس طرح مروی ہے: عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: کاش میں نے بھی سودہ کی طرح اجازت مانگ لی ہوتی تو لوگوں کی بھیڑ سے قبل صبح کی نماز منٰی میں پڑھتی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ کیا سودہ نے اجازت مانگی تھی؟ کہا: ہاں، وہ ایک بھاری بھر کم سست رفتار خاتون تھیں، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی تو آپ نے اجازت دے دی۔[۱]

امام احمد وغیرہ نے حسن سند کے ساتھ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب اللہ کے رسول نے اپنی بیویوں کے ساتھ حج کرلیا تو فرمایا:

"یہ رہا حج، اس کے بعد تم سب چٹائیوں کی پشت سے لگی رہنا"۔[۲]

مسند احمد اور دگر کتابوں میں یہی روایت دوسری جگہ ان الفاظ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے سال اپنی بیویوں سے فرمایا: "ھذہ ثم ظھور الحصر" (یہ رہا حج، اس کے بعد تم سب اپنی چٹائیوں سے لگی رہنا)۔

راوی کہتا ہے کہ آپ کی وفات کے بعد ساری بیویاں حج کرتی تھیں سوائے زینب بنت جحش اور سودہ بنت زمعہ کے، یہ دونوں کہا کرتی تھیں کہ جب سے ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان سنا کوئی سواری ہمیں آگے نہیں بڑھاتی۔

---

[۱] مسلم (۲۹۵/۱۲۹۰)

[۲] احمد (۳/۹۷۶۵) الطیالسی (۱۶۴۷) اور (۲۳۱۲) ابویعلیٰ (۱۵۴۷) بیہقی (۲۲۸/۵) طبقات ابن سعد (۵۵/۸)

حدیث کے ایک راوی صالح مولیٰ التوأمہ کا بیان ہے کہ سودہ کہا کرتی تھیں کہ اس کے بعد میں کبھی حج نہیں کروں گی۔ [۱]

امام سندھی فرماتے ہیں: حُصُر حصیر کی جمع ہے۔ جس کا معنی ہے گھروں میں بچھائی جانے والی چٹائی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر بعد میں اُمہات المؤمنین کو حج کی سہولت نہ ہو تو ترک حج کی اجازت دے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دل جوئی فرمائی، یا اُمہات المؤمنین کے لئے حج کے ترک کا جواز ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ نے انہیں حج سے روک دیا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمہات المؤمنین کا حج ثابت ہے۔

ابن سعد نے محمد بن سیرین کی سند سے روایت کی ہے: سودہ کہا کرتی تھیں کہ میں نے حج و عمرہ دونوں کرلیا ہے، اب اللہ عزوجل کے حکم کے مطابق گھر سے لگی ہوئی ہوں۔ [۲]

زید بن حارثہ کی معیت میں مدینہ ہجرت

ابن سعد کہتے ہیں: جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ ہجرت کے بعد ابوایوب انصاری کے گھر میں قیام پذیر ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ اور ابورافع رضی اللہ عنہما کو دو اونٹ اور پانچ سو درہم دے کر مکہ روانہ کیا، تاکہ آپ کے اہل خانہ کو مدینہ لے آئیں۔ یہ دونوں مکہ گئے اور جگر گوشۂ رسول فاطمہ، اُم کلثوم، بیوی سودہ بنت زمعہ اور اسامہ بن زید کو اپنے ساتھ مدینہ لے آئے۔ رقیہ بنت رسول اللہ

---

[۱] "البزار" (۱۰۷۸) "طبقات ابن سعد" (۸/۵۵) "سیر أعلام النبلاء" (۲/۲۶۸)

[۲] "طبقات ابن سعد" (۱/۲۳۷/۲۳۸)

ﷺ اپنے شوہر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کے ساتھ پہلے ہی مدینہ ہجرت فرما چکی تھیں۔ ابوالعاص بن الربیع نے اپنی بیوی زینب بنت رسول اللہ ﷺ کو آنے نہیں دیا۔ اس سفر میں زید بن حارثہ اپنی بیوی اُم ایمن اور بیٹے اسامہ بن زید کو بھی لے آئے۔ عبداللہ بن ابو بکر، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ کو لے آئے، جن میں عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں، ان تمام کو حارثہ بن نعمان کے گھر ٹھہرایا گیا۔[۱]

مدینہ منورہ میں سودہ رضی اللہ عنہا کا کاشانہ

ابن سعد نے ''مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ مسجد کی تعمیر'' کے واقعہ کے بعد اپنی سند سے زہری کے واسطے سے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں نے مسجد کی بنیاد رکھی اور اس کی لمبائی قبلہ کی طرف سے پیچھے تک سو ہاتھ رکھی اور دونوں جانب بھی اسی طرح رکھا، وہ چوکور تھی، کہا جاتا ہے کہ سو ہاتھ سے کم تھی۔ بنیاد تقریباً تین ہاتھ زمین کے اوپر تک پتھر سے بنایا، تعمیر کچی اینٹ سے ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ اور ان کے جاں باز ساتھیوں نے مسجد کی تعمیر کی، آپ ﷺ بھی ان کے ساتھ پتھر ڈھوتے اور فرماتے:

اللهم لا عيش الا عيش الآخرة
فاغفر للأنصار والمهاجرة

''اے اللہ! زندگی درحقیقت آخرت کی زندگی ہے، تو انصار اور مہاجرین کی بخشش فرما''۔

اور کہتے:

---

[۱] ''طبقات ابن سعد'' (۲۳۸/۲۳۷/۱) ''سیر أعلام النبلاء'' (۲۶۹/۲)

هذا الحمال لاحمال خيبر
هــذا أبَـرُّ ربـنـا وأطــهر

”یہ خیبر کی بار برداری نہیں ہے، یہ ہمارا پروردگار نیک اور پاک باز ہے“۔

قبلہ بیت المقدس کی طرف کیا، تین دروازے بنائے، ایک دروازہ پچھلے حصہ میں، ایک دروازہ جس کو باب الرحمہ کہا جاتا ہے، اسی کو بابِ عاتکہ بھی کہا جاتا ہے، تیسرا دروازہ وہ تھا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لاتے تھے۔ یہ دروازہ آل عثمان کے متصل تھا۔

دیوار کی لمبائی بہت وسیع تھی، ستون کھجور کے تنے کے تھے۔ اور چھت کھجور کی شاخوں کی بنائی گئی۔ عرض کیا گیا کہ اسے پاٹ کیوں نہیں دیتے۔ فرمایا: یہ جھونپڑی موسیٰ کی جھونپڑی کی طرح ہے جو چند چھوٹی لکڑیوں اور پھوس کی تھی۔

مسجد کے بغل میں چند کمرے کچی اینٹوں کے بنائے، جن کو کھجور کے تنوں اور شاخوں سے پاٹا، جب آپ اس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اس کمرے کو جس سے متصل مسجد کا راستہ تھا عائشہ کے لئے مخصوص فرمایا، سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کو دوسرے کمرے میں کیا جو اسی کے متصل اس دروازے کی طرف تھا جو آل عثمان سے متصل تھا۔

اپنی ذات پر محبوب کی محبوبہ کو تقدیم

سودہ رضی اللہ عنہا پر درازئ عمر کے آثار نمودار ہوئے تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کی خاطر اپنا وقت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا۔

امام بخاری اور دوسرے محدثین نے عروہ کی سند سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب آپ سفر کا ارادہ فرماتے تو بیویوں کے بیچ قرعہ اندازی کرتے اور جن کے نام قرعۂ فال نکلتا اسے اپنے ہمراہ سفر پہ لے جاتے۔ آپ ﷺ نے ہر بیوی کو ایک دن اور ایک رات تقسیم کر رکھا تھا۔ لیکن سودہ نے کبر سنی کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی کی خاطر اپنی باری عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے رکھی تھی۔ [۱]

امام مسلم نے یہ حدیث ان الفاظ میں نقل کی ہے: عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، میں نے کسی ایسی عورت کو نہیں دیکھا جس کے قالب میں ہونا مجھے زیادہ پسند ہو، سوائے سودہ بنت زمعہ کے، وہ ایک نیک طبیعت خاتون تھیں، جب ان کی عمر زیادہ ہوئی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ملا ہوا اپنا وقت عائشہ کو دے دیا۔ سودہ نے خود رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول! میں اپنی باری عائشہ کو دیتی ہوں۔ چنانچہ اللہ کے رسول نے عائشہ کے حصے میں دو دن رکھا تھا، ایک ان کا اپنا دوسرا سودہ کا۔ [۲]

اور ابوداؤد نے عبدالرحمٰن بن ابی الزناد، عن ہشام بن عروہ عن أبیہ کی سند سے روایت کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، بھانجے! رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان ٹھہرنے کے معاملے میں کسی بیوی کو کسی پر ترجیح نہیں دیا کرتے تھے، شاید ہی کوئی ایسا دن ہوتا جس دن آپ تمام بیویوں کے پاس نہ جاتے ہوں ہر بیوی کے قریب جاتے، البتہ کسی کو چھوتے نہیں، یہاں تک کہ اس بیوی کے پاس پہنچ جاتے جس کی باری ہوتی اور اس کے پاس رات گزارتے۔ [۳]

---

[۱] بخاری (۲۵۹۳)

[۲] مسلم (۱۴۶۳)

[۳] ابوداؤد (۲۱۳۵)

سودہ بنت زمعہ جب عمر دراز ہوگئیں اور انہیں خدشہ ہوا کہ کہیں اللہ کے رسول انہیں طلاق نہ دے دیں، تو انہوں نے دربارِ رسالت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرا دن عائشہ کے لئے ہے، تو آپ نے ان کی درخواست قبول کرلی۔

عائشہ کہتی ہیں میرا خیال ہے کہ اسی واقعہ یا اسی جیسے واقعہ کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ﴾

"اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی جانب سے نفرت یا بے تعلقی کا خوف ہو تو کوئی حرج نہیں کہ دونوں آپس میں صلح کرلیں، اور صلح اچھی چیز ہے۔" (النساء:۱۲۸)

جگر گوشۂ رسول زینب بنت رسول ﷺ کے غسل میت میں

ابن سعد نے روایت کی ہے:

جگر گوشۂ رسول زینب بنت رسول ﷺ کو غسل دینے والی خواتین تین تھیں: اُم ایمن (رسول اللہ ﷺ کی دایہ) سودہ بنت زمعہ اور اُم سلمہ (رسول اللہ ﷺ کی بیویاں)۔[۱]

[۱] ابن سعد "طبقات" (۳۴/۸)

سیدہ سودہ کی برکت سے نزول قرآن...اور انہی کے گھر میں

ائمۂ حدیث نے اور یہاں صحیح مسلم کے الفاظ ہیں: عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، کہتی ہیں کہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد سودہ اپنی کسی ضرورت کے تحت باہر نکلیں، وہ ایک لحیم شحیم دراز قامت خاتون تھیں۔ پہچاننے والوں سے ان کی شخصیت چھپی نہیں رہتی تھی۔ عمر بن خطاب نے انہیں دیکھ لیا، کہا اے سودہ، اللہ کی قسم! آپ ہم سے نہیں چھپ سکتیں، دیکھ کر باہر نکلا کریں، عائشہ کہتی ہیں: یہ سنتے ہی وہ الٹے پاؤں اپنے گھر رسول اللہ کے پاس لوٹ گئیں، آپ رات کا کھانا تناول فرمارہے تھے، آپ کے ہاتھ میں ایک ہڈی تھی جس میں کچھ گوشت بچا ہوا تھا، سودہ آئیں اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں باہر نکلی تو عمر نے مجھ سے ایسا ایسا کہا۔[۱]

عائشہ کہتی ہیں: پھر آپ پر وحی آئی اس حال میں کہ وہ گوشت والی ہڈی آپ کے ہاتھ ہی میں تھی، آپ نے اسے رکھا بھی نہیں تھا، آپ نے فرمایا: تمہیں اللہ نے ضرورت کے پیش نظر باہر نکلنے کی اجازت دے دی ہے۔

عروہ بن زبیر کی سند سے یہ حدیث ان لفظوں میں ہے: اُم المؤمنین عائشہ فرماتی ہیں کہ عمر بن خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتے تھے کہ اپنی بیویوں کو پردہ کے اہتمام کا حکم دیجیے، عائشہ کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں رات میں مناصع کی جانب (قضائے حاجت کیلئے) نکلا کرتی تھیں، ایک مرتبہ سودہ بنت زمعہ نکلیں، وہ ایک طویل قامت خاتون تھیں، عمر بن خطاب

[۱] صحیح مسلم (۲۱۷۰)

رضی اللہ عنہ نے اپنی نشست گاہ سے انہیں دیکھ لیا اور کہا کہ سودہ! میں نے تمہیں پہچان لیا، عمر کی خواہش تھی کہ پردے کا حکم نازل ہو۔ چنانچہ اللہ نے اس واقعہ کے بعد پردہ والی آیت نازل فرمائی۔ [۱]

مناصع، منصع کی جمع ہے مقعد کے وزن پہ، یہ بقیع کی طرف مشہور جگہوں کے نام ہیں۔

مرویات سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد احادیث روایت کی ہیں۔ جن میں سے چند ذیل میں درج کئے جارہے ہیں:

- صحیح بخاری اور مسند احمد میں ابن عباس کی سند سے مروی ہے، اُم المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہماری ایک بکری مر گئی، ہم نے اس کے چمڑے کو دباغت دی، ہم اس کے اندر نبیذ بناتے رہے یہاں تک کہ وہ ہمارے لئے گھڑے کی مانند بن گیا۔ [۲]
- مسند احمد میں ابن زبیر کی سند سے روایت ہے، سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: میرے والد کھوسٹ بڈھے ہیں، حج کی طاقت نہیں رکھتے، فرمایا: بتاؤ اگر تمہارے والد پر قرض ہوتا اور تم اسے ادا کرتے تو وہ تم سے قبول کیا جاتا؟ عرض کیا: ہاں! فرمایا: پھر اللہ تو زیادہ مہربان ہے، اپنے والد کی طرف سے حج کرو۔ [۳]

---

[۱] صحیح بخاری (۶۲۴۰)

[۲] صحیح بخاری (۶۶۸۶) اور مسند احمد (۱۰/۲۷۴۸۸)

[۳] مسند احمد (۱۰/۲۷۴۸۷)

حافظ ابن حجر ''الاِصابہ''میں کہتے ہیں: عبداللہ بن مبارک نے ''کتاب الزہد''میں روایت کی ہے کہ سودہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر میں مر جاؤں تو آپ کے آنے سے پہلے عثمان بن مظعون نماز جنازہ پڑھادیں گے ؟ فرمایا: زمعہ کی بیٹی! اگر تمہیں موت کی جانکاری ہوتی تو جان لیتی کہ تمہارے گمان سے وہ کہیں زیادہ سخت ہے۔

لغزش اور معذرت

ابن اسحاق نے یحیٰ بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن اسعد بن زرارہ سے روایت کی ہے:

جب جنگِ بدر کے قیدیوں کو لایا جارہا تھا اس وقت اُم المؤمنین سودہ بنت زمعہ آلِ عفراء کے یہاں تھیں۔ یہ حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے۔

راوی کہتا ہے: سودہ کا بیان ہے کہ میں انہی لوگوں کے پاس تھی کہ ہمارے سامنے قیدیوں کو پیش کیا گیا میں اپنے گھر لوٹ گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ میں نے دیکھا کہ گھر کے ایک گوشے میں سہیل بن عمرو پڑے ہوئے ہیں اور ایک رسی سے ان کے دونوں ہاتھ گردن میں باندھ دیئے گئے ہیں۔

سودہ کہتی ہیں بخدا میں نے ابو یزید (سہیل بن عمرو) کو اس حالت میں دیکھا تو مجھے خود پر قابو نہیں رہا، اور میری زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ اے ابو یزید تم نے (بزدلوں کی طرح) اپنے ہاتھ دے دیئے، لڑ کر عزت کی موت کیوں نہیں مرے ؟! مجھے اس وقت ہوش آیا جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''اے سودہ! تم اللہ اور اس کے رسول کے خلاف بھڑکا رہی ہو''؟

سودہ کہتی ہیں، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! جب میں نے ابویزید کے دونوں ہاتھ اس کی گردن میں بندھے دیکھے تو میں از خود رفتہ ہو گئی اور میری زبان سے یہ الفاظ بے ساختہ نکل پڑے۔ [۱]

---

[۱] ''السیرۃ النبویۃ لابن ہشام'' (۲/۲۸۷-۲۸۸)

سہیل بن عمرو، اُم المؤمنین سودہ بنت زمعہ کے رشتہ دار ہیں، دونوں کا خاندان ایک ہے۔ الاستیعاب (۲/۲۲۹/۲۳۰) میں ہے: سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لؤی بن کنیت ابو یزید ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں صنادید قریش میں شمار ہوتے تھے۔ جنگ بدر میں کفر کی حالت میں قید ہوئے، یہ قریش کے خطیب تھے۔ اس لئے عمر نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! حکم ہو تو اس کے دونوں اگلے دانت توڑ دوں، تاکہ دوبارہ یہ ہمارے خلاف تقریر نہ کر سکے۔ آپ ﷺ نے فرمایا چھوڑ دو، امید ہے کہ کبھی ایسی جگہ بھی کھڑا ہو گا، جہاں تم اس کی تعریف کرو گے۔ ان کو قید کرنے والے مالک بن دخشم تھے۔

کہا جاتا ہے کہ سہیل کے لب پھٹے ہوئے تھے۔ صلح حدیبیہ میں قریش کی طرف سے نمائندہ بن کر یہی آئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا تھا: ''اب تمہارا معاملہ سہل ہو گیا'' انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صلح نامہ پر دستخط کیا۔

سہیل بعد میں اسلام لے آئے، نماز، روزہ اور صدقہ کا بہت زیادہ اہتمام کرتے تھے۔ اپنے اہل و عیال کے ساتھ بغرض جہاد شام نکلے اور وہیں جنگ یرموک میں جامِ شہادت نوش کیا۔ دوسری روایت کے مطابق طاعون عمواس میں ان کی وفات ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے عمر سے جو کہا تھا کہ ''چھوڑ دو اسے، امید ہے کہ کبھی ایسے مقام پر کھڑا ہو گا جہاں تم اس کی تعریف کرو گے'' تو یہ پیشین گوئی اس وقت سچ ثابت ہوئی جب نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد اہلِ مکہ سراسیمگی کی کیفیت سے دوچار تھے اور بہت سارے لوگ اسلام سے پھر بھی گئے تھے۔ ایسے نازک موقع پر سہیل بن عمرو لوگوں کے بیچ کھڑے ہوئے اور یہ دل پذیر اور اثر انگیز تقریر کی: (=)

رب کے سایۂ رحمت میں

ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا انتقال پر ملال شوال المکرم ۵۴ھ میں مدینہ میں ہوا، اس وقت معاویہ بن ابی سفیان کی خلافت تھی۔ [۱]

محمد بن عمر کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہی بات ثابت ہے۔ جب کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "الإصابۃ" میں لکھا ہے ابو خیثمہ کا بیان ہے کہ سودہ بنت زمعہ کا انتقال عمر کے اخیر زمانۂ خلافت میں ہوا، واقدی کی ترجیح کے مطابق ان کا انتقال ۵۴ھ میں ہوا۔

سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے عبداللہ بن عباس اور یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن أسعد بن زرارہ نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ [۲]

(=) اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ یہ دین اسی طرح پھیلے گا جس طرح سورج کی روشنی طلوع سے غروب تک پھیلتی ہے۔ اس لئے ابو سفیان کی وجہ سے تم لوگ کسی فریب میں نہ آؤ، کیونکہ وہ اس سچائی سے اتنا ہی باخبر ہے جتنا کہ میں، لیکن اس کا سینہ بنی ہاشم کے خلاف کینہ سے پُر ہے۔ پھر انہوں نے اپنی تقریر میں وہی باتیں کہیں جو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر اہلِ مدینہ کے سامنے کہی تھیں۔

[۱] "الطبقات کبریٰ" (۵۷/۸)

[۲] "الإصابۃ" (۱۱۸/۸)

(۳)

اُمُّ المؤمنین
عائشہ رضی اللہ عنہا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چہیتی بیوی جن کی پاک دامنی کی شہادت ساتوں آسمان کے اوپر سے آئی اور جو علی الاطلاق امت اسلامیہ میں شریعت کی سب سے جانکار خاتون ہیں

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

”دنیا کی ساری خواتین پر عائشہ کو وہی برتری ہے جو ثرید کو دگر کھانوں پر“

اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا

نام و نسب

عائشہ بنت ابی بکر الصدیق بن أبی قحافہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوئی۔

والدہ کا نام

اُم رومان بنت عمیر بن عامر بن دھمان بن الحارث بن غنم بن مالک بن کنانہ ہیں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا ابتدائے اسلام میں ہی مشرف بہ اسلام ہو چکی تھیں، ان کا بیان ہے کہ جب میں نے ہوش سنبھالا تو اپنے والدین کو مشرف بہ اسلام پایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب احادیث میں ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: ''مجھے خواب میں دو مرتبہ تمہیں دکھایا گیا، میں دیکھتا کہ ایک ریشمی لباس میں تم ہو، مجھ

سے کہا جاتا کہ یہ آپ کی بیوی ہے، اس کا چہرہ کھولیئے، جب میں کھولتا تو دیکھتا کہ تم ہو، بیدار ہونے پر میں خود سے کہتا کہ اگر یہ خواب اللہ کی جانب سے ہے تو ضرور پورا ہو گا"۔ [۱]

اور مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

"تم مجھے خواب میں تین رات دکھائی گئیں، تمہیں ایک سفید ریشمی لباس میں لے کر ایک فرشتہ آتا اور مجھ سے کہتا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں، ان کا چہرہ کھولئے، جب میں کھولتا تو تمہیں پاتا، بیدار ہونے پر میں کہتا کہ اگر یہ اللہ کی جانب سے ہے تو وہ اسے ضرور پوری کرے گا"۔

امام ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ ابن ابی ملیکہ کی سند سے روایت کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: جبریل ایک سبز ریشمی لباس میں میری تصویر لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فرمایا: "یہ دنیا اور آخرت میں آپ کی بیوی ہیں"۔ [۲]

ابن سعد نے عروہ کے غلام حبیب کی سند سے روایت کی ہے کہ جب خدیجہ کا انتقال ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بے حد غمگین رہنے لگے، اللہ تعالیٰ نے جبریل کو بھیجا، وہ ایک گھوارہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: "اے اللہ کے رسول! اس سے آپ کا کچھ غم ہلکا ہو جائے گا، اس خاتون کی شخصیت میں خدیجہ کے غم کی تلافی ہے، پھر جبریل نے عائشہ کو لوٹا دیا، اس کے بعد ابو بکر کے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد و رفت بڑھ گئی، آپ اُم رومان سے فرمایا کرتے: "عائشہ کا خیال رکھنا اور اسے میری امانت سمجھنا"۔

---

[۱] بخاری (۳۸۹۵) اور مسلم (۲۴۳۸)

[۲] ترمذی (۳۸۸۰)

آپ ﷺ کی اس تاکید کی وجہ سے عائشہ کا اپنے گھر میں ایک مقام ہو چکا تھا، گھر والے ان کے بارے میں اللہ کے فیصلے سے بے خبر تھے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ معمول کے مطابق ان کے گھر آئے (آپ ﷺ کی عادت تھی کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد ہجرت تک بلا ناغہ روزانہ ان کے گھر جایا کرتے) آپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو گھر کے دروازے کی اوٹ میں مغموم روتا ہوا پایا، آپ نے خیریت دریافت کی تو بتایا کہ امی میرے اوپر بھڑک اٹھتی ہیں۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اُم رومان کے پاس گئے اور فرمایا: اُم رومان! کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ عائشہ کو میری امانت سمجھیے؟ اُم رومان بولیں! اے اللہ کے رسول! اس نے صدیق کو میری باتیں بتا کر انہیں مجھ سے ناراض کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: گرچہ عائشہ ایسا کرے پھر بھی تم اسے غمگین نہ کرنا، اُم رومان بولیں: ٹھیک ہے آج کے بعد سے اسے کبھی تکلیف نہیں ہونے دوں گی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش ۴ نبوی کے آغاز میں ہوئی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے ۱۰ نبوی کے شوال میں ان سے نکاح کیا تھا۔ اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی۔ یہ سودہ سے شادی کے ایک ماہ بعد کی بات ہے۔ [۱]

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ابو بکر کو عائشہ سے شادی کا پیغام دیا تو ابو بکر عرض پرداز ہوئے: میں نے عائشہ کی شادی کا وعدہ مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف سے ان کے فرزند کے لئے کیا ہوا ہے۔ آپ مجھے مہلت دیجئے، تا آنکہ اس معاملے میں ان لوگوں سے میں کنارہ کش ہو جاؤں۔ چنانچہ ابو بکر نے ایسا ہی کیا، پھر رسول اللہ ﷺ سے شادی کر دی، اس وقت وہ کنواری تھیں۔ [۲]

---

[۱] ''الطبقات الکبریٰ'' (۷۹/۷۸/۸) عمرہ۔

[۲] ''الطبقات الکبریٰ'' (۵۸/۸)

بنت عبدالرحمٰن بن سعد بن زرارہ کہتی ہیں، میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے تین سال قبل ۱۰ نبوی میں مجھ سے شادی کی،اس وقت میری عمر چھ سال تھی،اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر گئے اور بارہ ربیع الاول بروز سموار مدینہ فروکش ہوئے اور ہجرت کے آٹھ ماہ بعد شوال میں میری رخصتی ہوئی اس وقت میری عمر نو سال تھی۔[۱]

صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شادی ہوئی اس وقت میں چھ سال کی تھی۔ مدینہ آنے پر ہمارا اقیام حارث بن خزرج کے قبیلہ میں تھا۔ میں یہاں کی آب وہوا میں بیمار پڑ گئی، میرے بال منتشر ہو گئے تھے، کچھ بال کندھے پر لٹک رہے تھے۔ ایک دن میری امی اُم رومان نے مجھے پکارا، اس وقت میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی،انہوں نے مجھے آواز دی، مجھے نہیں معلوم تھا کہ بات کیا ہے، میرا ہاتھ پکڑا اور گھر کے دروازے پر مجھے کھڑا رکھا، میری سانس اکھڑی ہوئی تھی، جب میں کچھ پرسکون ہوئی، تو پانی لے کر میرا چہرہ اور سر صاف کیا اور پھر مجھے گھر میں داخل کر دیا۔ اندر انصار کی کچھ خواتین تھیں وہ مجھے دیکھ کر کہنے لگیں، ”علی الخیر والبرکۃ وعلی خیر طائر“ (اللہ خیر وبرکت عطا فرمائے اور اچھی قسمت عطا کرے) میری امی نے مجھے ان خواتین کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے مجھے سجایا سنوارا، مجھے کچھ ڈر کا احساس اس وقت ہوا، جب دن چڑھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ان خواتین نے مجھے آپ کے پاس چھوڑ دیا۔ اس وقت میری عمر نو سال تھی۔[۲]

---

[۱] ”الطبقات“ (۸/۵۹)

[۲] اس حدیث کو امام بخاری (۳۸۹۴)، امام مسلم (۱۴۲۲)، ابوداؤد (۴۹۳۳)، دارمی (۲۲۶۱)، نسائی (۳۲۵۸)، ابویعلیٰ (۴۸۹۷)، اور ابن حبان (۷۰۹۹) نے روایت کی ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں:

امام احمد نے اپنی مسند میں ابو سلمہ اور یحییٰ سے روایت کی ہے، وہ دونوں کہتے ہیں کہ جب خدیجہ کا انتقال ہوا تو عثمان بن مظعون کی بیوی خولہ بنت حکیم (آپ ﷺ) کے پاس آئیں اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ شادی کیوں نہیں کرتے، فرمایا: کس سے کروں؟ عرض کی آپ کی مرضی، اگر چاہیں تو کنواری ورنہ شوہر دیدہ سے۔ آپ نے پوچھا کنواری کون ہے؟ بولیں: اللہ کی مخلوق میں آپ کے نزدیک سب سے پسندیدہ انسان ابو بکر کی دختر نیک اختر عائشہ، پوچھا اور شوہر دیدہ کون؟ بولیں: سودہ بنت زمعہ، پیکر ایمان اور آپ کی پیروکار۔ فرمایا: ٹھیک ہے جایئے اور دونوں سے میرے رشتے کی بات کیجئے۔ [1]

وہ ابو بکر کے گھر آئیں اور بولیں اے اُم رومان! اللہ تمہارے ساتھ خیر و برکت کا معاملہ کرنے والا ہے۔ پوچھنے لگیں کیسے؟ بولیں، رسول اللہ ﷺ نے عائشہ سے نکاح کا پیغام دے کر مجھے تیرے پاس بھیجا ہے۔ اُم رومان بولیں اچھا تو ابو بکر کو آنے دو۔ اتنے میں ابو بکر بھی آگئے، خولہ نے ان سے بھی یہی کہا کہ اللہ آپ کے ساتھ خیر و برکت کا معاملہ کرنے والا ہے۔ ابو بکر نے پوچھا: کیسے؟ بولیں کہ اللہ کے رسول نے عائشہ سے نکاح کا پیغام دے کر آپ کے یہاں بھیجا ہے۔ ابو بکر بولے: کیا عائشہ کی شادی ان سے ہو سکتی ہے جب کہ وہ ان کی بھتیجی ہے؟ خولہ آپ ﷺ کے پاس لوٹ گئیں، اور ابو بکر کی بات بتائی۔ آپ نے فرمایا: جایئے اور ابو بکر سے کہہ دیجئے کہ میں ان کا دینی بھائی ہوں، ان کی بیٹی کا نکاح مجھ سے ہو سکتا ہے۔ خولہ ابو بکر کے پاس آئیں اور انہیں یہ بات بتائی۔ ابو بکر بولے: میرا انتظار کیجئے اور گھر سے نکل گئے۔ اُم رومان نے بتایا کہ مطعم بن عدی نے اپنے بیٹے کے لئے عائشہ کی بات کی تھی اور ابو بکر نے کبھی کسی وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی۔ ابو بکر مطعم بن عدی کے گھر آئے۔

حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زوجین کے لئے خیر و برکت کی دعا مستحب ہے، یہ بات عبدالرحمٰن بن عوف کی حدیث سے بھی معلوم ہوتی ہے جہاں یہ الفاظ ہیں: ''بارك الله لك''۔

[1] مسند امام احمد (۱۰/۲۵۸۲۷)

ان کے قریب ہی ان کی زوجہ اُم الفتی بیٹھی تھیں۔ وہ بولیں: اے ابوقحافہ کے بیٹے! شاید تم میرے شوہر سے یہ کہنا چاہتے ہو کہ اگر وہ تمہارے یہاں رشتہ کریں تو انہیں تمہارے دین میں داخل ہونا ہو گا، اس پر ابو بکر نے مطعم بن عدی سے کہا کہ کیا اس عورت کی بات مان رہے ہیں؟ وہ بولا ہاں۔

ابو بکر وہاں سے چل پڑے۔ اس حال میں کہ (عائشہ سے شادی کا) وعدہ نبھانے کے تعلق سے ان کے دل میں جو کچھ تھا اللہ اسے ختم کر چکا تھا۔ واپس آکر وہ خولہ سے بولے: اللہ کے رسول کو بلائیے، اور اس طرح ابو بکر نے عائشہ کی شادی اللہ کے رسول سے کر دی، اس وقت عائشہ چھ سال کی تھیں۔

وہاں سے خولہ سودہ بنت زمعہ کے یہاں آئیں اور ان سے کہا کہ اللہ تمہارے ساتھ خیر و برکت کا معاملہ کرنے والا ہے۔ سودہ بولیں وہ کیسے؟ کہا، اللہ کے رسول نے آپ سے نکاح کا پیغام دے کر مجھے بھیجا ہے۔ سودہ نے کہا: میں چاہتی ہوں کہ پہلے آپ میرے والد سے بات کر لیجئے۔ سودہ کے والد بے حد بوڑھے ہو چکے تھے، اس سال حج سے پیچھے رہ گئے تھے، خولہ ان کے پاس گئیں اور زمانۂ جاہلیت کے طور طریقے پر سلام کیا۔ پوچھا کون ہے؟ بولیں: حکیم کی بیٹی خولہ۔ پوچھا کیسے آنا ہوا، بولیں: مجھے محمد بن عبداللہ نے سودہ سے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا ہے۔ زمعہ بولے۔ ”ہمارے برابر کا اور معزز آدمی ہے، سودہ کی رائے کیا ہے؟“ بولیں: انہیں پسند ہے۔ کہا کہ بلاؤ اسے، خولہ نے سودہ کو بلایا۔ سودہ کے والد بولے: بیٹی! یہ محمد بن عبداللہ سے تمہارے نکاح کا پیغام لے کر آئی ہیں، وہ ہمارے برابر کا معزز آدمی ہے، کیا میں ان سے تمہاری شادی کر دوں؟ سودہ بولیں ٹھیک ہے! زمعہ نے کہا محمد کو بلاؤ، رسول اللہ ﷺ آئے اور زمعہ نے آپ ﷺ کی شادی اپنی بیٹی سودہ سے کر دی۔

بعد میں جب سودہ کے بھائی عبید بن زمعہ حج سے واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ سے سودہ کی شادی کی بات سن کر اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگے۔ اسلام لانے کے بعد ایک مرتبہ انہوں نے فرمایا کہ جس دن رسول اللہ ﷺ سے سودہ کی شادی کی بات سن کر مٹی سر پر ڈال رہا تھا وہ میری حماقت کا دن تھا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"مدینہ آنے پر ہمارا قیام حارث بن خزرج کے قبیلہ میں سُنح نامی محلہ میں تھا۔ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے۔آپ کے پاس انصار کے کچھ مرد اور خواتین اکٹھا تھیں۔میری امی میرے پاس آئیں، اس وقت میں کھجور کی دو شاخوں کے بیچ اپنے جھولے پر جھول رہی تھی۔انہوں نے مجھے جھولے سے اتارا، میرے بال جو میرے کندھے پر لٹک رہے تھے انہیں سنوارا، میرے چہرے کو پانی سے صاف کیا، پھر مجھے لئے چل پڑیں، دروازہ پر مجھے روکے رکھا، میری سانس اکھڑی ہوئی تھی، جب میں پرسکون ہوئی تو مجھے اندر لے گئیں، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر کے ایک پلنگ پر تشریف فرما ہیں، آپ کے نزدیک ہی انصار کے کچھ مرد و عورتیں ہیں۔مجھے آپ کے قریب بیٹھایا اور کہا کہ یہ تمہارے گھر والے ہیں، اللہ تم سے انہیں اور ان کو تم سے برکت عطا فرمائے۔پھر وہاں موجود حاضرین چلے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میری شادی کا عمل ہمارے ہی گھر میں پورا ہوا۔ہماری شادی پر کوئی اونٹ یا بکری ذبح نہیں ہوئی، البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کسی بیوی کے یہاں قیام فرماتے تو سعد بن عبادہ کھانے کی طشت آپ کے لئے بھیجا کرتے تو انہوں نے معمول کے مطابق ہماری رخصتی کے موقع پر بھی کھانے کی طشت بھیجی، رخصتی کے وقت میری عمر نو سال تھی۔[۱]

[۱] پوری حدیث کو ہیثمی نے "مجمع الزوائد" (۹/۱۵۷۸۶) میں روایت کی ہے، اور کہا ہے کہ بخاری میں اس حدیث کا کچھ حصہ ہے، کچھ حصہ امام احمد نے روایت کی ہے اور وضاحت کی ہے کہ یہ حدیث عائشہ سے متصل ہے۔جب کہ اس کا بیشتر حصہ مرسل ہے۔اس کی سند میں محمد بن عمر بن علقمہ ہے جسے کئی ائمۂ حدیث نے ثقہ کہا ہے باقی رجال صحیح کے رجال ہیں۔

اسی واقعہ کو ابن سعد نے اپنی ''طبقات'' میں ''عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہجرت کی ابتداء'' کے باب میں اپنی سند سے اس طرح روایت کی ہے:

''عمرہ بنت عبدالرحمٰن عائشہ سے روایت کرتی ہیں کہ ان سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں آپ کی رخصتی کب ہوئی؟ تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اور اپنی بیٹیوں کو چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر گئے۔ مدینہ پہنچ کر زید بن حارثہ اور ابو رافع کو دو اونٹ دے کر ہمارے پاس بھیجا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر سے لے کر پانچ سو درہم بھی انہیں دیئے تاکہ اگر ضرورت پڑے تو مزید سواری کے اونٹ خرید سکیں۔

ابو بکر نے ان دونوں کے ساتھ عبداللہ بن اریقط الدیلی کو بھی دو یا تین اونٹ دے کر بھیجا اور عبداللہ بن ابی بکر کو لکھا کہ اُم رومان، مجھے اور زبیر کی بیوی یعنی میری بہن اسماء کو ان سواریوں پر روانہ کر دے۔ یہ سارے لوگ ساتھ چل پڑے ''قدید'' نامی جگہ پہنچنے پر زید بن حارثہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دیئے ہوئے پانچ سو درہم کے تین اونٹ خریدے۔

ہم لوگ مکہ سے روانہ ہوئے، اچانک طلحہ بن عبیداللہ مل گئے جو آلِ ابو بکر کے ساتھ ہجرت کے خواہاں تھے۔ اس طرح ہمارا قافلہ مکہ سے اس حال میں نکلا کہ زید بن حارثہ اور ابو رافع کے ساتھ فاطمہ، اُم کلثوم اور سودہ بنت زمعہ، اُم ایمن اور اسامہ بن زید اور عبداللہ بن ابی بکر اپنی دونوں بہنوں اور اُم رومان کے ساتھ اور طلحہ بن عبیداللہ۔

منیٰ کے قریب بیض نامی جگہ میں ہم پہنچے تو میرا اونٹ بدک گیا۔ میرے ساتھ پالکی میں میری امی بھی تھیں، میری امی کہنے لگیں: ہائے بیٹی! ہائے دلہن! پھر میرا اونٹ ایک موڑ پر گرتے گرتے سنبھلا اور اللہ نے ہمیں بچا لیا۔ مدینہ پہنچ کر میں بھی ابو بکر کے بال بچوں کے ساتھ ٹھہر گئی۔ اس

زمانے میں رسول اللہ ﷺ ایک مسجد کی تعمیر فرمارہے تھے جس کے ارد گرد چند گھر بھی شامل تھے، آپ نے اپنے اہل و عیال کو وہیں ٹھہرایا۔

میں کچھ دنوں تک اپنے والد کے گھر ٹھہری رہی، ایک دن میرے والد نے اللہ کے رسول سے عرض کیا: آپ کیوں اپنی زوجہ کی رخصتی نہیں کرالیتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مہر کا مسئلہ ہے۔ ابو بکر نے آپ کو ساڑھے بارہ اوقیہ دیا۔ آپ ﷺ نے وہ ہمارے پاس بھیجوادی۔ میں ابھی اسی گھر میں ہوں جس میں میری رخصتی ہوئی تھی اور اسی گھر میں آپ ﷺ وفات پائے"۔

رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں اپنے لئے ایک دروازہ مقرر فرمایا جو باب عائشہ کے سامنے تھا۔ عائشہ کہتی ہیں: حضرت سودہ کی رخصتی بھی میرے گھر کے بغل میں موجود کسی گھر میں ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ ان کے یہاں قیام فرمایا کرتے تھے۔[۱]

رخصتی کے وقت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو رسول اللہ ﷺ کی ضیافت

امام احمد اور دگر محدثین نے مجاہد کے طریق سے روایت کی ہے، اسماء بنت عمیس کہتی ہیں: "میں عائشہ کی ان سہیلیوں میں تھی جنہوں نے عائشہ کو سجایا اور اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لائیں۔ بخدا ہمارے پاس ضیافت کے لئے ایک پیالہ دودھ کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا۔ آپ نے دودھ پیا اور پھر عائشہ رضی اللہ عنہا کو بڑھادیا۔ لیکن وہ شرما گئی، ہم نے کہا تم رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ نہ لوٹاؤ، لے لو، چنانچہ کچھ شرم و حیا کے ساتھ عائشہ نے پیالہ لے لیا اور پیا، پھر آپ نے فرمایا کہ اپنی سہیلیوں کو بڑھادو، ہم نے عرض کیا: ہمیں خواہش نہیں۔ آپ نے فرمایا: بھوک اور جھوٹ دونوں کو ایک ساتھ اکٹھا نہ

---

[۱] "طبقات ابن سعد" (۸/۶۲/۶۳)

کرو، اسماء کہتی ہیں: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم میں کوئی اگر کسی چیز کی خواہش رکھنے کے باوجود یہ کہے کہ میں خواہش نہیں رکھتی تو کیا یہ جھوٹ شمار ہوگا؟ آپ نے فرمایا بے شک جھوٹ جھوٹ لکھا جاتا ہے، یہاں تک کہ معمولی سا جھوٹ معمولی سا جھوٹ لکھا جاتا ہے''۔ [۱]

عائشہ رضی اللہ عنہا کا مہر

عطیہ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عائشہ سے نکاح کا پیغام دیا، اس وقت وہ بچی تھیں، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آدمی اپنے بھائی کی بیٹی سے شادی کر سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے دینی بھائی ہو۔ (نسبی نہیں) چنانچہ ابو بکر نے عائشہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی گھر کے اس سامان کے بدلے کر دی جس کی قیمت لگ بھگ پچاس درہم تھی۔ عائشہ کے پاس ان کی امی آئیں تو وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہی تھیں، امی نے ان کا ہاتھ پکڑا، گھر لے آئیں، سجایا، اپنے ساتھ ایک پردہ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے انہیں پیش کر دیا۔ [۲]

---

[۱] ''مسند احمد'' (۱۰/۲۷۶۳۸)، ''المعجم الکبیر للطبرانی'' (۲۴/۱۰۰/۱۰۶) ''المعجم الصغیر'' (۷۱۰) ''الحمیدی'' (۳۶۷)، ''ابن ماجہ'' (۳۲۹۸) اور دیگر محدثین نے بالتفصیل اور بالاختصار اسے روایت کی ہے۔ ہیثمی نے مجمع الزوائد (۴/۶۱۵۱) میں روایت کی ہے اور اسے طبرانی کی طرف منسوب کیا ہے اور کہا ہے: ''اس کی سند میں ابو شداد ہے جس نے مجاہد سے روایت کی ہے۔ اور اس سے ابن جریج اور یونس بن یزید نے روایت کی ہے۔ اس کے باقی رجال صحیح کے رجال ہیں۔ لیکن عائشہ کی رخصتی کے وقت اسماء بنت عمیس اپنے شوہر جعفر کے ساتھ حبشہ میں تھیں۔ اس لئے یہ کہنا بہتر ہوگا کہ یہ اسماء بنت یزید کی حدیث ہے''۔ ابن ماجہ میں ''من حدیث اسماء بنت یزید'' ہی ہے۔

[۲] ''طبقات ابن سعد'' (۱/۵۹)

شادی کا مہینہ

عروہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ اُم المؤمنین نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا نکاح شوال المکرم میں ہوا، اور میری رخصتی بھی شوال المکرم میں ہوئی۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ان کی بیویوں میں مجھ سے زیادہ کسی کا مرتبہ تھا؟ عائشہ رضی اللہ عنہا یہ پسند فرماتی تھیں کہ ان کی خواتین کی رخصتی بھی ماہ شوال ہی میں ہو۔[۱]

حدیث ایک راوی ابو عاصم کہتے ہیں: لوگ ماہِ شوال میں لڑکیوں کی رخصتی اس لئے ناپسند کرتے تھے کہ کسی زمانے میں اسی ماہ میں طاعون پھیلا تھا۔ ابو عاصم مزید کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا حدیث کو مجھ سے سفیان (حدیث کے ایک راوی) نے ۱۴۶ھ میں مکہ مکرمہ میں حسن بن وہب جُمحی کے گھر میں بیان کیا۔[۲]

شادی کے بعد بھی سہیلیوں کے ساتھ کھیل

امام مسلم اور دوسرے محدثین نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں گڑیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی، میری سہیلیاں میرے پاس آتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر چھپ جاتیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں میرے پاس بھیج دیتے۔[۳]

[۱] ''الطبقات الکبریٰ''(۵۹/۸)

[۲] ''الطبقات الکبریٰ''(۶۰/۸)

[۳] صحیح مسلم (۲۴۴۰)

ابن سعد نے "طبقات" میں ہشام بن عروہ عن ابیہ کی سند سے روایت کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شادی ۷ سال کی عمر میں ہوئی اور رخصتی ۹ سال کی عمر میں، میں (رخصتی کے بعد) اپنی سہیلیوں کے ساتھ گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی، جب آپ تشریف لاتے اور میری سہیلیاں میرے پاس ہوتیں تو آپ فرماتے (مکانکن) تم سب اپنی جگہ پر رہو، (یعنی مجھے دیکھ کر چھپنے کی ضرورت نہیں) [۱]

ابن سعد نے عروہ کی سند سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اس وقت میں گڑیوں سے کھیل رہی تھی، آپ نے پوچھا عائشہ یہ کیا ہے؟ میں بولی: سلیمان علیہ السلام کا گھوڑا! یہ سن کر آپ ہنس پڑے۔

ایک دوسری روایت میں ہے، عائشہ فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شادی چھ سال کی عمر میں ہوئی اور رخصتی نو سال کی عمر میں، میں جھولا جھولا کرتی تھی۔ میرے بال کندھوں تک تھے۔ ایک دن جب میں جھولا جھول رہی تھی کہ مجھے بلایا گیا اور سجا سنوار کر میں آپ کو پیش کی گئی۔ اس سے پہلے میری شکل ایک ریشمی لباس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی جا چکی تھی۔

ایک روایت میں ہے عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس کچھ گڑیاں تھیں، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آتے تو ایک کپڑے کے ذریعہ ان سے پردہ کر لیتی، ابو عوانہ کہتے ہیں: "ایسا اس لئے تاکہ عائشہ کھیل سے رک نہ جائیں" [۲]

قاضی عیاض لکھتے ہیں: "حدیث سے گڑیوں کے ساتھ کھیلنے کا جواز معلوم ہوتا ہے اور جہاں تصویروں کی ممانعت آئی ہے تو گڑیا اس سے مخصوص ہوگی، مذکورہ حدیث کی روشنی میں، نیز گڑیوں کے ساتھ کھیل میں لڑکیوں کو اپنی شخصیت، اپنا گھر اور اولاد کی دیکھ بھال کی تربیت ہوتی ہے، علماء نے گڑیوں کی خرید و فروخت جائز قرار دی ہے"۔

[۱] طبقات ابن سعد (۶۱/۸)

[۲] "الطبقات" (۶۶/۶۱/۸)

عائشہ رضی اللہ عنہا دنیا و آخرت دونوں جہان میں آپ کی زوجہ ہیں

مستدرک حاکم میں سعید بن کثیر عن ابیہ کی سند سے ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر چھیڑا، پھر میں نے گفتگو کی تو آپ نے فرمایا: ''کیا تمہارے لئے یہ خوشی کی بات نہیں کہ تم دنیا اور آخرت میں میری بیوی ہو'' میں نے کہا، ہاں: کیوں نہیں، آپ نے فرمایا: ''تو تم جان لو کہ دنیا و آخرت میں تم میری بیوی ہو''۔[۱]

ترمذی اور ابن حبان نے صحیح سند سے روایت کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: جبریل ایک سبز ریشمی کپڑے میں میری تصویر لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: ''یہ دنیا اور آخرت میں آپ کی بیوی ہیں''۔[۲]

ابن حبان اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! جنت میں آپ کی زوجیت سے کون کون خواتین شرف یاب ہوں گی؟ فرمایا: ''ان میں تم بھی ہو'' عائشہ کہتی ہیں: مجھے اس کی تصدیق اس سے بھی ہوئی کہ آپ نے میرے علاوہ کسی کنواری سے شادی نہیں کی۔[۳]

---

[۱] حاکم نے ''مستدرک'' (۴/۶۷۹۹) میں یہ روایت نقل کی ہے اور صحیح کہا ہے۔ ذہبی نے ان کی تائید کی ہے۔ ذہبی نے ''سیر أعلام النبلاء'' (۲/۱۹۰) میں اسی طرح لکھا ہے۔ ابن حبان نے بھی اپنی صحیح (۷۰۹۵) میں اس حدیث کو درج کیا ہے۔

[۲] ترمذی (۳۸۸۰)، ابن حبان (۷۰۹۴، ۷۰۹۶) اور حاکم (۴/۶۷۴۳)

[۳] ابن حبان (۷۰۹۶)، حاکم (۴/۶۷۴۳) اور ذہبی ''سیر أعلام النبلاء'' (۲/۱۴۵)

طبرانی نے ""الکبیر"" میں صحیح سند سے روایت کی ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ ""جنت میں تم میری بیوی ہو۔ یہ سوچ کر مرنا میرے لئے آسان ہو جاتا ہے""۔ [۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا کی دو دوڑ

امام احمد، ابو داؤد اور دوسرے حضرات نے ابو سلمہ کی سند سے روایت کی ہے: عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ میں ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی، میں نے آپ کے ساتھ دوڑ لگائی جس میں میں آپ سے آگے نکل گئی، جب (عمر زیادہ ہونے پر) میرا جسم گوشت سے بھر گیا تو (ایک بار پھر) دوڑ کا مقابلہ ہوا جس میں آپ آگے نکل گئے۔ آپ نے فرمایا: یہ گذشتہ کا بدلہ ہے۔ [۲]

صحبت رسالت کے کچھ خاص لمحے

صحیح مسلم اور دگر کتب حدیث میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں پانی پی کر پیالہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتی تو آپ وہیں پر اپنا دہانِ مبارک رکھتے، جہاں سے میں نے پیا ہوتا اور پھر آپ پینا شروع کرتے، یہ حالتِ حیض کی بات ہے، اور کبھی میں کوئی گوشت والی ہڈی کھا رہی

[۱] طبرانی ""الکبیر"" (۹۸/۲۳)

[۲] امام احمد (۲۴۱۷۳/۹) اور ابو داؤد (۲۵۷۸)

ہوتی اور پھر آپ کو دیتی تو اپنا دہانِ مبارک وہیں پر رکھتے جہاں سے میں نے کھایا ہوتا اور یہ حالتِ حیض کی بات ہے۔[۱]

صحیح بخاری میں ہے عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے تھے، جب کہ ہم دونوں جنبی ہوتے۔

فرماتی ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تہہ بند باندھنے کا حکم دیتے پھر میرے ساتھ مباشرت کرتے، جب کہ میں حالتِ حیض میں ہوتی۔

فرماتی ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم بحالت اعتکاف اپنا سر مسجد سے نکالتے، اور میں اسے دھوتی اس حال میں کہ میں اپنے مخصوص ایام میں ہوتی۔

فرماتی ہیں: آپ کی بیویوں میں جب کوئی اپنے مخصوص ایام میں ہوتی اور آپ اس سے مباشرت کا ارادہ رکھتے تو اسے حیض کے بہاؤ پہ تہ بند باندھنے کا حکم دیتے پھر اس کے ساتھ مباشرت کرتے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواہش پر جو کنٹرول تھا وہ تم میں سے کسی کو کہاں ہو سکتا ہے؟[۲]

فرماتی ہیں: میں ماہواری کے دنوں میں ہوتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر میری گود میں رکھ دیتے پھر قرآن کی تلاوت کرتے۔[۳]

---

[۱] صحیح مسلم (۳۰۰) اور اس حدیث کو ابوداؤد (۲۶۹)، نسائی (۷۰)، ابن ماجہ (۶۴۳) اور دگر محدثین نے بھی روایت کی ہے۔

[۲] بخاری (۲۹۹-۳۰۰-۳۰۲) اور مسلم (۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵)

[۳] بخاری (۲۹۷) اور مسلم (۳۰۱)

کہتی ہیں: میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کرتے جب وہ مجھ سے پہلے برتن پکڑ لیتے تو میں کہتی چھوڑیئے چھوڑیئے۔ [۱]

امام بخاری اور دگر محدثین نے قاسم بن محمد کی سند سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''ہائے سر پھٹا جارہا ہے'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر ایسی بات ہو جائے اور تم مجھ سے پہلے مر جاؤ تو میں اللہ سے تمہارے لئے مغفرت کی دعا کروں گا۔ عائشہ بولیں، ہائے میں مر گئی۔ اللہ کی قسم! میں سمجھتی ہوں کہ آپ کو میرا مر جانا پسند ہے، اگر میں مر گئی تو دن کے اخیر حصہ میں آپ اپنی کسی بیوی کے ساتھ صحبت کریں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بلکہ میرا سر پھٹا جارہا ہے۔ میں نے ارادہ کیا ہے کہ ابو بکر اور ان کے بیٹے کے پاس کسی کو بھیجوں اور ان کی خلافت کا عہد لے لوں۔ کہیں کہنے والے کچھ کہنے نہ لگیں اور خلافت کے آرزو مند آرزو نہ کرنے لگیں۔ [۲]

میں نے کہا: اس کی کیا ضرورت ہے، اللہ ایسا ہونے نہیں دے گا اور مسلمان خود اسے ہٹادیں گے، یا بولی کہ اللہ انہیں ہٹادے گا اور مسلمان ایسا ہونے نہ دیں گے۔

حافظ ابن حجر ''فتح الباری'' میں لکھتے ہیں: حدیث سے خواتین کی فطری غیرت کا پتہ چلتا ہے اور یہ کہ مرد اپنی بیوی سے چھیڑ چھاڑ اور ایسی باتیں کرسکتا ہے جو دوسروں کے سامنے نہیں کرسکتا۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ درد کا اظہار شکایت نہیں ہے، کیونکہ کتنے خاموش اندر سے ناراض اور کتنے شکایت کنندگان اندر سے خوش ہوتے ہیں، اس لئے اس سلسلے میں دل کے عمل کا اعتبار ہوگا، زبان سے بولنے کا نہیں۔

---

[۱] بخاری (۲۶۱)، مسلم (۴۶/۳۲۱) اور احمد (۹/۲۵۰۴۵) شیخین کی شرط پر۔

[۲] بخاری (۵٦٦٦)

صحیح بخاری میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اس وقت میرے پاس دو بچیاں جنگ بُعاث کے ترانے گا رہی تھیں، آپ ﷺ بستر پہ لیٹ گئے اور چہرۂ مبارک پھیر لیا۔ اتنے میں ابو بکر آئے اور مجھے ڈانٹا اور بولے کہ حیرت ہے، نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں شیطان کا باجا بجایا جا رہا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ ابو بکر کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: دونوں کو چھوڑ دو، جب وہ اس سے غافل ہو گئے تو میں نے دونوں کو آنکھ سے اشارہ کیا اور وہ دونوں چلی گئیں۔ [۱]

عید کا دن تھا، حبشی لوگ ڈھال اور نیزے سے کھیل رہے تھے تو یا تو میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا یا خود آپ نے کہا کہ کیا کھیل دیکھنے کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا: ہاں! تو آپ ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر دیا اس حال میں کہ میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا، آپ کہہ رہے تھے، اے بنی ارفدہ کھیلو کھیلو! جب میں تھک گئی تو فرمایا تمہارے لئے کافی ہو گیا؟ میں نے کہا ہاں! تو فرمایا: چلی جاؤ!

خطابی کہتے ہیں: جنگ بُعاث عربوں کی ایک مشہور جنگ ہے، جس میں قبیلۂ اوس کے لوگوں نے خزرج کے لوگوں کو بڑی تعداد میں قتل کیا تھا۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں آیا ہے:

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک دن میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے کمرے کے دروازے پر کھڑا دیکھا اس وقت حبشی لوگ مسجد میں کھیل رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی چادر سے مجھے چھپاتے اور میں ان کا کھیل دیکھتی۔ [۲]

---

[۱] صحیح بخاری (۹۴۹-۹۵۰)

[۲] صحیح بخاری (۴۵۴)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہشام عن أبیہ کے طریق سے ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ مجھ سے تمہاری خوشی اور ناراضگی نہیں چھپتی۔ [۱]

میں نے عرض کیا: آپ کو کیسے معلوم ہو جاتا ہے؟ فرمایا: جب تم خوش ہوتی ہو تو کہتی ہو، آپ کو محمد کے رب کی قسم اور جب ناراض رہتی ہو تو کہتی ہو آپ کو ابراہیم کے رب کی قسم۔

میں نے کہا: "اللہ کی قسم! آپ نے ٹھیک کہا، اے اللہ کے رسول، میں صرف آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں۔"

لطیفہ

امام بخاری، امام مسلم اور دوسرے محدثین نے معاذۃ کی سند سے روایت کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا جب مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی:

﴿ تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ﴾

"ان میں سے جسے آپ چاہیں الگ کر دیجیے اور جسے چاہیں اپنے پاس رکھیں، اور اگر آپ الگ کی گئی بیویوں میں سے کسی کو دوبارہ بلا لیں تو کوئی حرج نہیں۔" (الأحزاب: ۵۱)

تو اللہ کے رسول ہم میں سے ہر بیوی سے اس کی باری کے دن اجازت چاہتے تھے۔ میں نے اُم المؤمنین سے پوچھا کہ آپ کیا کہا کرتی تھیں؟ بولیں: میں ان سے کہا کرتی کہ اے اللہ کے رسول اگر بات ایسی ہے تو میں آپ پر کسی کو ترجیح دینا نہیں چاہتی۔ [۲]

---

[۱] صحیح بخاری (۵۲۲۸) اور صحیح مسلم (۲۴۳۹)

[۲] بخاری (۴۷۸۹)، مسلم (۱۴۷۶)

عائشہ رضی اللہ عنہا سے دیگر اُمہات المؤمنین کی غیرت

امام بخاری اور امام مسلم نے عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام کی سند سے روایت کی ہے کہ اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ ﷺ کی بیویوں نے فاطمہ بنت رسول کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا، انہوں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی، اس حال میں کہ آپ میرے ساتھ میری بڑی چادر میں لیٹے ہوئے تھے۔ آپ نے اجازت دے دی، وہ آئیں تو بولیں: اے اللہ کے رسول! آپ کی بیویوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے وہ ابو قحافہ کی بیٹی کی بابت آپ سے انصاف کی طلب گار ہیں، میں خاموش تھی۔ [۱]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پیاری بیٹی! کیا تجھے اس سے محبت نہیں جس سے مجھے محبت ہے۔ بولیں کیوں نہیں۔ فرمایا: تب تم بھی اس سے محبت کرو۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی یہ بات سن کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور واپس جاکر آپ کی بیویوں کو اپنی اور رسول کی بات بتائی، ان خواتین نے کہا: اس معاملے میں ہمیں آپ سے کوئی فائدہ نہیں ہوا، رسول اللہ ﷺ کے پاس جائیے اور کہئے کہ آپ کی بیویاں ابو قحافہ کی بیٹی کی بابت آپ سے انصاف چاہتی ہیں۔ فاطمہ بولیں: اللہ کی قسم! اب میں اس معاملے میں کبھی ان سے بات نہیں کروں گی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پھر آپ کی بیویوں نے اُم المؤمنین زینب بنت جحش کو بھیجا، وہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک مقام و مرتبہ میں میرے ہم پلہ، اللہ کی راہ میں سب سے زیادہ خرچ کرنے والی اور اللہ کے تقرب میں خود کو سب سے زیادہ لگانے والی تھیں، البتہ ان کے اندر کچھ سختی اور بہت

[۱] صحیح بخاری (۲۵۸۱) اور صحیح مسلم (۲۴۴۲)

جلد غصہ ہو جانے کی صفت تھی جس سے وہ فوراً رجوع بھی کر لیتیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: بہر حال انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی، آپ میری بڑی چادر میں میرے ساتھ اسی حالت میں تھے، جس حالت میں فاطمہ آئی تھیں۔ آپ ﷺ نے انہیں بھی اجازت دے دی، انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کی بیویوں نے مجھے بھیجا ہے، وہ ابو قحافہ کی بیٹی کے سلسلے میں آپ سے انصاف چاہتی ہیں۔ عائشہ فرماتی ہیں: پھر وہ میرے اوپر برس پڑیں اور مجھے تکلیف دہ باتیں کہنے لگیں، میں رسول اللہ ﷺ کو اور آپ کی نگاہ کو دیکھتی رہی کہ مجھے کچھ کہنے کی اجازت دیں، زینب بولتی رہیں یہاں تک کہ میں جان گئی کہ اگر میں بدلہ لوں تو آپ کو ناگوار نہ ہو گا۔ عائشہ فرماتی ہیں: پھر میں اُن پر برس پڑی اور جب کہنا شروع کیا تو انہیں کچھ موقع نہیں دیا۔

فرماتی ہیں: اب رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور کہا کہ ''آخر ابو بکر کی بیٹی جو ہے''۔ یہ مسلم شریف کے الفاظ ہیں۔

امام بخاری نے ہشام بن عروہ عن ابیہ کی سند سے تعلیقاً روایت کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: اُمہات المؤمنین کے دو گروہ تھے، ایک گروہ میں عائشہ، حفصہ، صفیہ اور سودہ تھیں جب کہ دوسرے میں اُم سلمہ اور باقی اُمہات المؤمنین۔ مسلمانوں کو یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ اللہ کے رسول عائشہ سے محبت فرماتے ہیں، چنانچہ جب کسی کو اللہ کے رسول کے یہاں ہدیہ بھیجنا ہوتا تو اسے مؤخر کر دیتا یہاں تک کہ جب اللہ کے رسول عائشہ کے گھر میں ہوتے تب وہ اپنا ہدیہ آپ کو روانہ کرتا۔

اس بات کو لے کر اُم سلمہ کے گروہ نے ان سے کہا کہ جا کر رسول اللہ ﷺ کو بتائیے کہ وہ لوگوں سے کہہ دیں کہ جسے رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ بھیجنی ہو تو آپ جس بیوی کے بھی گھر ہوں وہاں اپنا ہدیہ بھیجے۔ اُم سلمہ نے ان کی بات آپ ﷺ کو بتائی، آپ خاموش رہے، انہوں نے اُم سلمہ سے پوچھا کہ

رسول اللہ ﷺ نے کیا کہا؟ بولیں: آپ نے کچھ بھی نہیں کہا، انہوں نے کہا تم پھر بات کرو، عائشہ کہتی ہیں: جب اُم سلمہ کی باری آئی تو اس دن بھی انہوں نے آپ ﷺ سے یہ بات کہی، لیکن آپ ﷺ نے کچھ بھی نہیں کہا، ان کی گروہ کی اُمہات المؤمنین نے ان سے پوچھا تو بتایا کہ اللہ کے رسول نے کچھ بھی نہیں کہا، ان لوگوں نے کہا کہ تم ان سے بات کرو تاآنکہ وہ تمہیں کچھ جواب دیں۔ جب آپ ﷺ اُم سلمہ کے گھر گئے تو انہوں نے ایک بار پھر بات کی، آپ ﷺ نے ان سے کہا: ”عائشہ کے سلسلے میں مجھے تکلیف نہ دو کیونکہ عائشہ ہی ہے کہ میں اس کے لحاف میں ہوتا ہوں تو اس وقت بھی وحی کا نزول ہوتا ہے مگر دگر ازواج کے بستروں پر کبھی ایسا نہیں ہوا“۔

اُم سلمہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کو تکلیف پہنچانے سے میں توبہ کرتی ہوں۔ پھر ان خواتین نے فاطمہ بنت رسول کو بلایا اور انہیں یہ کہہ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس روانہ کیا کہ آپ کی بیویاں ابو بکر کی بیٹی کے سلسلے میں اللہ کا واسطہ دے کر انصاف چاہتی ہیں۔ فاطمہ نے بات کی تو فرمایا: پیاری بیٹی! کیا تجھے اس سے محبت نہیں جس سے مجھے محبت ہے بولیں کیوں نہیں! فاطمہ نے واپس جا کر انہیں بتایا تو ان لوگوں نے دوبارہ جا کر بات کرنے کو کہا، لیکن انہوں نے دوبارہ جانے سے انکار کر دیا۔

پھر ان لوگوں نے زینب بنت جحش کو بھیجا، وہ آپ کے پاس آئیں، اور سخت باتیں کہنے لگیں، کہا کہ آپ کی بیویاں ابو قحافہ کی بیٹی کے سلسلے میں اللہ کا واسطہ دے کر انصاف چاہتی ہیں۔ ان کی آواز بلند ہو گئی، عائشہ بیٹھی ہوئی تھیں، انہیں بھی ہدف ملامت بنایا اور تکلیف دہ بات کہی۔ رسول اللہ ﷺ عائشہ کی طرف دیکھ رہے تھے کہ کچھ بولے۔ پھر عائشہ نے بولنا شروع کیا اور زینب کی باتوں کا جواب انہیں دے کر خاموش کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے عائشہ کی طرف دیکھا اور بولے: ”آخر یہ ابو بکر کی بیٹی ہے“

رسول اللہ ﷺ سے شدت محبت اور غیرت

امام بخاری، امام مسلم اور دیگر حضرات نے ہشام عن أبیہ کی سند سے روایت کی ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مجھے نبی کریم ﷺ کی بیویوں میں کسی پر اتنی غیرت نہیں آئی جتنی خدیجہ پر، حالانکہ میں نے انہیں دیکھا نہیں تھا، نبی کریم ﷺ بہت زیادہ ان کا ذکر کرتے، کبھی ایسا ہوتا کہ کوئی بکری ذبح کرتے، اس کی بوٹی بناتے اور اسے خدیجہ کی سہیلیوں میں بھیجتے۔ میں کہتی: گویا کہ دنیا میں خدیجہ کے علاوہ کوئی عورت ہی نہیں، آپ فرماتے: وہ ایسی تھی اور ایسی تھی، میرے بچے بھی تو انہیں سے ہیں۔ [۱]

مسلم نے اسی حدیث کو ان الفاظ میں روایت کی ہے: مجھے خدیجہ سے زیادہ غیرت کسی عورت پر نہیں آئی جب کہ وہ میری شادی سے تین سال قبل وفات پاچکی تھیں، چونکہ میں رسول اللہ ﷺ سے بارہا ان کا تذکرہ کرتے ہوئے سنتی تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یہ حکم دیا تھا کہ آپ خدیجہ کو جنت میں خالص مروارید سے بنے گھر کی خوشخبری دے دیں، آپ جب کوئی بکری ذبح کرتے تو ان کی سہیلیوں میں ہدیہ بھیجتے۔

مسلم ہی میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ عائشہ فرماتی ہیں: خدیجہ کے علاوہ نبی کریم ﷺ کی کسی بھی بیوی پر مجھے غیرت نہیں آئی گرچہ میں نے انہیں نہیں دیکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ جب بکری ذبح کرتے تو کہتے: اس میں سے خدیجہ کی سہیلیوں کو بھیج دو۔ عائشہ کہتی ہیں: ایک دن میں غصہ ہو گئی اور بولی: آپ کیا خدیجہ خدیجہ کہتے رہتے ہیں؟ فرمایا: ”ان کی محبت میرے دل میں رچی بسی ہوئی ہے“۔

---

[۱] صحیح بخاری (۳۸۱۸) اور صحیح مسلم (۲۴۳۵)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہشام عن أبیہ کے طریق سے روایت ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: ایک بار ہالہ بنت خویلد، (خدیجہ کی بہن) نے رسول اللہ ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی، آپ ﷺ کو خدیجہ کا اجازت طلب کرنا یاد آ گیا۔ آپ کی کیفیت بدل گئی، بولے: یہ تو ہالہ ہے۔[1]

عائشہ نے فرمایا: مجھے غیرت آئی اور بول پڑی: آپ بھی سرخ جبڑوں والی قریش کی ایک بڑھیا کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں جو بہت پہلے مر چکی ہے اور ان سے کہیں بہتر اللہ نے آپ کو دے دیا ہے۔

''فتح الباری'' میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ہالہ بنت خویلد، خدیجہ کی ہمشیرہ ہیں، ان کے شوہر ربیع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس ہیں جو جگر گوشۂ رسول زینب کے شوہر ابو العاص بن الربیع کے والد ہیں۔

''آپ کو خدیجہ کا اجازت طلب کرنا یاد آ گیا'' مطلب یہ ہے کہ خدیجہ اسی انداز میں اجازت مانگا کرتی تھیں، چونکہ ہالہ کی آواز بہن کی آواز جیسی تھی، اور اس وجہ سے آپ ﷺ کو خدیجہ کی یاد آ گئی۔ حدیث میں ہے: ''جو کسی سے محبت کرتا ہے وہ اس کی پسندیدہ، اس کی مشابہ اور اس سے وابستہ چیزوں سے بھی محبت کرتا ہے''۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ کہنا کہ ''آپ سرخ جبڑوں والی قریش کی ایک بوڑھی عورت کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں''

امام نووی لکھتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ وہ از حد بوڑھی تھیں یہاں تک کہ بڑھاپے کی وجہ سے دانت تک گر چکے تھے ان کے جبڑوں میں دانتوں کی سفیدی جیسی کوئی چیز باقی نہیں رہ گئی تھی بلکہ صرف مسوڑھوں کی سرخی تھی۔ علماء فرماتے ہیں: خواتین کے حق میں غیرت جائز ہے اس پر ان کا

---

[1] صحیح بخاری (۳۸۲۱) اور صحیح مسلم (۲۴۳۷)

مواخذہ نہیں ہوگا چونکہ ان کے مزاج میں داخل ہے اور اسی لئے اللہ کے رسول نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو ڈانٹا نہیں۔

قاضی عیاض لکھتے ہیں: عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بات ان کی کم سنی کی وجہ سے سرزد ہوئی، اس وقت تک ان کا شعور پختہ نہیں ہوا تھا۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں القاسم بن محمد کی سند سے مروی ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر پہ نکلتے تو اپنی بیویوں کے بیچ قرعہ اندازی کرتے، ایک مرتبہ قرعۂ فال عائشہ اور حفصہ کے نام نکلا، دونوں آپ کے ساتھ نکلیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب رات ہوتی تو عائشہ کے ساتھ ہو لیتے اور ان سے بات چیت کرتے، حفصہ رضی اللہ عنہا سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آج رات تم میرے اونٹ پر سوار ہو جاؤ اور میں تمہارے اونٹ پر، پھر تم دیکھو اور میں دیکھوں؟! عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ٹھیک ہے! عائشہ حفصہ کے اونٹ پر سوار ہو گئیں اور حفصہ عائشہ کے اونٹ پر۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ کے اونٹ کی طرف آئے، جس پر حفصہ سوار تھیں، سلام کیا اور انہی کے ساتھ چل پڑے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ فراق برداشت نہ ہوا، انہیں غیرت آئی۔ جب منزل پہ پہنچ کر سارے لوگ اترے تو عائشہ نے اپنا پاؤں اذخر گھاس کے اندر ڈال دیا اور زبان سے کہا: اے رب کسی سانپ یا بچھو کو بھیج کہ مجھے کاٹ کھائے اور وہ تیرے رسول ہیں کہ... ان کی شان میں تو میں کچھ کہہ ہی نہیں سکتی“۔ [۱]

اذخر مشہور گھاس ہے، جس میں عام طور پر موذی کیڑے مکوڑے پائے جاتے ہیں۔ امام نووی فرماتے ہیں: عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایسا کرنا اور کہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے از حد غیرت کی بنا پر تھا، اور یہ بات گذر چکی ہے کہ خواتین کے حق میں غیرت قابلِ گرفت نہیں۔

---

[۱] صحیح بخاری (۵۲۱۱) اور صحیح مسلم (۲۴۴۵)

امام مسلم اور دوسرے حضرات نے عروہ کی سند سے روایت کی ہے کہ اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں سے نکلے، مجھے غیرت آئی، آپ واپس آئے تو مجھے اس کیفیت میں دیکھا، فرمایا: عائشہ: کیا تو غیرت میں پڑ گئی تھی؟ میں نے کہا: کیا میری جیسی عورت آپ جیسے مرد پر غیرت نہیں کر سکتی؟

فرمایا: کیا تمہارے پاس تمہارا شیطان آ گیا تھا؟

میں نے عرض کیا: کیا میرے ساتھ شیطان ہے؟

فرمایا: ہاں! میں نے عرض کیا: کیا ہر انسان کے ساتھ؟

فرمایا: ہاں! میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ کے ساتھ بھی؟

فرمایا: ہاں! لیکن میرے رب نے مجھے اس کے خلاف مدد کی یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو گیا۔ [۱]

قاضی عیاض فرماتے ہیں: امت کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم، دل اور زبان شیطان سے محفوظ تھا۔ اس حدیث میں شیطان کے فتنہ، اس کے وسوسہ اور بہکاوے سے بچنے کی تاکید ہے، ہمیں بتایا گیا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ رہتا ہے تاکہ جہاں تک ممکن ہو سکے ہم اس سے بچیں۔

امام احمد، امام مسلم اور دگر حضرات نے محمد بن قیس بن مخرمہ بن المطلب کی سند سے روایت کی ہے کہ ایک دن انہوں نے کہا: کیا میں تمہیں اپنے اور اپنی امی کے بارے میں نہ بتاؤں؟ (ہم نے سمجھا کہ ان کی مراد وہ امی ہے جن کے بطن سے وہ پیدا ہوئے، حالانکہ ان کی مراد اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ [۲]

---

[۱] مسلم (۲۸۵۱)

[۲] مسند امام احمد (۱۰/۲۵۹۱۳) اور مسلم (۹۷۴/۱۰۳)

عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے فرمایا: کیا میں تمہیں اپنے اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا: ضرور! راوی کہتا ہے کہ عائشہ نے بیان کیا: ایک رات جب کہ نبی کریم ﷺ کی باری میرے یہاں تھی، آپ آئے، اپنا جوتا مبارک اتارا اور اپنے دونوں پیر کے پاس رکھا، اپنی تہہ بند کا کنارہ بستر پر پھیلایا، اور لیٹ گئے، جب آپ ﷺ کو گمان ہوا کہ میں سوگئی تو دھیرے سے اپنی چادر لی، ہلکے سے جوتا پہنا، دروازہ کھولا اور چٹخنی چڑھا کر نکل گئے۔

میں نے سر پر زرہ رکھا، اوڑھنی سنبھالی، تہہ بند کا نقاب بنایا اور پھر آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔

آپ بقیع آئے اور بہت دیر تک وہاں کھڑے رہے، تین مرتبہ ہاتھ اٹھایا، پھر پلٹے میں بھی پلٹی، آپ نے جلدی کی میں نے بھی جلدی کی، آپ تیز چلنے لگے میں بھی تیز گام ہوگئی، آپ دوڑے میں بھی دوڑی، میں ان سے آگے نکل گئی، میں گھر آکر لیٹی ہی تھی کہ آپ داخل ہوئے، فرمایا: عائشہ! تمہاری سانس کیوں اکھڑی ہوئی ہے اور شکم بلند ہے؟

عائشہ کہتی ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کچھ بھی نہیں، فرمایا: تم بتاؤ گی یا نہیں تو اللہ لطیف وخبیر تو مجھے ضرور بتادے گا۔ میں نے ساری بات بتائی۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ پر میرے ماں باپ قربان، فرمایا: گویا تم ہی وہ آدمی ہو جسے میں اپنے آگے دیکھ رہا تھا، میں نے کہا: ہاں! آپ نے میری پیٹھ پر ایک ایسا مکا رسید کیا جس سے مجھے درد ہوا، اور فرمایا: کیا تم نے سمجھا کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کرے گا۔ میں نے کہا: لوگ جتنا بھی چھپالیں، اللہ بتادیتا ہے۔ فرمایا: ہاں! جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور اس طرح مجھے آواز دی کہ تمہیں معلوم نہ ہوسکے میں نے بھی اس طرح جواب دیا کہ تمہیں خبر نہ ہو، وہ تمہاری موجودگی میں نہیں آسکتے تھے، کیوں کہ تم اپنا کپڑا اتار چکی تھیں۔ میں نے سمجھا کہ تم سوگئی، مجھے تمہیں جگانا اچھا نہیں لگا اور مجھے یہ ڈر بھی لگا رہا کہ تم

اکیلے میں گھبرا نہ جاؤاور فرمایا: بے شک تمہارا پروردگار تمہیں حکم دیتا ہے کہ بقیع میں مدفون لوگوں کے پاس جاؤاوران کی بخشش چاہو، میں نے عرض کیا،اے اللہ کے رسول! اگر میں وہاں جاؤں تو کیا کہوں؟! فرمایا، کہنا:

((السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَلَاحِقُونَ)) [۱]

رسول اللہ ﷺ کی سب سے چہیتی بیوی

امام بخاری،امام مسلم اور دیگر ائمۂ حدیث نے ابو عثمان کی سند سے روایت کی ہے: کہتے ہیں، مجھ سے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے جنگ ذات السلاسل میں امیر بنا کر بھیجا، میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کیا: آپ کے نزدیک لوگوں میں سب سے محبوب کون ہے؟

فرمایا: عائشہ۔

عرض کیا: مردوں میں؟

فرمایا: اس کے والد۔

عرض کیا: ان کے بعد کون؟

[۱] یہ الفاظ مسند احمد کے ہیں۔

فرمایا: عمر بن خطاب، پھر آپ نے چند لوگوں کے نام گنائے۔ [۱]

امام ذہبی رحمہ اللہ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد رقم طراز ہیں:

''یہ ایک ثابت شدہ حدیث ہے، گرچہ شیعہ حضرات کو ناگوار ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف اچھی چیزوں کو پسند فرماتے تھے، آپ نے فرمایا: اگر اس امت سے میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا، لیکن اسلامی اخوت زیادہ بہتر ہے۔ [۲]

تو جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب شخصیات سے بغض کیا، وہ اس کا مستحق ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک مبغوض ہو۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت لوگوں میں معروف بات تھی، کیا تم نہیں دیکھتے کہ کس طرح لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کی طلب میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن خاص طور پر آپ کو تحفہ بھیجا کرتے تھے''۔

حماد بن زید، ہشام بن عروہ عن ابیہ کی سند سے روایت کرتے ہیں: لوگ خاص طور سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن اپنا ہدیہ بھیجتے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: (اس بات کو لے کر) میری سوتنیں اُم المؤمنین اُم سلمہ کے پاس جمع ہوئیں اور کہا کہ: اے اُم سلمہ! بخدا لوگ خاص طور سے عائشہ کی باری کے دن اپنے تحفے بھیجتے ہیں، ہم بھی اسی طرح خیر کے طالب ہیں جس طرح عائشہ، اللہ کے رسول سے کہو کہ وہ لوگوں کو حکم دیں کہ وہ جہاں کہیں بھی رہیں، لوگ اپنا ہدیہ بھیجیں۔ چنانچہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم

---

[۱] صحیح بخاری (۳۶۶۲) اور صحیح مسلم (۲۳۸۴)

[۲] بخاری (۴۶۷)، مسلم (۲۳۸۳)، امام ذہبی نے اپنی کتاب ''سیر أعلام النبلاء'' (۴۲/۲) اور دگر محدثین نے عبداللہ بن مسعود کے طریق سے روایت کی ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی یہ بات بتائی۔ اُم سلمہ کہتی ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بات کا جواب نہ دیا، پھر جب میرے یہاں آئے تب بھی میں نے وہ بات کہی، آپ نے جواب نہیں دیا، جب تیسری بار آئے تو میں نے انہیں یاد دلایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُم سلمہ، عائشہ کے سلسلے میں مجھے تکلیف نہ دو، کیونکہ وہ عائشہ ہی ہے، جس کے لحاف میں رہتے ہوئے بھی مجھے وحی آئی، دگر ازواج کے ساتھ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ [۱]

ذہبی کہتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جواب سے باقی اُمہات المؤمنین پر عائشہ رضی اللہ عنہا کی برتری معلوم ہوتی ہے اور یہ کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت کے پیچھے الٰہی حکم کارفرما تھا اور یہ حکم عائشہ سے محبت کے اسباب میں سے ایک تھا۔

امام ترمذی نے حسن سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں بدگوئی کی تو وہ بولے: اے نالائق، نامعقول اور کندۂ ناتراش انسان! کیا تو اللہ کے رسول کی چہیتی کو اذیت دیتا ہے۔ [۲]

امام احمد نے جید سند کے ساتھ ابو قیس کی سند سے روایت کی ہے کہ مجھے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا تاکہ میں ان سے پوچھوں کہ کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں بوسہ لیا کرتے تھے؟ اگر وہ نہیں کہتی ہیں تو میں ان سے کہوں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا لوگوں کو بتاتی ہیں کہ اللہ

---

[۱] بخاری (۳۷۷۵)...، مسلم (۲۴۴۲)، نسائی فی ''المجتبیٰ'' (۳۹۵۴)...فی ''الکبریٰ'' (۵/۸۳۸۲)، ترمذی (۳۸۷۹) وغیرہم، یہاں بخاری کے الفاظ کا ترجمہ ہے۔

[۲] ترمذی (۳۸۸۸)، یہ جنگ جمل کے بعد کی بات ہے۔ اس وقت عمار بن یاسر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے گروہ میں تھے۔

کے رسول روزہ کی حالت میں بوسہ لیا کرتے تھے۔ ابو قتیبس کہتے ہیں: میں نے ان سے پوچھا کہ کیا اللہ کے رسول ﷺ روزہ کی حالت میں بوسہ لیا کرتے تھے؟ اُم سلمہ بولیں: نہیں، میں نے عرض کیا: عائشہ رضی اللہ عنہا تو لوگوں کو بتاتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ روزہ کی حالت میں بوسہ لیا کرتے تھے!

بولیں: شاید ان کا بوسہ لیتے ہوں گے، دراصل آپ ﷺ ان کی محبت کی وجہ سے اپنے آپ پر قابو نہیں رکھ پاتے تھے، لیکن مجھے آپ ﷺ نے روزہ کی حالت میں کبھی نہیں چوما۔ [۱]

ابوداؤد نے قوی سند کے ساتھ نعمان بن بشیر کی سند سے روایت کی ہے: ایک مرتبہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اندر آنے کی اجازت مانگی، تو عائشہ رضی اللہ عنہا کی آواز کو آپ ﷺ کی آواز پر بلند ہوتے سنا، جب اندر داخل ہوئے تو عائشہ رضی اللہ عنہا کو تھپڑ مارنے کے لئے پکڑا اور کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری آواز رسول اللہ ﷺ کی آواز پر بلند ہو رہی ہے۔ نبی کریم ﷺ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو روکنے لگے اور ابو بکر غصہ میں باہر نکل گئے۔

جب ابو بکر رضی اللہ عنہ چلے گئے تو نبی کریم ﷺ نے کہا: دیکھا میں نے تمہیں اس آدمی سے کس طرح بچایا؟ راوی کہتے ہیں: چند دنوں تک ابو بکر رضی اللہ عنہ نہیں آئے، پھر جب دوسری بار رسول اللہ ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو پایا کہ دونوں میں صلح ہو چکی ہے۔ کہا: آپ دونوں مجھے اپنی صلح میں بھی شامل رکھیے جس طرح جنگ میں شامل رکھا تھا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”ٹھیک ہے، ٹھیک ہے“۔ [۲]

---

[۱] احمد (۱۰/۲۶۵۹۵)

[۲] ابوداؤد (۴۹۹۹)

بزار اور طبرانی نے جید سند سے عروہ کے طریق سے روایت کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: ایک مرتبہ جب میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش گوار مزاج میں دیکھا تو عرض کیا: اے اللہ کے رسول میرے لئے اللہ سے دعا کر دیں"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! عائشہ کے اگلے، پچھلے، چھپے اور کھلے گناہ معاف فرما۔ یہ سن کر عائشہ رضی اللہ عنہا ہنس پڑیں، یہاں تک کہ ہنسنے کی وجہ سے ان کا سر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں جا گرا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میری دعا تمہیں اچھی لگی؟ کہا: آپ کی دعا مجھے کیوں اچھی نہ لگے؟ فرمایا: ہر نماز میں اپنی امت کے لئے میری یہی دعا ہوتی ہے۔[۱]

ابو یعلیٰ اور بزار نے روایت کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے میں رو رہی تھی، پوچھا: کیوں رو رہی ہو؟

میں نے عرض کیا: فاطمہ نے مجھے تکلیف دہ بات کہی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کو بلوایا، اور پوچھا کہ فاطمہ! کیا تم نے عائشہ کو تکلیف دہ بات کہی ہے؟

بولی: ہاں! اے اللہ کے رسول!

فرمایا: فاطمہ! کیا تمہیں اس سے محبت نہیں جس سے مجھے محبت ہے؟

---

[۱] بزار (۲۶۵۸) اور طبرانی (۲/۲۳۰)۔ اس حدیث کو ہیثمی نے "مجمع الزوائد" (۹/۱۵۳۲۷) میں درج کیا ہے اور بزار کی طرف منسوب کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کے رجال، صحیح کے رجال ہیں سوائے احمد بن منصور الرمادی کے جو ثقہ ہیں۔

بولی: ہاں!

اور اس سے تمہیں نفرت نہیں جس سے مجھے نفرت ہے؟

بولی: کیوں نہیں،

فرمایا: تو جان لو کہ مجھے عائشہ سے محبت ہے، اس لئے تم بھی اس سے محبت کرو۔

فاطمہ بولی: اب کبھی عائشہ کو ایسی بات نہیں کہوں گی جس سے انہیں تکلیف ہو۔[۱]

مسند احمد میں صحیح سند سے عبداللہ بن شقیق کے طریق سے روایت ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: لوگوں میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے محبوب کون تھا؟

بولیں: عائشہ۔ میں نے عرض کیا: مردوں میں؟ بولیں: اس کے والد۔[۲]

طبرانی نے حسن سند سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے وہ یہ کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کو لوگوں میں سب سے محبوب کون ہے؟

فرمایا: اور یہ تم کیوں پوچھ رہی ہو؟

---

[۱] ابو یعلیٰ (۴۹۵۵) اور بزار (۲۶۶۱) اس حدیث کو ہیثمی نے "مجمع الزوائد" (۹/۱۵۳۱۱) میں روایت کی ہے اور کہا ہے: اسے ابو یعلیٰ اور بزار نے مختصراً روایت کی ہے، اس کی سند میں مجاہد ہے جو حسن الحدیث ہے، اس کے باقی رجال صحیح کے رجال ہیں، میں کہتا ہوں: گرچہ مجاہد کے سلسلے میں کلام ہے لیکن بخاری میں اس حدیث کی ایک شاہد ہے جو پیچھے گذر چکی ہے۔ اور اس طرح یہ حدیث صحیح ہے۔

[۲] مسند احمد (۱۰/۲۶۱۰۵)، اسے "مجمع الزوائد" (۹/۱۵۳۱۰) میں ہیثمی نے بھی ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اسے امام احمد نے روایت کی ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

میں نے عرض کیا: تاکہ جس سے آپ کو محبت ہو اس سے میں بھی محبت کروں۔ فرمایا: "عائشہ"۔ [۱]
طبرانی نے "المعجم الکبیر" میں اپنی سند سے روایت کی ہے کہ جس روز عائشہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

"آج اس شخصیت کا انتقال ہو گیا جو دنیا میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھی" پھر کہا: میں اللہ سے ان کے گناہوں کی مغفرت طلب کرتی ہوں اور ان کے والد کے گناہوں کی۔ [۲]

امام بخاری اور دیگر حضرات نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ حفصہ کے پاس گئے اور کہا کہ: بیٹی! تمہیں اس لڑکی سے دھوکہ میں نہیں پڑنا چاہئے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے اپنے حسن پر اترا رہی ہے، عمر کی مراد عائشہ تھی۔ میں نے جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا اٹھے۔ [۳]

امام بخاری اور دوسرے ائمہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ سودہ بنت زمعہ نے اپنا دن عائشہ کو دے دیا تھا، اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ کے حصہ میں دو دن رکھتے تھے۔ ایک ان کا اور ایک سودہ کا۔ [۴]

---

[۱] اسے ہیثمی نے "المجمع" (۹/۱۵۳۰۹) میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اسے طبرانی نے روایت کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

[۲] طبرانی "المعجم الکبیر" (۲۳/۳۱۷)۔ اسے ہیثمی نے "مجمع الزوائد" (۹/۱۵۳۱۳) میں ذکر کیا ہے اور طبرانی کی طرف منسوب کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند میں کچھ ایسے رجال ہیں جنہیں میں نہیں جانتا۔

[۳] بخاری (۵۲۱۸)

[۴] امام بخاری (۵۲۱۲)

عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت، برکت، عظمتِ شان اور بلند و بالا مقام

امام بخاری، امام مسلم اور دیگر ائمۂ حدیث نے ہشام عن ابیہ کی سند سے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اسماء سے کوئی ہار عاریۃً لیا، وہ ہار گم ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لوگوں کو اس کی تلاش میں بھیجا، راستے میں نماز کا وقت ہو گیا، ان لوگوں نے بغیر وضو نماز پڑھ لی۔ جب واپس آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات کہی تو آیتِ تیمم نازل ہوئی۔ [۱]

اس پر اسید بن حضیر نے کہا: عائشہ! اللہ تمہیں جزائے خیر دے، واللہ! جب کبھی تمہارے ساتھ کچھ معاملہ ہوا تو اللہ نے اس میں تمہارے لئے کوئی راہ نکال دی اور عام مسلمانوں کیلئے اس میں برکت عطا کر دی۔

امام مسلم نے عبد الرحمٰن بن القاسم عن ابیہ کی سند سے روایت کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں نکلے، بیداء یا ذات الجیش نامی جگہ پر میرا ہار ٹوٹ کر کہیں کھو گیا، اس کی تلاش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام ٹھہرے رہے، وہاں نہ کوئی چشمہ تھا اور نہ ہی ان لوگوں کے پاس پانی۔

لوگ ابو بکر کے پاس آئے اور کہا کہ: آپ دیکھ رہے ہیں عائشہ نے کیا کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کو روکے رکھا ہے، جب کہ یہاں نہ کوئی چشمہ ہے اور نہ ہی لوگوں کے ساتھ پانی، یہ سن کر ابو بکر میرے پاس آئے، اس حال میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری زانو پر اپنا سر رکھے سو رہے تھے۔

---

[۱] امام بخاری (۳۷۷۳)، امام مسلم (۳۶۷)۔ یہ آیت ہے: ﴿ وَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مَّرۡضٰۤی اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ اَوۡ جَآءَ اَحَدٌ مِّنۡکُمۡ مِّنَ الۡغَآئِطِ اَوۡ لٰمَسۡتُمُ النِّسَآءَ فَلَمۡ تَجِدُوۡا مَآءً فَتَیَمَّمُوۡا صَعِیۡدًا طَیِّبًا فَامۡسَحُوۡا بِوُجُوۡہِکُمۡ وَ اَیۡدِیۡکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا غَفُوۡرًا ﴾ (نساء: ۴۳)

ابو بکر بولے: تم نے رسول اللہ ﷺ اور لوگوں کو روکے رکھا ہے جب کہ یہاں نہ کوئی چشمہ ہے اور نہ ہی لوگوں کے ساتھ پانی۔ عائشہ کہتی ہیں: ابو بکر نے میری سرزنش کی اور جو بھی کہنا تھا کہہ گئے اور میرے پہلو میں اپنے ہاتھ سے ٹہوکا مارنے لگے اور میں اس وجہ سے حرکت نہیں کر رہی تھی کہ اللہ کے رسول ﷺ میری زانو پر تھے۔

رسول اللہ ﷺ سو گئے، صبح جب بیدار ہوئے تو پانی نہیں تھا، چنانچہ اللہ نے آیت تیمم نازل کی اور لوگوں نے تیمم کیا۔ اس پر اسید بن حضیر (جو ایک نقیب بھی تھے) نے کہا، اے آل ابو بکر! یہ آپ کی پہلی برکت نہیں ہے۔

عائشہ کہتی ہیں: پھر ہم نے اس اونٹ کے پاس آدمی بھیجا جس پر میں سوار تھی تو پایا کہ ہار اس کے نیچے ہے۔[۱]

اس حدیث کو امام احمد نے قوی سند کے ساتھ عبد اللہ بن الزبیر عن أبیہ کی سند سے اس طرح روایت کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے: ہم ایک سفر میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ تھے، جب ہم مدینہ سے ایک برید اور تین میل کے فاصلہ پر موجود تربان نامی جگہ پر پہنچے، یہ ایک ایسی جگہ تھی جہاں پانی نہیں تھا، فجر کا وقت تھا، کہ میرا ہار میری گردن سے ٹوٹ کر گر گیا، رسول اللہ ﷺ اس کی تلاش میں رک گئے، یہاں تک کہ فجر طلوع ہو گیا۔

اس کے لئے مجھے اپنے والد سے جو ڈانٹ پھٹکار سننی پڑی وہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہر سفر میں صرف تمہاری وجہ سے عام مسلمانوں کو پریشانی اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

---

[۱] مسلم (۳٦۷)

اسی دوران اللہ نے تیمم کی رخصت کا حکم اتارا اور لوگوں نے تیمم کرکے نماز پڑھی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جب اللہ کی طرف سے مسلمانوں کے لئے تیمم کی رخصت کا حکم آیا تو میرے والد بولے: پیاری بیٹی! واللہ! مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ تم اتنی بابرکت ہو، تم نے مسلمانوں کو روکے رکھا اور اللہ نے اس کی وجہ سے انہیں برکت اور آسانی عطا کی۔[۱]

امام بخاری، امام مسلم اور دگر ائمہ حدیث نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں میں بہت سارے کامل ہوئے ہیں لیکن خواتین میں صرف فرعون کی بیوی آسیہ اور مریم بنت عمران درجۂ کمال کو پہنچی ہیں، اور بے شک ساری عورتوں پر عائشہ کو وہی برتری حاصل ہے جو ثرید کو سارے کھانوں پر (الفاظ بخاری کے ہیں)۔[۲]

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "دنیا کی ساری خواتین پر عائشہ کو وہی برتری ہے جو ثرید کو دگر کھانوں پر"۔[۳]

کمال کا مطلب انتہا اور تمام ہے۔ ہر چیز کا کمال اسی کے اعتبار سے ہے۔ کمال مطلق اللہ کے لئے خاص ہے۔ اور اس میں کوئی دورائے نہیں کہ بنی نوع انسان کے کامل ترین افراد انبیاء اور ان کے بعد اولیاء ہیں۔

ثرید ایک قسم کا کھانا ہے جو گوشت سے تیار کیا جاتا ہے۔ ابن الأثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہ "عائشہ کی برتری دگر خواتین پر ایسی ہی ہے جیسی ثرید کی برتری دگر کھانوں پر"۔ علماء نے

---

[۱] امام احمد (۱۰/۲۶۴۰۱)

[۲] بخاری (۳۷۶۹) اور مسلم (۲۴۳۱)

[۳] بخاری (۳۷۷۰) اور مسلم (۲۴۴۶)

اس کے معنی میں کہا ہے کہ بعینہ ثرید مراد نہیں ہے، بلکہ وہ کھانا مراد ہے جو گوشت اور ثرید دونوں کے ساتھ تیار کیا گیا ہو، اس لئے کہ ثرید عام طور پر گوشت ہی سے بنتا ہے۔ عربوں کا کوئی پکوان گوشت سے خالی نہیں ہوتا۔

امام قرطبی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''المفہم'' میں لکھتے ہیں: ثرید سب سے بہترین کھانا اس لئے ہے کہ اس میں اخراجات کم ہیں، اسے نگلنا آسان ہے اور اس میں برکت زیادہ ہے۔ یہ عربوں کا اہم اور لذیذ ترین کھانا تھا، ان کی طبیعت اور ان کی عادت واطوار کے اعتبار سے۔ غیر عرب کے یہاں ثرید کے علاوہ دوسرا کھانا زیادہ عمدہ اور بہتر ہو سکتا ہے یہ کھانوں کے سلسلے میں اپنے اپنے مزاج کے اعتبار سے ہے۔ واللہ اعلم۔

جبریل علیہ السلام کا سلام عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام

امام بخاری، امام مسلم اور دگر ائمۂ حدیث نے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے عائشہ ! یہ جبریل تمہیں سلام کہہ رہے ہیں۔ میں نے کہا: وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اے اللہ کے رسول ! آپ جو کچھ دیکھ لیتے ہیں میں نہیں دیکھ پاتی۔ [۱]

امام نووی مذکورہ حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث سے واضح طور پر عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت معلوم ہوتی ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سلام بھیجنا مستحب ہے اور قاصد پر سلام پہنچانا فرض

[۱] بخاری (۳۷۶۸) اور مسلم (۲۴۴۷)

ہے۔یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اجنبی انسان نیک اجنبی عورت کو سلام بھیج سکتا ہے، جب کسی خرابی کا اندیشہ نہ ہو،اور یہ کہ جسے سلام پہنچایا جائے وہ سلام کا جواب دے۔ہمارے مسلک کے مطابق یہ جواب فی الفور ہونا چاہئے۔اسی طرح اگر کوئی دور سے خط کے ذریعہ سلام پہنچائے تو پڑھنے کے بعد فوراًاس کا جواب دینا چاہئے۔

حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جواب میں ''وعلیک یا وعلیکم السلام'' کہنا مستحب ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا تھا

امام بخاری،امام مسلم اور دوسرے علماء حدیث نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق کے دن گھر لوٹے، ہتھیار اتار دیا اور غسل کر چکے تو جبریل ان کے پاس آئے اس حال میں کہ ان کا سر غبار آلود تھا، اور فرمایا کہ آپ نے ہتھیار اتار دیئے جب کہ ہم نے ابھی ہتھیار نہیں اتارے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر کہاں کا ارادہ ہے؟

جبریل بولے: وہاں، اور بنی قریظہ کی طرف اشارہ کیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنی قریظہ کی طرف نکل پڑے۔[۱]

مسند احمد میں شیخین کی شرط پر، ہشام بن عروہ عن ابیہ کی سند سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ہے کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احزاب سے فارغ ہوئے اور غسل کے لئے غسل خانہ میں داخل ہو چکے تھے کہ جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ آپ لوگوں نے ہتھیار اتار دیئے! جب کہ اب تک ہم لوگوں نے ہتھیار نہیں اتارے، چلئے بنی قریظہ کی طرف۔

---

[۱] بخاری (۲۸۱۳) اور مسلم (۱۷۶۹)

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: اس وقت میں دروازے کی شگاف سے جبریل علیہ السلام کو دیکھ رہی تھی ان کا سر گرد و غبار سے اٹا ہوا تھا۔ [۱]

ابن سعد نے اپنی "طبقات" میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ اللہ نے مجھے کچھ ایسی خوبیاں دی ہیں جو کسی دوسری خاتون کو نہیں دی گئیں: میں سات سال کی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو گئی، فرشتہ اپنی ہتھیلی میں میری تصویر لے کر ان کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری تصویر دیکھی، نو سال کی عمر میں میری رخصتی ہوئی، میں نے جبریل کو دیکھا اور میرے علاوہ کسی دوسری عورت نے انہیں نہیں دیکھا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چہیتی بیوی تھی، میرے والد بھی صحابہ کرام کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے چہیتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں بیمار پڑے، اور میں نے ان کی تیمار داری کی، جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان نکلی اس وقت میرے اور فرشتوں کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ [۲]

ابن سعد نے ہی مسروق سے روایت کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے فرمایا: میں نے اپنے کمرے سے جبریل کو ایک گھوڑے پر کھڑے دیکھا، اس حال میں کہ اللہ کے رسول ان سے ہم کلام تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر آئے تو میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! یہ میں نے آپ کو کن سے بات کرتے دیکھا ہے؟ فرمایا: کیا تم نے اسے دیکھا، میں نے عرض کیا: ہاں! فرمایا: انہیں کس کے جیسا پایا؟ میں نے عرض کیا: دحیہ کلبی جیسا، فرمایا: "تم نے خیر کثیر دیکھا، وہ جبریل تھے"۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ تھوڑی دیر بعد ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جبریل تمہیں سلام عرض کر رہے ہیں۔ میں نے کہا: وعلیہ السلام، اس مہمان کو اللہ بہترین بدلہ دے۔

---

[۱] مسند احمد (۹/۲۵۰۴۸)

[۲] طبقات ابن سعد (۶۵/۸)

ابن سعد نے ہی ابو سلمہ کی سند سے روایت کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: یہ جبریل تمہیں سلام کہہ رہے ہیں، میں نے کہا: وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ۔

محدث وکیع کہتے ہیں: عبداللہ بن حبیب عن الشعبی کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: شاباش! شاباش!

اور مطیع بن عبداللہ عن الشعبی کی روایت میں ہے: عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''مہمان اور زائر کے طور پر جبریل کو خوش آمدید کہتی ہوں''۔[۱]

عائشہ رضی اللہ عنہا اور خدمت والدین

امام بخاری، امام مسلم، امام احمد اور دیگر ائمۂ حدیث نے متعدد طرق سے روایت کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب ہم مدینہ آئے تو وہاں بہت کم پانی تھا صرف غرقد نام کے پیڑ تھے، ابوبکر کے اہل وعیال بیمار پڑ گئے، میں نے اپنے والد کی عیادت کیلئے نبی کریم ﷺ سے اجازت طلب کی، آپ نے مجھے اجازت دے دی، میں اپنے والد کے پاس آئی اور پوچھا کہ ابو جان کیسی طبیعت ہے؟ بولے:

کل امرئ مصبح فی أهله
والموت ادنى من شراك نعله

''ہر آدمی اپنے اہل وعیال میں صبح کرتا ہے جب کہ موت اس کے جوتے کے تسمے سے بھی قریب تر ہوتی ہے''۔

---

[۱] طبقات ابن سعد (۶۸/۸)

میں نے کہا: بخدا میرے والد غمِ ہجرت میں مبتلا ہیں پھر میں عامر بن فہیرہ کے پاس آئی اور پوچھا: عامر! کیسی طبیعت ہے؟ تو انہوں نے یہ شعر پڑھا:

وجدت الموت قبل ذوقه
إن الجبان حتفه من فوقه

”موت سے پہلے مجھے موت آگئی، بے شک بزدل کی موت اس پر مسلط رہتی ہے“

پھر میں بلال کے پاس آئی اور پوچھا: بلال! کیسی طبیعت ہے، تو انہوں نے کہا:

ألاليت شعرى هل أبيتن ليلة
بفخ وحولى إذخر وجليل

”کوئی مجھے بتائے کہ کیا میں کوئی رات مکہ میں گذار سکتا ہوں اس حال میں کہ میرے ارد گرد اذخر اور جلیل گھاس ہوں“۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی اور ساری بات بتائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا گو ہوئے: ”اے اللہ! ہمارے لئے مدینہ کی صاع اور مد میں برکت عطا فرما اور ہمارے لئے مدینہ کو اس طرح محبوب بنادے جس طرح مکہ ہے اور یہاں کی بیماری ”خم“ اور ”مہیعہ“ نامی جگہ میں منتقل کردے۔“[1] (یہ الفاظ مسند احمد کے ہیں)

ابن حبان میں بلال رضی اللہ عنہ کا مذکورہ بالا شعر ان الفاظ میں ہے:

[1] بخاری (۱۸۸۹)، مسلم (۱۳۷۶) اور احمد (۱۰/۲۶۰۸۹)

ألا ليت شعري هل أبيتن ليلة
بواد وحولي إذخر وجليل

"وادی سے اشارہ مکہ کی طرف ہے اور اذخر و جلیل دو خوشبودار گھاس ہیں جو مکہ اور اس کی وادیوں میں پائے جاتے ہیں اور دگر جگہوں پہ شاید ہی پائے جاتے ہوں"۔[۱]

عائشہ رضی اللہ عنہا میدان جہاد میں

امام بخاری، امام مسلم اور دگر ائمۂ حدیث نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر پہ نکلنے کا ارادہ فرماتے تو اپنی بیویوں کے بیچ قرعہ اندازی کرتے اور جس کے نام قرعۂ فال نکلتا اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ لے جاتے۔ ایک غزوہ کے موقع پر قرعہ اندازی ہوئی تو میرا نام نکلا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلی، یہ حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد کی بات ہے۔[۲] (واقعہ افک میں یہ پوری حدیث آگے آرہی ہے)

امام بخاری اور دگر ائمۂ حدیث نے انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ غزوۂ احد کے دن لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہوگئے۔ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر اور اُم سلیم کو دیکھا کہ وہ اپنے پائچے چڑھائے ہوئی ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی پنڈلیوں کو میں نے دیکھا، وہ اپنی پیٹھوں پر مشکیزہ ڈھوتیں اور لوگوں کو پانی پلاتیں پھر لوٹتیں مشکیزہ بھرتیں اور واپس آکر لوگوں کو پانی پلاتیں۔[۳]

---

[۱] ابن حبان (۳۷۲۴)

[۲] بخاری (۲۸۷۹) اور مسلم (۱۴۶۳)

[۳] صحیح بخاری (۲۸۸۰)

امام بخاری نے اسی حدیث کو زیادہ طویل انداز میں اس طرح روایت کی ہے:

انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب احد کا دن ہوا تو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگے لیکن ابو طلحہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈھال کی آڑ آپ پر کئے رہے تا کہ آپ کو کافروں کا تیر وغیرہ نہ لگے، اور ابو طلحہ بڑے تیر انداز زوردار کمان والے تھے، انہوں نے اس دن دو یا تین کمانیں توڑیں، جو مسلمان اس دن تیروں کا ترکش لئے گذرتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے یہ تیر ابو طلحہ کے سامنے ڈال دو، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے کھڑے سر اٹھا کر کافروں کو دیکھتے (کمبخت کیا کر رہے ہیں؟) ابو طلحہ آپ سے عرض کرتے میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ سر نہ اٹھایئے ایسا نہ ہو کہ ان کافروں کا کوئی تیر آپ کو لگ جائے، وہ تیر میرے گلے پر لگ جائے جو تیر آپ کے گلے کی طرف آئے۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے اس دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور اُم سلیم کو دیکھا کہ وہ کپڑا اٹھائے ہوئے پانی کی مشکیں بھر بھر کر اپنی پیٹھ پر لاتیں، مردوں کے منہ میں ڈالتیں پھر لوٹ کر جاتیں مشکیزہ بھر کر لاتیں، لوگوں کے منہ میں چھوڑ دیتیں، ان کی پازیبیں میں نے دیکھی۔ ابو طلحہ کے ہاتھ سے دو یا تین بار تلوار چھوٹ پڑی۔ [۱]

حدیث بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ اُمہات المؤمنین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدانِ جہاد میں نکلتیں، زخمیوں کا علاج کرتیں، جنگجوؤں کو پانی پلاتیں اور اس کام میں پوری محنت صرف کرتیں اور اسلام اور مسلمانوں کا حتی المقدور دفاع کرتیں۔ ان کے ساتھ دگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خواتین بھی ہوتیں۔

صحیح بخاری اور دگر کتب حدیث میں ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ہے:

[۱] صحیح بخاری (۴۰۶۴)

ہم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہو کر لوگوں کو پانی پلاتے ان کی خدمت کرتے اور مقتولین وزخمیوں کو مدینہ منتقل کرنے کا کام کرتے تھے۔[1]

حافظ ابن حجر "فتح الباری" میں لکھتے ہیں: صحیح مسلم میں عبداللہ بن عباس کی یہ حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خواتین کو غزوات میں لے جایا کرتے تھے۔ یہ خواتین زخمیوں کا علاج کرتیں۔

ایک دوسری مرسل حدیث جسے عبدالرزاق نے معمر سے، انہوں نے زہری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: خواتین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگوں میں شریک ہوا کرتی تھیں۔ یہ مجاہدوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کا علاج کرتیں۔

سنن ابی داؤد میں حشرج بن زیاد کی سند سے ہے وہ اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین میں شریک ہوئی تھیں۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے آنے کی وجہ پوچھی تو خواتین نے کہا کہ ہم اشعار پڑھنے، اللہ کی راہ میں مدد کرنے زخمیوں کا علاج کرنے، مردوں کو تیر دینے اور پیاسے کو پانی پلانے کے لئے آئے ہیں۔

صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ: اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے غزوۂ حنین کے دن ایک خنجر لیا اور کہا کہ میں نے اسے اس لئے لیا ہے کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آئے تو اس کا پیٹ پھاڑ دوں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ غزوۂ خندق کے دن میں لوگوں کے پیچھے پیچھے نکلی، میں نے اپنے پیچھے سرسراہٹ سنی، میں پیچھے پلٹی تو دیکھا کہ سعد بن معاذ اور ان کے بھائی حارث بن اوس ہیں جو اپنی ڈھال لئے ہوئے ہیں۔ میں زمین پر بیٹھ گئی، سعد میرے نزدیک سے گذرے، ان کے بدن پر

---

[1] صحیح بخاری (۲۸۸۳)

لوہے کی ایک زرہ تھی جس کے کنارے نکلے ہوئے تھے، مجھے سعد کی زرہ کے ان کناروں سے ڈر محسوس ہو رہا تھا، وہ ایک لمبے ترنگے آدمی تھے، وہ یہ شعر پڑھتے ہوئے گذر گئے ۔

لیت قلیلا یدرك الهیجا جل
ما أحسن الموت إذا حان الأجل

''کاش تھوری دیر میں بڑی جنگ شروع ہوتی، وقت پر موت کیا ہی بھلی لگتی ہے''۔

میں کھڑی ہو گئی اور ایک باغ میں داخل ہو گئی۔ وہاں پہلے سے مسلمانوں کی ایک جماعت موجود تھی، جن میں عمر بن خطاب بھی تھے۔ ان میں ایک ایسا آدمی بھی تھا جس پر زرہ تھی۔ عمر نے مجھ سے پوچھا کہ کیسے آنا ہوا، اللہ کی قسم! تم بڑی بہادر ہو، تمہیں کسی مصیبت یا دشمن کی جانب سے حملہ کا ڈر نہیں؟ وہ مسلسل مجھے ڈانٹتے رہے یہاں تک کہ میری تمنا ہوئی کہ کاش اس وقت زمین پھٹ جاتی اور میں اس میں سما جاتی۔ اس دوران اس زرہ پوش نے اپنے چہرہ سے زرہ ہٹائی میں نے دیکھا کہ وہ طلحہ بن عبید اللہ ہیں۔ وہ بولے: اے عمر! تم پہ افسوس! آج تم بہت بول گئے۔ اللہ کو چھوڑ کر آدمی کس سے بچے گا اور کس سے بھاگے گا؟ اسی دوران کفار قریش کا ایک آدمی جس کا نام ابن العرقہ تھا اس نے سعد کو ایک تیر مارا اور کہا کہ یہ لو میں ابن العرقہ ہوں، وہ تیر سعد کی ایک آنکھ پر لگا اور اسے پھوڑ دیا، سعد نے اللہ سے دعا کی:

''اے اللہ! مجھے اس وقت تک موت نہ دے جب تک قبیلۂ قریظہ کو تکلیف دے کر میری آنکھ کو ٹھنڈک حاصل نہ ہو جائے۔''[۱]

---

[۱] قریظہ: مدینہ کے نزدیک یہود کا ایک قبیلہ تھا، ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدہ توڑ دیا تھا۔

زمانۂ جاہلیت میں قریظہ سعد کے حلیف اور دوست رہ چکے تھے، سعد کا زخم بڑھ گیا۔ اور اللہ عزوجل نے مشرکین پر ایک ہوا مسلط کر دی، اللہ نے اس جنگ میں مومنین کو فتح سے ہم کنار کیا۔ اللہ طاقت ور اور غالب ہے۔ اب سفیان اور اس کے ساتھیوں نے تہامہ کا رخ کیا، عیینہ بن بدر اور اس کے ساتھی نجد چلے گئے اور قریظہ کے لوگ قلعہ بند ہو گے۔

بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ لوٹ آئے اور ہتھیار اتار دیئے اور سعد بن معاذ کیلئے مسجد میں چمڑے کا ایک خیمہ بنانے کا حکم دیا۔ اتنے میں جبریل علیہ السلام آئے، ان کے اوپر گرد و غبار کے نشان نمایاں تھے۔ کہا: آپ نے ہتھیار رکھ دیئے جب کہ فرشتوں نے اب تک ہتھیار نہیں رکھا، چلئے قریظہ والوں کی طرف اور ان سے دو دو ہاتھ کیجئے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زرہ پہنی اور لوگوں کو نکلنے کا حکم دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے راستے میں ان کا گذر بنی غنم سے ہوا۔ یہ لوگ مسجد کے پڑوس میں رہتے تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ ابھی تمہارے یہاں سے کوئی گذرا ہے؟ ان لوگوں نے کہا یہاں سے دحیہ کلبی کا گذر ہوا ہے۔ دراصل دحیہ کلبی کی داڑھی، دانت اور چہرہ جبریل علیہ السلام کے مشابہ تھے۔

بہر حال، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی قریظہ کے پاس آئے اور پچیس دنوں تک ان کا گھیراؤ کئے رکھا، جب گھیراؤ سخت ہو گیا اور ان کی تکلیفیں بڑھ گئیں، تو ان لوگوں سے کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ مان لو، ان لوگوں نے ابو لبابہ بن عبد المنذر سے مشورہ لیا تو انہوں نے واضح کر دیا کہ انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ پھر ان لوگوں نے کہا، ہم سعد بن معاذ کے فیصلے پر راضی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے، سعد بن معاذ کا فیصلہ مان لو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ کو بلوایا، انہیں ایک گدھے پر لایا گیا جس کی پیٹھ پر کھجور کی پتیوں کی زین تھی۔ لوگوں نے انہیں گھیر لیا اور کہا کہ ابو عمرو! یہ تمہارے حلیف اور دوست اور تکلیف

پہنچانے والے لوگ ہیں۔ اور یہ تم جانتے ہی ہو، سعد بن معاذ آئے اس حال میں آئے کہ ان کی طرف گئے اور نہ ہی ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب ان کے گھروں کے قریب ہوئے تو لوگوں کی طرف رخ کر کے کہا: میں اللہ کے معاملے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہیں کروں گا۔

ابو سعید کہتے ہیں: جب سعد بن معاذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قوموا إلى سيدكم فأنزلوه" اپنے سردار کی عزت افزائی کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور انہیں سواری سے اتارو۔ چنانچہ لوگوں نے انہیں سواری سے اتارا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ سے فرمایا: "احكم فيهم" ان کی بابت فیصلہ کرو۔ سعد نے کہا: میرا ان کے بارے میں فیصلہ ہے کہ ان کے جنگجوؤں کو قتل کر دیا جائے، ان کی خواتین غلام بنالی جائیں اور ان کی جائداد مسلمانوں میں تقسیم کر دی جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اللہ عزوجل اور اس کے رسول کی مرضی کے مطابق فیصلہ کیا ہے، پھر سعد نے یہ دعا کی، اے اللہ! اگر قریش کی کوئی جنگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باقی ہے تو مجھے زندہ رکھ اور ختم ہو چکی ہے تو مجھے اٹھا لے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کچھ ہی دنوں میں سعد کا زخم پھٹ گیا جب کہ اس سے قبل وہ بالکل تندرست ہو چکے تھے۔ اور زخم کی معمولی سی گانٹھ باقی رہ گئی تھی۔ پھر سعد اپنے اس خیمہ میں لوٹ آئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے بنوائی تھی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ان کی وفات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر اور عمر حاضر تھے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، میں ابو بکر کے رونے کے درمیان عمر کے رونے کی آواز پہچان رہی تھی، اس حال میں کہ میں اپنے حجرے میں تھی۔ اور ان لوگوں کی وہی حالت تھی جو اللہ عزوجل نے بتایا ہے:

﴿ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾

''آپس میں ایک دوسرے کے لئے رحم دل''۔(فتح:۲۹)

حدیث کے ایک راوی علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: امی ! یہ بتائیے کہ ایسے موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا عمل تھا؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں کسی پر اشک بار نہیں ہوتی تھیں، لیکن جب آپ غمگین ہوتے تو اپنی داڑھی مبارک پکڑ لیتے۔[۱]

عائشہ رضی اللہ عنہا کا علمی مقام

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوہزار دوسو دس (۲۲۱۰) حدیثیں روایت کیں، جن میں ایک سو چوہتر حدیثیں بخاری و مسلم میں متفق علیہ ہیں۔ صرف بخاری میں چون اور مسلم میں انہتر احادیث ہیں۔

امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں دوہزار چار سو نو حدیثیں روایت کی ہیں، جو حدیث نمبر ۲۴۰۶۵ سے شروع ہو کر ۲۶۴۷۴ تک ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ولادت زمانۂ اسلام میں ہوئی یہ فاطمہ سے آٹھ سال چھوٹی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خود کہنا ہے کہ جب میں نے ہوش سنبھالا تو اپنے والدین کو مسلمان پایا۔

---

[۱] طبقات ابن سعد (۴۲۱/۳)،احمد (۹/۲۵۱۵۱)،ابن حبان (۷۰۲۸) طبرانی فی الکبیر (۹۶/۲۳) وبعضہ عند البخاری (۴۱۲۱) واسنادہ حسن وأوردہ الہیثمی فی مجمع الزوائد (۶/۱۰۱۵۵) وتعقبہ بقولہ: فی ''الصحیح'' بعضہ ورواہ احمد وفیہ محمد بن عمرو بن علقمہ وہو حسن الحدیث وبقیۃ رجالہ الثقات۔

امام ترمذی نے موسیٰ بن طلحہ سے روایت کی ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ خوش کلام کسی کو نہیں دیکھا۔امام ترمذی کہتے ہیں: "یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے"۔

اور امام ترمذی نے ہی صحیح سند کے ساتھ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے: جب کبھی ہم صحابہ رضی اللہ عنہم کو کوئی حدیث مشکل معلوم ہوتی اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس بابت پوچھتے تو ان کے پاس اس کی جان کاری پاتے۔

دارمی اور حاکم نے مسروق کی سند سے روایت کی ہے کہ ان سے پوچھا گیا: کیا عائشہ رضی اللہ عنہا کو علم الفرائض کی جان کاری تھی؟ تو انہوں نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں نے بڑے بڑے صحابہ کرام کو عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرائض کے مسائل پوچھتے دیکھا ہے۔[۱]

اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح کہا ہے۔ امام ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر ہے۔اور فرائض سے مراد علم المیراث ہے۔

حاکم اور ذہبی نے "سیر أعلام النبلاء" میں زہری کا یہ قول نقل کیا ہے:

اگر سارے لوگوں کا علم یکجا کیا جائے اور پھر عائشہ رضی اللہ عنہا کا، تو عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم لوگوں کے علم سے زیادہ وسیع ہوگا۔[۲] (اس حدیث کی سند بخاری و مسلم کی شرطوں کے مطابق ہے)

طبرانی نے "الکبیر" میں زہری سے مرسلاً روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[۱] دارمی (۲۸۵۹) اور حاکم (۴/۶۷۳۶)

[۲] حاکم (۴/۶۷۳۴) اور ذہبی نے "سیر أعلام النبلاء" (۲/۱۸۵)

''اگر اس امت کی خواتین کا علم یکجا کیا جائے جن میں ازواجِ مطہرات بھی شامل ہوں، تو عائشہ کا علم ان کے علم سے زیادہ ہوگا''[۱]

طبرانی نے ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

''اللہ کی قسم میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ ذہین، خوش کلام اور موثر مقرر نہیں دیکھا''[۲]

طبرانی نے عروہ کا یہ قول نقل کیا ہے :

''میں نے طب، فقہ اور اشعار میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ جانکار کسی خاتون کو نہیں دیکھا''[۳]

ابو نعیم نے ''حلیۃ الأولیاء'' میں جید سند سے ہشام بن عروہ عن أبیہ کی سند سے روایت کی ہے:

''میں نے کسی ایسے انسان کو نہیں دیکھا جو قرآن، فرائض، حلال و حرام، شاعری، عربوں کی تاریخ اور انساب کا عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ جانکار ہو''[۴]

---

[۱] طبرانی ''الکبیر'' (۲۳/ ۱۸۴)، وأوردہ الھیشمی فی ''مجمع الزوائد'' (۹/۱۵۳۱۸) وقال: رواہ الطبرانی مرسلاً ورجالہ ثقات۔

[۲] طبرانی (۲۳/ ۱۸۳)، وأوردہ الھیشمی فی ''مجمع الزوائد'' (۹/۱۵۳۱۹) وقال: رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح۔

[۳] طبرانی (۲۳/ ۱۸۲)، وأوردہ الھیشمی فی ''المجمع'' (۹/۱۵۳۱۷) وحسن اسنادہ بعد أن عزاہ للطبرانی۔

[۴] ابو نعیم ''حلیۃ الأولیاء'' (۲/۴۹/ ۵۰)

علمِ طب اور عائشہ رضی اللہ عنہا

ابو نعیم نے اپنی کتاب ''حلیۃ الأولیا'' میں ثقہ رجال کی سند سے روایت کی ہے کہ عروہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کرتے کہ امی جان! مجھے آپ کی فقاہت پر کچھ بھی تعجب نہیں، کیوں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی دختر ہیں۔ مجھے شاعری اور عربوں کی تاریخ کے متعلق آپ کی جانکاری پر بھی حیرت نہیں، کیوں کہ آپ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں جو اس معاملے میں لوگوں میں سب سے زیادہ جانکار تھے۔[۱]

لیکن اگر مجھے حیرانگی ہے تو علمِ طب سے آپ کی جانکاری پر۔ یہ کیسے آپ کو حاصل ہوا، اور کہاں سے اور کتنا زیادہ؟!

عروہ کہتے ہیں: یہ سن کر انہوں نے میرے کندھے پر مارا اور فرمایا: اے عروہ! دراصل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اخیر عمر میں بیمار رہا کرتے تھے، ہر علاقے سے وفود آپ کے یہاں آیا کرتے اور دوا کی تشخیص کرتے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علاج کرتی، یہیں سے مجھے علم طب کی جانکاری ملی۔

اس حدیث کو امام ذہبی نے ''سیر أعلام النبلاء'' میں سعید بن سلیمان عن أبی اسامہ عن ہشام عن أبیہ کی سند سے روایت کی ہے، عروہ نے بتایا:

''عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رہنے کا مجھے شرف حاصل ہوا میں نے تفسیر، فرائض، احادیث، اشعارِ عرب، عربوں کی تاریخ، قضاء، اور طب کا عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ جانکار نہیں دیکھا۔ میں نے عرض کیا: خالہ!

---

[۱] ابو نعیم ''حلیۃ الأولیا'' (۵۰/۲)

علمِ طب کی جانکاری آپ کو کہاں سے حاصل ہوئی؟ انہوں نے فرمایا: میں بیمار پڑتی تو آپ ﷺ میرے لئے دوا تجویز فرماتے اور کوئی بیمار پڑتا تو اس کے لئے دوا تجویز کی جاتی اور میں لوگوں کو ایک دوسرے کی بیماری کے لئے دوا تجویز کرتے سنتی اور اسے یاد کر لیتی۔

عروہ کہتے ہیں: علمِ طب کے تعلق سے ان کا زیادہ تر علم ان کے ساتھ ہی ختم ہو گیا، میں ان کے متعلق ان سے دریافت نہیں کر سکا۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ اس طرح ہیں، عروہ بتاتے ہیں: میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ علمِ طب کا جان کار کسی کو نہیں پایا۔ میں نے عرض کیا: اے خالہ! علمِ طب آپ نے کہاں سے سیکھا۔ فرمایا: میں لوگوں کو ایک دوسرے کے لئے دوا تجویز کرتے سنتی اور اسے یاد کر لیتی۔ [۱]

تقویٰ شعاری، دنیا سے بے زاری اور دریادلی

امام بخاری، امام مسلم اور دگر ائمۂ حدیث نے عروہ بن زبیر کی سند سے روایت کی ہے:

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ابوالقعیس کے بھائی افلح نے مجھ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی، اس وقت پردے کا حکم نازل ہو چکا تھا، میں نے کہا: جب تک میں اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ سے اجازت نہ لے لوں، اجازت نہیں دے سکتی، کیوں کہ اس کے بھائی ابوالقعیس نے مجھے دودھ نہیں پلایا ہے بلکہ ابوالقعیس کی بیوی نے مجھے دودھ پلایا ہے۔ [۲]

---

[۱] سیر أعلام النبلاء (۲/۱۸۲/۱۸۳) ورجالہ ثقات ورواہ البزار (۲۶۶۲) باتم منہ۔

[۲] بخاری (۴۷۹۶)، مسلم (۱۴۴۵)

نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! ابوالقعیس کے بھائی افلح نے مجھ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی، میں نے اجازت دینے سے انکار کر دیا، تاآنکہ آپ سے اجازت لے لوں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے چچا کو اجازت دینے سے کس چیز نے تمہیں روکا ہے؟

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مرد نے مجھے دودھ نہیں پلایا بلکہ ابوالقعیس کی بیوی نے مجھے دودھ پلایا ہے، فرمایا: ''تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں، وہ تمہارے چچا ہیں، انہیں اجازت دے دیا کرو''۔

عروہ کہتے ہیں: اسی بنا پر عائشہ رضی اللہ عنہا کا کہنا تھا کہ ''رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام سمجھو جنہیں نسب کی وجہ سے حرام سمجھتے ہو''۔

امام حاکم نے ہشام بن عروہ عن أبیہ کی سند سے روایت کی ہے:

معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک لاکھ درہم بھیجے، انہوں نے سارا لوگوں میں تقسیم کر دیا اور کچھ بھی نہیں بچا کر رکھا، ان کی آزاد کردہ خادمہ بریرہ نے عرض کیا: آپ روزہ سے ہیں، ایک درہم کا گوشت ہمارے لئے کیوں نہیں خرید لیا؟

عائشہ رضی اللہ عنہا بولیں: اگر تم نے اس وقت یاد دلایا ہوتا تو ہو سکتا تھا۔[۱]

امام احمد نے اپنی مسند میں محمد بن علی کی سند سے روایت کی ہے کہ: عائشہ رضی اللہ عنہا قرض لیا کرتی تھیں، ان سے عرض کیا گیا کہ: آپ کو قرض لینے کی کیا ضرورت ہے؟ بولیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ

[۱] امام حاکم (۴/۶۷۴۵)

فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس بندے کو قرض ادا کرنے کی نیت ہو تو اللہ عزوجل کی طرف سے اس کے لئے مدد ہوتی ہے، چنانچہ اللہ کی اس مدد کی چاہت میں ایسا کرتی ہوں۔ [۱]

ابو نعیم نے "حلیۃ الأولیاء" میں اور دگر ائمۂ حدیث نے مسروق سے روایت کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب کبھی میں نے شکم سیر ہو کر کھایا، میرے دل نے رونا چاہا، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال نے کبھی شکم سیر ہو کر نہیں کھایا تاآنکہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ [۲]

ابو نعیم ہی نے ابن المنذر کی سند سے روایت کی ہے کہ اُم ذرہ جو عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت گار تھیں، کہتی ہیں: عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس دو بوریے مال بھیجے گئے، اُم ذرہ کہتی ہیں کہ لگ بھگ وہ اسی ہزار یا ایک لاکھ درہم ہوں گے۔ انہوں نے ایک طشت منگوایا، اس دن وہ روزے سے بھی تھیں، اور لوگوں میں تقسیم کرنے بیٹھ گئیں، شام تک ان کے پاس ایک درہم بھی نہ بچا تھا۔

شام میں جب افطار کرنے بیٹھیں تو بولیں: لڑکی! میرا افطار لانا، وہ روٹی اور تیل لائی، اور عرض کیا: آج آپ نے جو درہم تقسیم کیا ہے، کیا ان میں سے ایک درہم کا گوشت نہیں منگوا سکتی تھیں جس سے ہم لوگ افطار کرتے؟

عائشہ رضی اللہ عنہا بولیں: اب کچھ مت بولو، اگر تم نے اس وقت یاد دلایا ہوتا تو کچھ کیا جا سکتا تھا۔

---

[۱] مسند امام احمد (۹/۲۵۰۴۷)، عائشہ رضی اللہ عنہا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور محتاجوں کی مدد کی خاطر قرض لیا کرتی تھیں۔

[۲] ابو نعیم "حلیۃ الأولیاء" (۴۸/۴۶/۲)

ابو نعیم نے ہی عروہ سے روایت کی ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا وہ ستر ہزار درہم تقسیم کر دیتیں، جب کہ خود ان کی زرہ کے گریبان میں پیوند لگا ہوتا۔

اور ہشام بن عروہ عن أبیہ کی سند سے روایت کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک لاکھ میں اپنا مال بیچا اور پھر لوگوں میں اسے تقسیم کر دیا، پھر محض جو کی روٹی پر افطار فرمایا۔ ان کی ایک آزاد کردہ لونڈی نے عرض کیا: کاش! آپ اس مال میں سے ایک درہم بچا لیتیں، جس سے ہم گوشت خریدتے، اور آپ بھی کھاتیں اور ہم بھی۔

اور عبدالرحمٰن بن القاسم کی سند سے روایت کی ہے کہ معاویہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو بطور ہدیہ کچھ کپڑے، چاندی اور کچھ ایسی چیزیں بھیجیں جو عائشہ رضی اللہ عنہا کے خزانے میں رکھی جائیں۔

جب عائشہ رضی اللہ عنہا نکلیں اور ان کی نظر ان چیزوں پر پڑی تو ان کی آنکھیں نم ہو گئیں، کہنے لگیں: لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ سب کچھ نہیں پایا، پھر انہوں نے اسے تقسیم کر دیا اور کچھ بھی نہیں بچایا، حالانکہ اس دن ان کے یہاں ایک مہمان بھی تھا۔

شام میں صرف روٹی اور زیتون کے تیل سے افطار کیا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ اکثر روزے سے ہی رہا کرتی تھیں) لونڈی نے عرض کیا: اُم المؤمنین! جو درہم آپ کو ہدیہ میں بھیجا گیا تھا اس میں ایک درہم کا اگر گوشت خرید لیتیں تو ہم بھی کھاتے؟

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جو ہے وہی کھاؤ ہمارے پاس کچھ بھی باقی نہیں ہے۔

عبدالرحمٰن کہتے ہیں: عائشہ رضی اللہ عنہا کو چند ٹوکریاں انگور بھیجی گئیں، خادمہ نے ایک ٹوکری اٹھا لی، عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کی جان کاری نہیں تھی۔ رات میں خادمہ انگور کی وہ ٹوکری عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس لائی۔ تو

انہوں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ بولی اے اُم المؤمنین! یہ ٹوکری میں نے بچالی تھی تاکہ ہم لوگ کھائیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اللہ کی قسم! میں اس میں سے ایک خوشہ بھی نہیں کھاؤں گی۔

ابو نعیم نے ہی شعیب بن الحبحاب کی سند سے روایت کی ہے :

ابو سعید رضی اللہ عنہ جو عائشہ رضی اللہ عنہا کے دودھ شریک بھائی تھے، نے بتایا کہ ایک بار میں عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا وہ اپنا نقاب ٹانک رہی تھیں۔

میں نے عرض کیا: اے اُم المؤمنین! کیا اللہ عزوجل نے آپ کو وسعت نہیں دی ہے؟

فرمایا: جس کے پاس پرانے کپڑے نہ ہوں اس کے پاس نیا نہیں ہو سکتا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کی حق گوئی

امام ذہبی نے اپنی کتاب ''سیر أعلام النبلاء'' میں زہری عن القاسم بن محمد کی سند سے روایت کی ہے کہ جس سال معاویہ نے حج کیا، اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی تشریف لے گئے، عائشہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو کے وقت صرف ان کے آزاد کردہ غلام ذکوان حاضر تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے معاویہ سے فرمایا: کیا تم اس بات سے مامون ہو کہ میں نے ایک آدمی کو چھپا رکھا ہے جو میرے بھائی محمد کے قتل کے بدلے تمہاری گردن اڑادے؟ معاویہ نے کہا: آپ نے سچ کہا۔

دوسری روایت میں ہے کہ معاویہ نے کہا: آپ ایسا نہیں کریں گی۔ پھر عائشہ نے انہیں نصیحت کی اور کتاب وسنت کی پیروی پر ابھارا۔ [۱]

---

[۱] امام ذہبی ''سیر أعلام النبلاء'' (۱۸۶/۲)

ذہبی ہی نے اپنی کتاب میں ابو عتیق کی سند سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب ابن عمر کا گذر ہو تو مجھے بتانا، جب ابن عمر کا گذر ہوا تو ان سے کہا گیا کہ یہ رہے ابن عمر۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے ابو عبدالرحمٰن تمہیں میرے ساتھ چلنے سے کس چیز نے روکا؟[۱]

ابن عمر نے کہا: میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو آپ پر بھاری پڑ رہا تھا یعنی عبداللہ بن زبیر۔

عفو و درگذر

امام ذہبی نے ''سیر أعلام النبلاء'' میں روایت کی ہے کہ عوف بن طفیل بن الحارث الأزدی (جو عائشہ رضی اللہ عنہا کے ماں شریک بھائی ہیں) نے بیان کیا: عبداللہ بن زبیر عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک گھر میں رہا کرتے تھے جسے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیچ دیا، اس گھر کو بیچنے کی وجہ سے عبداللہ ناراض ہو گئے اور کہا کہ عائشہ اس گھر کو بیچنے سے باز رہیں ورنہ اس گھر پہ تصرف سے روک دوں گا۔[۲]

عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب معلوم ہوا تو پوچھا کہ کیا انہوں نے ایسا کہا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ہاں! عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! میں ان سے کبھی بات نہیں کروں گی تا آنکہ موت میرے اور ان کے بیچ جدائی پیدا کر دے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کا بہت دنوں تک ان سے قطع تعلق رہا۔ اس کی وجہ سے عبداللہ بن زبیر کے سارے معاملے میں نقص پیدا ہو گیا۔ عبداللہ بن زبیر نے ہر اس شخص سے سفارش کروائی جس کے بارے

---

[۱] ذہبی (۲/۱۹۳)۔ یہاں ساتھ چلنے سے مراد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا پیچھا کرنا ہے، اس وقت ابن عمر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں تھے۔

[۲] امام ذہبی ''سیر أعلام النبلاء'' (۲/۱۸۳/۱۸۴)

میں ان کا خیال تھا کہ وہ عائشہ پر بھاری پڑیں گے، لیکن عائشہ رضی اللہ عنہا نے عبداللہ بن زبیر سے بات کرنے سے انکار کردیا۔

جب زیادہ عرصہ گزر گیا تو انہوں نے مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن الأسود بن عبدیغوث سے بات کی کہ وہ دونوں انہیں اپنی چادر میں لپیٹ لیں پھر عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنے کی اجازت طلب کریں۔ جب عائشہ ان دونوں کو اجازت دے دیں تو دونوں پوچھیں کہ کیا ہم تمام کو اندر آنے کی اجازت ہے؟ اس طرح یہ دونوں عبداللہ بن زبیر کو عائشہ کے پاس لے جانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ چنانچہ ان دونوں نے ایسا ہی کیا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہاں تم تمام لوگوں کو اندر آنے کی اجازت ہے، تمام لوگ آجائیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم نہ تھا کہ ان میں عبداللہ بن زبیر بھی ہیں۔

ان دونوں کے ساتھ عبداللہ بن زبیر بھی اندر آگئے، اور چادر ہٹائی اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے گلے لگ کر رونے لگے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی بہت زیادہ روئیں۔ عبداللہ بن زبیر نے اللہ اور رشتے کا واسطہ دیا اور مسور اور عبدالرحمٰن نے بھی اللہ اور رشتے کا واسطہ دیا، ساتھ ہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی بتائی: ”کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھے“۔ جب ان لوگوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہت زیادہ منت سماجت کی تو عائشہ رضی اللہ عنہا عبداللہ بن زبیر سے ہم کلام ہوئیں۔ جبکہ عبداللہ بن زبیر کو ڈر تھا کہ وہ ان سے بات نہیں کریں گی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں اپنا مال دے کر یمن بھیجا، جس سے چالیس غلام خریدے گئے اور ان کی طرف سے غلاموں کو انہوں نے آزاد کردیا۔

عوف کہتے ہیں: اس کے بعد جب کبھی عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی وہ منت یاد آتی تو اس قدر روتیں کہ ان کی اوڑھنی تر ہو جاتی۔ [۱]

---

[۱] اس واقعہ کو ابو نعیم نے بھی ”حلیۃ الأولیاء“ (۴۹/۲) میں ذکر کیا ہے۔

امام حاکم نے اپنی کتاب ''مستدرک'' میں ابن ابی ملیکہ کی سند سے روایت کی ہے کہ جب عائشہ رضی اللہ عنہا بیمار پڑیں تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں اجازت دینے سے انکار کر دیا، عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے بھتیجوں نے کہا کہ انہیں اجازت دے دیجئے کیوں کہ وہ آپ کے بہترین فرزند ہیں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میرے سامنے ان کی صفائی مت دو، لیکن وہ لوگ مسلسل اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عبداللہ بن عباس کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ جب ابن عباس ان کے پاس گئے تو عرض کیا: یہ آپ کی خوش نصیبی ہے کہ آپ کو اُم المومنین کا خطاب ملا ورنہ آپ کی ولادت سے پہلے آپ کا کوئی نام و شمار نہ تھا، آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چہیتی بیوی تھیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف اچھی چیز پسند فرماتے تھے اور اپنے محبوب لوگوں سے آپ کی ملاقات میں صرف موت ہی حد فاصل ہے۔ [۱]

ابواء کی شب آپ کا ہار گر گیا تھا، اور اس معاملے میں اللہ نے مسلمانوں کو بہتری عطا کی، اور آیت تیمم نازل فرمائی، آپ کے سلسلے میں قرآن کی آیات نازل ہوئیں، مسلمانوں کی ہر مسجد میں شب و روز آپ کے عذر کی بات تلاوت کی جاتی ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے ابن عباس میرا تزکیہ چھوڑو، میں چاہتی ہوں کہ کاش میں بھلا دی جاؤں۔ [۲]

---

[۱] امام حاکم ''مستدرک'' (۴/۶۷۲۶)

[۲] امام حاکم کہتے ہیں: یہ صحیح الاسناد حدیث ہے۔ بخاری و مسلم میں موجود نہیں۔ اور امام ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقام

امام حاکم نے "مستدرک" اور امام ذہبی نے "سیر أعلام النبلاء" میں عمر بن سعید بن ابی حسین کی سند سے روایت کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ابو عمرو ذکوان نے بتایا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس عراق سے کچھ دراز آئے جن میں جواہرات تھے، انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کی قیمت کی بابت پوچھا، ان لوگوں نے کہا: امیر المؤمنین! ہمیں نہیں معلوم اس کی کیا قیمت ہو سکتی ہے۔ پھر ان جواہرات کی تقسیم کے تعلق سے وہ لوگ پس و پیش میں پڑ گئے، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آپ لوگ اجازت دیں تو اسے عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھیج دوں، چونکہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی چہیتی تھیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: ٹھیک ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے وہ جواہرات عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھجوا دیئے۔ جب عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس وہ جواہرات پہنچے تو بولیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عمر کو کیا کیا ملنے لگے ہیں؟! اے اللہ! تو مجھے عمر کے تحفے قبول کرنے کے لائق نہ چھوڑ۔[۱]

امام حاکم کہتے ہیں:

اگر ابو عمرو ذکوان کا سماع ثابت ہو جاتا ہے تو پھر یہ حدیث صحیح ہے اور شیخین کی شرطوں پر ہے۔ امام ذہبی کہتے ہیں: مرسل حدیث ہے۔

امام حاکم ہی نے مستدرک میں ابو اسحاق عن مصعب بن سعد عن سعد کی سند سے روایت کی ہے کہ بدری صحابہ کا عطیہ چھ ہزار تھا[۲] اور اُمہات المؤمنین کا دس ہزار، سوائے تین کے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کے

---

[۱] امام حاکم "مستدرک" (۴/۶۷۲۵) اور امام ذہبی نے "سیر أعلام النبلاء" (۲/۱۹۰)

[۲] یعنی بیت المال سے۔

بارے میں عمر رضی اللہ عنہا کا کہنا تھا کہ انہیں دو ہزار اضافی دوں گا، چونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی تھیں، اور صفیہ اور جویریہ رضی اللہ عنہما کا سات ہزار تھا۔[۱]

امام حاکم نے ایک دوسری مختصر روایت میں مصعب بن سعد کی سند سے اس طرح روایت کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اُمہات المؤمنین کے لئے دس ہزار عطیہ مقرر فرمایا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کا دو ہزار زیادہ، اور فرمایا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی تھیں۔[۲]

طبرانی نے عمرو بن الحارث بن المصطلق کی سند سے روایت کی ہے کہ زیاد نے اُمہات المؤمنین کی خدمت میں کچھ دولت بھیجی اور عائشہ رضی اللہ عنہا کو کچھ زیادہ بھیجا، تو قاصد اس بابت اُم سلمہ سے معذرت کرنے لگا۔

اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

زیاد کو معذرت کی ضرورت نہیں، کیوں کہ زیاد سے افضل شخص عائشہ کو ہم پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔[۳]

---

[۱] امام حاکم (۴/۶۷۲۴)۔ امام حاکم کہتے ہیں: یہ ایک صحیح اور شیخین کی شرط پر حدیث ہے حالانکہ ان دونوں نے اسے اپنی کتابوں میں جگہ نہیں دی ہے چونکہ مطرف بن ظریف نے اسے مرسلاً روایت کی ہے۔

[۲] امام حاکم (۶۷۲۳)

[۳] اسے ہیثمی نے "مجمع الزوائد" (۹/۱۵۳۱۴) میں ذکر کیا ہے اور طبرانی کی "الأوسط" کی طرف منسوب کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت

ابن حبان نے اپنی صحیح میں جید سند سے روایت کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب عبداللہ بن الزبیر پیدا ہوئے تو میں اسے لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی، آپ نے اس کے منہ میں اپنا لعاب مبارک ڈالا، اور وہ پہلی چیز تھی جو اس کے پیٹ میں گئی، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا نام عبداللہ ہوگا اور تم اُم عبداللہ ہوگی اس کے بعد میری یہی کنیت تھی، جب کہ میری گود ہمیشہ سونی رہی۔ [۱]

امام احمد، عبدالرزاق، ابوداؤد، اور دگر ائمۂ حدیث [۲] نے شیخین کی شرط کے مطابق صحیح سند سے ہشام بن عروہ عن أبیہ کے طریق سے روایت کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ!

---

[۱] ابن حبان (۷۱۱۷)

[۲] امام احمد (۹/۲۴۸۱۰)، عبدالرزاق (۱۹۸۵۸)، ابوداؤد (۴۹۷۰) اور اسے مسلم (۲۱۴۶) نے ہشام بن عروہ کی سند سے اس طرح روایت کی ہے: مجھ سے عروہ بن زبیر اور فاطمہ بنت المنذر بن زبیر نے بیان کیا کہ اسماء بنت ابی بکر ہجرت کے لئے نکلیں تو عبداللہ بن زبیر ان کے پیٹ میں تھے، قبا پہنچنے پر عبداللہ کی پیدائش ہوئی، وہ بچے کو لے کر بطور تحنیک رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں، رسول اللہ ﷺ نے بچے کو اپنی گود میں رکھا پھر ایک کھجور منگوائی، عائشہ کہتی ہیں: ہم کھجور کی تلاش میں لگ گئے، جب کھجور ملی تو آپ ﷺ نے اسے چبایا پھر بچے کے منہ میں ڈالا۔ گویا اس کے پیٹ میں جانے والی سب سے پہلی چیز رسول اللہ ﷺ کا لعاب تھا۔ اسماء کہتی ہیں: پھر آپ ﷺ نے بچے کے سر پہ ہاتھ پھیرا، اسے دعائیں دیں اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ جب عبداللہ سات یا آٹھ سال کے ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ کے پاس بیعت کے لئے آئے۔ دراصل زبیر نے انہیں ایسا کرنے کا حکم دیا تھا جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنی جانب آتے دیکھا تو مسکرائے پھر بیعت لی۔

میری ہر سوتن کی کنیت ہے (اور میری نہیں؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے بیٹے عبداللہ کے نام کی کنیت رکھ لو۔ یعنی بھانجے کے نام پر۔

مسدد جو اس حدیث کے راوی ہیں کہتے ہیں: یہاں عبداللہ سے مراد عبداللہ بن زبیر ہیں اور انہی کے نام پر عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت اُم عبداللہ تھی۔

اور بخاری نے "الأدب المفرد" میں یحيٰ بن عباد بن حمزہ کی سند سے روایت کی ہے: عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے اپنی تمام بیویوں کی کنیت مقرر کر رکھی ہے، میرے لئے بھی کوئی کنیت تجویز فرمادیجئے، فرمایا: اپنی بہن کے بیٹے عبداللہ کی کنیت رکھ لو۔ [۱]

"الادب المفرد" ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ میرے لئے کوئی کنیت مقرر نہیں فرمائیے گا؟ فرمایا: اپنے بیٹے کے نام کی کنیت رکھ لو۔ [۲]

یعنی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے نام کی، چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت اُم عبداللہ ہوگئی۔

عقل وفرزانگی

امام بخاری، امام مسلم اور دگر ائمۂ حدیث نے سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف کی سند سے روایت کی ہے: عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ اپنی بیویوں کو یہ اختیار دیں کہ یا تو وہ آپ کے پاس رہیں یا چاہیں تو طلاق لے لیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے میرے پاس آئے

[۱] بخاری "الأدب المفرد" (۸۵۰)

[۲] بخاری "الأدب المفرد" (۸۵۱)

اور فرمایا: تجھ سے ایک بات کہتا ہوں، اس میں جب تک اپنے والدین سے مشورہ نہ لے لو جلدی نہ کرنا، حالانکہ آپ خوب جانتے تھے کہ میرے والدین کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدگی کی رائے نہیں دیں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ۝ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴾

''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو، اگر تم دنیا کی زندگی اور زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا دوں اور تمہیں بہتر طور پر رخصت کر دوں اور اگر تمہارا مقصود اللہ، رسول اور آخرت کا گھر ہے تو (یقین مانو کہ) تم میں سے نیک کام کرنے والیوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت زبردست اجر تیار کر رکھا ہے''۔ (الأحزاب: ۲۸-۲۹)

میں نے عرض کیا: کیا بس اسی معاملہ میں میں اپنے والدین کی صلاح لوں؟ میں تو اللہ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر کی طالب ہوں۔

پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویوں نے وہی جواب دیا جو میں نے دیا تھا۔[۱] (الفاظ صحیح مسلم کے ہیں) اور ابن سعد نے اپنی ''طبقات'' میں کثیر بن ہشام کی سند سے روایت کی ہے:

جعفر بن بُرقان نے کہا کہ میں نے زہری سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا جو اپنی بیوی کو (علیحدگی یا ساتھ رہنے) کا اختیار دیتا ہے اور اس کی بیوی اس کے ساتھ رہنا پسند کرتی ہے تو زہری نے بتایا کہ مجھ

---

[۱] صحیح بخاری (۴۷۸۵) اور صحیح مسلم (۱۴۷۵)

سے عروہ بن زبیر نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور کہا کہ میں تم سے ایک بات کہہ رہا ہوں جب تک اپنے والدین سے اس بابت مشورہ نہ کرلینا جلد بازی میں کوئی فیصلہ نہ کرنا۔ میں نے عرض کیا: کون سی بات؟ تو آپ نے مجھے یہ آیت پڑھ کر سنائی:

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا ﴾ تا ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾

”اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو...اور اللہ نے تم میں سے نیکوکاروں کے لئے اجر تیار کر رکھا ہے“۔ (الأحزاب: ۲۸-۲۹)

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے عرض کیا: کیا آپ اسی بابت اپنے والدین سے مشورہ کا حکم دے رہے ہیں؟ میں تو اللہ، اس کا رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہوں، نبی کریم ﷺ یہ سن کر بہت خوش ہوئے، اور یہ بات انہیں بے حد پسند آئی اور ساتھ ہی فرمایا کہ جو بات میں نے تم پر پیش کی ہے تمہاری دگر سوتنوں پر پیش کروں گا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: لیکن آپ انہیں میری پسند نہیں بتائیے گا۔ لیکن آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ بات قبول نہیں کی۔ آپ دگر ازواج سے وہی کہتے جو عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا تھا، ساتھ ہی کہتے کہ عائشہ نے اللہ کا رسول اور آخرت کا گھر چنا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں اختیار دیا تھا اور ہم اسے طلاق نہیں سمجھتے۔ [۱]

امام بخاری اور دگر ائمۂ حدیث نے ہشام بن عروہ عن أبیہ کی سند سے روایت کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

---

[۱] ابن سعد ”طبقات“ (۸/۶۷/۶۸)

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! بتائیے کہ اگر آپ کسی وادی میں جائیں جہاں ایک ایسا درخت ہو جس کے پتے کھائے گئے ہوں اور ایک ایسا بھی جس کے پتے ابھی نہیں کھائے گئے ہوں تو اپنے اونٹ کو کس پیڑ کا پتہ چرائیں گے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پیڑ کا جس کا پتہ نہیں چرایا گیا ہو۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاوہ کسی دوسری کنواری سے شادی نہیں فرمائی۔[۱]

ذہانت و فصاحت

ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''صفۃ الصفوۃ'' (۶/۳۳) میں روایت کی ہے:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا کہ کچھ لوگ ابو بکر رضی اللہ عنہ پہ کیچڑ اچھال رہے ہیں، تو ان لوگوں کو بلوایا، جب وہ لوگ حاضر ہو گئے تو پردہ گرایا اور پردے کے پیچھے قریب آکر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجا، ان لوگوں کو ڈانٹا پھٹکارا اور پھر یہ تقریر فرمائی:

''میرے والد! تمہیں کیا معلوم میرے والد کیا تھے؟ لوگ ان پر کیچڑ اچھالتے ہیں جب کہ وہ عظمت و رفعت کے بلند و بالا پہاڑ اور شجر سایہ دار تھے۔ ان کی شخصیت تو عیب جوؤں کی عیب جوئی سے پرے ہے۔ ان کی بابت تمام بدگمانیاں صحت و صداقت سے دور ہیں، وہ اس وقت کامیاب و کامران تھے جب کہ تم ناکام و نامراد تھے، جب تم منزل کی رسائی سے کوسوں دور تھے اس وقت وہ وہاں کسی شہسوار کی طرح پہنچ چکے تھے، اپنی جوانی میں وہ قبیلۂ قریش کے سپاہی اور بڑھاپے

[۱] صحیح بخاری (۵۰۷۷)

میں ان کی جائے پناہ تھے۔ ناداروں کو دینے والے اور بکھروں کو جمع کرنے والے تھے جس کی وجہ سے وہ لوگوں میں ہر دل عزیز ہو چکے تھے۔

پھر وہ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں چٹان اور سخت جان بن گئے، اپنے جوش وجذبے میں ڈٹے رہے یہاں تک کہ انہیں اپنے گھر کے سامنے اپنے اللہ کی عبادت کے لئے مسجد بنانی پڑی، جہاں وہ اہل باطل کے ذریعہ متروک شئے یعنی ایک اللہ کی عبادت وتوحید کو زندہ کررہے تھے۔ اللہ انہیں اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے۔ وہ ایک اشک بار، نرم دل اور رقت آمیز آواز والے تھے۔ ان کی آواز سن کر مکہ کی خواتین اور بچے ان سے عبرت حاصل کرنے کے بجائے ان کا مذاق اڑانے لگے۔ ”اللہ بھی ان کا مذاق اڑاتا ہے اور انہیں ان کی سرکشی اور بہکاوے میں بڑھاوادیتا ہے“۔(بقرہ:۱۵)

یہ چیز صنادید قریش کو ناگوار گذری، چنانچہ ابو بکر کے لئے ان کے کمان ٹیڑھے ہوگئے اور ان کے تیر ان پر برسنے لگے، ان لوگوں نے آنجناب کو مشق ستم بنایا، لیکن وہ لوگ ان کے فولادی عزم اور ایمان کو نہیں توڑ سکے، وہ اپنے عقیدہ ویقین پہ ثابت قدم رہے۔ یہاں تک کہ جب دین دلوں میں سرایت کرنے لگا اور اس کی میخیں مضبوط ہوگئیں اور لوگ گروہ در گروہ اس میں داخل ہونے لگے تو اللہ نے اپنے نبی کو بلالیا۔

جب آنحضرت ﷺ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی تو شیطان نے اپنا سایہ دراز کیا، اپنے پر پھیلائے اور پھندے ڈالے۔ اور کچھ لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوگئی کہ اب ان کی تمنائیں پوری ہوں گی جب کہ ان کی یہ خام خیالی تھی۔ میرے والد صدیق لوگوں میں موجود تھے، وہ اس فتنۂ ارتداد کے مقابلہ کے لئے کمر کس کر پوری تیاری کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے۔ چنانچہ اسلام کی خوشبو کو اس کے رخ پہ موڑدیا، اس کی شیرازہ بندی کی، اس کی کجی کو دور کیا، اس طرح آپ کے دم قدم سے نفاق پسپا ہوا، دین اسلام سے خطرات کے بادل چھٹ گئے، اور دین سربلند وسرخرو ہوا۔

جب آپ نے حق، حق دار تک پہنچادیا، سروں کو کندھوں پر مضبوط کر دیااور لوگ اپنی جان ومال پر مامون ہو گے، تو ان کا وقتِ موعود آ گیا، لیکن وہ رحم و کرم اور اخلاق وانصاف میں اپنا ایک ہم سر چھوڑ گئے۔ یہ کوئی اور نہیں خطاب کے بیٹے عمر تھے۔ اللہ کی قسم! ان کو پیدا کرنے والی اور دودھ پلانے والی خاتون بڑی باکمال تھیں۔ انہوں نے کفر کو ذلیل اور رسوا کیااور شرک کی کمر توڑ دی، زمین کو پھاڑا تواس نے اپنے اندر کی چیزیں نکال کر ان کے سامنے کر دی۔ دنیاان کے پیچھے بھاگی چلی آتی اور وہ اس سے منہ پھیرتے۔

وہ دنیاکے مال ومتاع سے دور ہی رہے اور جس حال میں دنیاسے آئے تھے اسی حال میں یہاں سے رخصت ہو گئے۔ اب تم لوگ مجھے بتاؤ کہ ابو بکر کی زندگی میں کون ساشک ہے ؟اور کس دن کا تم ان سے بدلہ لینا چاہتے ہو؟ کیااس وقت کا جب کہ وہ تمہارے درمیان زندہ تھے اور انصاف کر رہے تھے یااس دن کا جب وہ تمہاراانتظام کر کے دنیاسے کوچ کر گئے ؟ میں اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے بخشش چاہتی ہوں"۔

آزمائش، عائشہ رضی اللہ عنہا کی ثابت قدمی اور ساتویں آسمان کے اوپر سے ان کی پاک دامنی کی شہادت

امام بخاری اور دگر ائمۂ حدیث نے روایت کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کاارادہ کرتے تواپنی زوجات کے مابین قرعہ اندازی کرتے، جن کے نام کا قرعۂ فال نکل جاتااسے اپناہم سفر بنالیتے، ایک سفر (غزوۂ مریسیع) پہ جب آپ نکلنے لگے تو میرا نام

نکلا، میں آپ کے ساتھ نکل پڑی، یہ پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد کی بات ہے، میں ایک ہودج میں سوار رہتی اور اس میں بیٹھے بیٹھے مجھ کو اتارا جاتا، ہمارا سفر اسی طرح جاری رہا، یہاں تک کہ آپ اس غزوہ سے فارغ ہو کر لوٹنے لگے، جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو ایک رات آپ نے کوچ کا حکم دیا، میں یہ حکم سنتے ہی اٹھی اور لشکر سے آگے نکل گئی، جب میں اپنی ضرورت سے فارغ ہو کر اپنے ہودج کے پاس آئی اور سینہ پر ہاتھ پھیرا تو معلوم ہوا کہ ظفار کے کالے نگینوں کا ہار جو میں پہنے ہوئی تھی ٹوٹ کر کہیں گر گیا ہے، میں اسے تلاشنے کے لئے لوٹی اور تلاش میں لگ گئی۔ میرا ہودج اٹھانے والے لوگ آئے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ میں اسی میں ہوں، انہوں نے اس کو اٹھالیا اور جس اونٹ پر میں سوار ہوا کرتی تھی، اس پر لاد دیا، اس زمانے میں خواتین ہلکی پھلکی ہوا کرتی تھیں، بھاری بھر کم نہ تھیں، نہ ان کے جسم پر زیادہ گوشت تھا، ذرا سا کھانا کھایا کرتی تھیں، اسی لئے جب ان لوگوں نے میرا ہودج اٹھایا تو اسے معمول کے مطابق بوجھل سمجھ کر اٹھالیا، کیوں کہ میں بھی اس وقت ایک کم سن (دبلی پتلی) لڑکی تھی، وہ لوگ اونٹ کو اٹھا کر چل دیئے، لشکر کی روانگی کے بعد میرا ہار مل گیا، جب میں لوگوں کے ٹھکانے پر آئی تو وہاں کوئی نہ تھا، میں اس جگہ جا کر بیٹھ گئی جہاں اتری تھی، میں یہ سمجھی کہ جب لوگ مجھے قافلہ میں نہیں پائیں گے تو اسی جگہ لوٹ کر آئیں گے، بیٹھے بیٹھے میری آنکھ لگ گئی اور میں سو گئی۔

صفوان بن معطل سُلَمی ذکوانی ایک شخص تھے جو قافلہ کے پیچھے رہا کرتے تھے، میری جگہ پر آئے تو ان کو ایک آدمی سوتا ہوا دکھائی دیا، جب میرے قریب آئے تو مجھ کو پہچان لیا، کیوں کہ پردے کا حکم اترنے سے پہلے وہ مجھ کو دیکھا کرتے تھے، انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا۔ ان کی آواز سن کر میں جاگ اٹھی، انہوں نے اپنا اونٹ بیٹھایا، اس کے ایک ہاتھ پر پیر رکھا، میں اس اونٹ پر سوار ہو گئی، وہ پیدل اونٹ کو لئے چل پڑے اور قافلہ میں اس وقت پہنچے جب ٹھیک دوپہر کو

لوگ استراحت کی غرض سے اپنی اپنی سواریوں سے اتر چکے تھے، اب جس کی قسمت میں تباہی تھی وہ تباہ ہوااور عبداللہ بن ابی بن سلول تہمت لگانے والوں کا سردار بنا۔

میں مدینہ آئی اور ایک مہینہ تک بیمار رہی، لوگ اس طوفان کا چرچا کرتے رہے، میں تو بیمار تھی، مجھے یوں شک پیدا ہوا کہ آپ ﷺ کی وہ مہربانی میں نہیں پارہی تھی جو بیماری کی حالت میں مجھ پر ہوا کرتی تھی، آپ صرف اندر آتے، سلام کرتے اور یہ پوچھ کر چلے جاتے کہ اب کیسی ہے؟ مجھے اس طوفان کی خبر تک نہ ہوئی تاآنکہ میں بے حد کمزور ہوگئی۔

ایک بار میں اور مِسطح کی ماں دونوں ''مناصع'' کی طرف نکلے وہاں ہم قضائے حاجت کیلئے جایا کرتے تھے، اور صرف رات ہی کو جایا کرتے۔ اس زمانے میں ہمارے گھروں کے قریب جائے ضرورت نہیں ہوا کرتی تھی اور پچھلے زمانے کے عربوں کی طرح جنگل میں یا باہر دور جاکر قضائے حاجت کیا کرتے تھے۔ خیر، میں اور مسطح کی ماں (سلمیٰ) بنت ابی رہم ہم دونوں جارہے تھے۔ وہ اپنی چادر میں اٹک کر پھسلی اور کہنے لگی ہائے! مسطح تباہ ہوگیا، میں نے کہا: یہ کیا بری بات منہ سے نکالتی ہے تو ایسے شخص کو برا کہہ رہی ہے جو بدر کی لڑائی میں شریک تھا، وہ کہنے لگی: ارے بھولی بھالی! تجھ کو کچھ خبر بھی ہے، لوگوں نے کیا طوفان اٹھایا ہے؟ پھر اس نے مجھ سے یہ طوفان بیان کیا۔

ایک تو میں بیمار تھی دوسرے یہ سن کر اور زیادہ بیمار ہوگئی، جب میں اپنے گھر پہنچی تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے، سلام کیا اور پوچھا: اب کیسی ہو؟ میں نے عرض کیا: مجھ کو میرے والدین کے پاس جانے کی اجازت دے دیجئے۔ میرا مقصد یہ تھا کہ میں ان کے پاس جاکر اس خبر کی تحقیق کروں۔

رسول اللہ ﷺ نے مجھے اجازت دے دی۔ میں اپنے والدین کے پاس پہنچی اور اماں جان سے پوچھا کہ لوگ یہ کیا باتیں بنارہے ہیں؟ انہوں نے کہا: بیٹا! تو ایسی باتوں کی پرواہ نہ کر، یہ تو زمانے کا

دستور ہے، جہاں کسی مرد کو کوئی گوری چٹی خوبصورت عورت ملی اور مرد کو اس سے محبت ہوئی تو اس کی سوتنیں اس قسم کی بہت باتیں کیا کرتی ہیں۔

میں نے کہا: سبحان اللہ! کیا لوگوں میں اس کا چرچا ہو گیا؟

(انہوں نے کہا: ہاں!) خیر میں نے وہ رات اس طرح کاٹی کہ ساری رات نہ میرے آنسو تھمے نہ مجھ کو نیند آئی۔

جب صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابی طالب اور اسامہ بن زید دونوں کو بلوا بھیجا، کیونکہ اس وقت تک اس سلسلے میں کوئی وحی آپ ﷺ پر نہیں اتری تھی، آپ ﷺ نے ان سے یہ صلاح لی کہ کیا میں عائشہ کو چھوڑ دوں، اسامہ کے دل میں جو آپ ﷺ کی بیویوں سے محبت تھی، انہوں نے ویسی ہی رائے دی، کہنے لگے! یا رسول اللہ! عائشہ آپ کی بیوی ہے اور ہم تو اس کو پاک دامن ہی سمجھتے ہیں، خدا کی قسم! اور علی بن ابی طالب نے کہا کہ یا رسول اللہ! اللہ نے آپ پر کچھ تنگی نہیں کی، عائشہ نہ سہی تو نہ سہی، عورتوں کی کیا کمی ہے۔ آپ عائشہ کی لونڈی (بریرہ) سے ان کا حال پوچھئے وہ سچ سچ کہہ دے گی۔

آپ ﷺ نے بریرہ کو بلوایا اور پوچھا: کیا تو نے عائشہ میں کوئی شک کی بات کبھی دیکھی ہے؟ وہ کہنے لگی نہیں، قسم ہے اس کی جس نے سچائی کے ساتھ آپ کو بھیجا ہے! میں نے تو اس میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس پر عیب لگاؤں۔ ہاں یہ تو ہے کہ وہ ابھی کمسن بچی ہے آٹا چھوڑ کر سو جاتی ہے، بکری آ کر آٹا کھا جاتی ہے۔

یہ سن کر آپ ﷺ اسی دن خطبہ سنانے کھڑے ہوئے اور عبداللہ بن ابی بن سلول کی شکایت کی (اس کو سزا دلوانا چاہا) آپ ﷺ نے فرمایا: کون میرا بدلہ لے گا؟ اس (منافق مردود) شخص سے

جس نے میری بیوی پر تہمت لگائی ہے۔ اللہ کی قسم! میں تو اپنی بیوی کو اچھا ہی سمجھتا ہوں، اور جس مرد سے تہمت لگاتے ہیں، میں اس کو بھی نیک ہی جانتا ہوں، وہ کبھی میری بیوی کے پاس نہیں آتا تھا مگر میرے ساتھ۔

یہ سن کر سعد بن معاذ کھڑے ہوئے (جو اس قبیلے کے سردار تھے) کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! میں آپ کا بدلہ لیتا ہوں، اگر وہ شخص "اوس" میں کا ہے تو ہم اس کی گردن اڑا دیں گے اور اگر ہمارے بھائی "خزرج" میں کا ہے تو جیسا آپ حکم دیں گے وہ ہم بجالائیں گے۔ سعد بن عبادہ جو خزرج کے سردار تھے، اور اس سے پہلے وہ نیک آدمی تھے، لیکن اس وقت اُن کے اندر کی زمانۂ جاہلیت کی عصبیت ابھر آئی تھی، سعد بن معاذ سے کہنے لگے: اللہ کی قسم! تو جھوٹ کہتا ہے نہ تو اس کو مارے گا نہ ایسا کر سکے گا۔ یہ سن کر اسید بن حضیر (جو اوس قبیلے کے تھے) کھڑے ہوئے اور سعد بن عبادہ سے کہنے لگے: چل بے جھوٹے، پروردگار کی بقا کی قسم! واللہ! ہم تو اسے ضرور قتل کریں گے اور تو بیشک منافق ہے جبھی تو منافقوں (عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کی) طرف داری کر رہا ہے۔ یہ کہنا ہی تھا کہ اوس اور خزرج دونوں طرف کے لوگ کھڑے ہو گئے اور ہتھیار چلنے ہی کو تھا کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر سے اترے اور ان کو ٹھنڈا کیا۔ وہ خاموش ہو گئے، آپ بھی خاموش رہے۔ ادھر میرا یہ حال تھا کہ سارا دن روتے گذرتا، نہ آنسو رکتا تھا اور نہ دم بھر نیند آتی تھی، میرے والدین میرے پاس آ گئے، میں دو رات اور ایک دن سے لگاتار رو رہی تھی یہاں تک کہ میں سمجھی کہ رونے کی وجہ سے میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔

وہ میرے پاس ہی بیٹھے تھے، میں رو رہی تھی، اتنے میں ایک انصاری عورت نے اندر آنے کی اجازت چاہی، وہ بھی آ کر بیٹھ گئی اور میرے ساتھ رونے لگی، ہم اسی حال میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ

تشریف لائے، اور بیٹھ گئے۔ اس سے پہلے جس دن سے یہ طوفان اٹھا تھا، آپ میرے پاس بیٹھتے ہی نہ تھے، پورا ایک مہینہ آپ اسی تردد میں رہے، میرے سلسلے میں کوئی وحی نہیں آئی۔

آپ ﷺ نے تشہد پڑھا اور فرمایا: عائشہ! مجھے تیری طرف سے ایسی ہی خبر پہنچی ہے، اگر تو پاک دامن ہے، تو اللہ تیری پاک دامنی کھول دے گا اور اگر تو واقعی پھنس گئی ہے تو اللہ سے بخشش مانگ، توبہ کر، جب بندہ توبہ کرتا ہے، اور گناہ کا اقرار کرتا ہے تو اللہ معاف کر دیتا ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ اپنی بات ختم کر چکے تو میرے آنسو دفعتاً بند ہو گئے، ایک قطرہ بھی نہ رہا، اور میں نے اپنے والد سے کہا کہ آپ میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو جواب دیجئے۔

وہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ رسول اللہ ﷺ کو میں کیا جواب دوں؟

پھر میں نے اپنی امی سے کہا: آپ بھی تو میری طرف سے کچھ بولیئے۔

وہ بھی یہی کہنے لگیں کہ اللہ کی قسم! میری بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ رسول اللہ ﷺ کو کیا جواب دوں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ان دنوں میں ایک کم سن لڑکی تھی، اتنا بہت قرآن بھی نہیں پڑھی تھی، میں نے خود ہی جواب دینا شروع کیا اور کہا میں جانتی ہوں، لوگوں نے جو باتیں بنائی ہیں وہ آپ سن چکے ہیں اور آپ کے دل میں جم گئی ہیں، اور آپ نے ان کو سچ بھی مان لیا ہے اور اگر میں اپنے تعلق سے پاک کہوں اور اللہ میری پاک دامنی خوب جانتا ہے، آپ میری بات کا یقین نہیں کریں گے اور اگر میں (جھوٹ موٹ) خطا کا اقرار کر لوں، حالانکہ اللہ میری پاکی جانتا ہے تو آپ میری بات کا یقین کر لیں گے۔ اللہ کی قسم! اب تو میری اور آپ لوگوں کی وہی مثال ہے جو یوسف علیہ السلام کے والد کی تھی، جب انہوں نے کہا:

﴿ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴾

''اچھی طرح صبر کرنا میرا کام ہے اور تم جو باتیں بنا رہے ہو ان میں اللہ ہی میرا مددگار ہے''۔ (یوسف:۱۸)

پھر میں نے اپنے بچھونے پر گردن موڑ لی، مجھے امید تھی کہ اللہ ضرور مجھے پاک دامن قرار دے گا، لیکن میں یہ نہیں سمجھتی تھی کہ میرے سلسلے میں قرآن اترے گا (جو قیامت تک پڑھا جائے گا) میں اپنی حیثیت اتنی نہیں جانتی تھی کہ میرے معاملے میں قرآن پڑھا جائے گا بلکہ مجھے یہ امید تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری بابت کوئی خواب دیکھیں گے، جس سے اللہ میری پاک دامنی ظاہر کر دے گا۔ پھر اللہ کی قسم! آپ اس جگہ سے سرکے بھی نہ تھے اور نہ گھر کے لوگوں میں سے کوئی باہر گیا تھا، اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آنے لگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ آنا شروع ہوا (جیسے وحی کے وقت آیا کرتا تھا) موتیوں کی طرح سردی کے دن میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے ٹپکتا، جب وحی کی حالت ختم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (خوشی سے) ہنسنے لگے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پہلی بات کی وہ یہ تھی، مجھ سے فرمایا:

''عائشہ! اللہ کا شکر بجالا، اس نے تجھے پاک دامن قرار دیا ہے''

اس وقت میری امی (اُم رومان) کہنے لگیں: اٹھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کرو، میں نے کہا اللہ کی قسم! میں نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اٹھ کر جاؤں گی اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کروں گی، میں تو صرف اللہ کا شکریہ ادا کروں گی، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں اتاریں:

﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡكِ عُصۡبَةٌ مِّنۡكُمۡ ﴾ (نور:۱۱)

جب اللہ تعالیٰ نے میری پاک دامنی پر یہ آیتیں اتاریں، تو ابو بکر صدیق نے جو پہلے مسطح بن اثاثہ پر رشتہ داری کی وجہ سے کچھ خرچ کیا کرتے تھے یہ قسم کھائی کہ اب میں مسطح پر کچھ بھی خرچ نہیں کروں گا، اس نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے سلسلے میں طوفان اٹھایا تھا، اس وقت یہ آیت اتری:

﴿ وَ لَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ...... اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴾ (نور: ۲۲)

ابو بکر کہنے لگے:

بے شک میں تو اللہ کی مغفرت کا طالب ہوں، اور مسطح سے جو حسن سلوک کیا کرتے تھے وہ جاری کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ (اس طوفان کے زمانہ میں) زینب بنت جحش (میری سوتن) سے میرا حال پوچھا کرتے، فرماتے: زینب تو کیا سمجھتی ہے؟ تو نے کیا دیکھا ہے؟ وہ کہتیں: یارسول اللہ میں نے جو سنا اور جو دیکھا وہی کہوں گی، میں تو عائشہ کو پاک دامن ہی سمجھتی ہوں، اور آپ کی بیویوں میں میری مقابل کی وہی تھیں، مگر ان کی پرہیز گاری کی وجہ سے اللہ نے ان کو بچائے رکھا۔[1]

واقعۂ افک کے تعلق سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نازل ہونے والی آیات

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ
امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَ الَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۱﴾ لَوْ لَاۤ اِذْ
سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا ۙ وَّ قَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۲﴾ لَوْ لَا
جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓىِٕكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَ لَوْ
لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِیْ مَاۤ اَفَضْتُمْ فِیْهِ عَذَابٌ
عَظِیْمٌ ﴿۱۴﴾ ۚۖ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَ تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَیْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ

[1] صحیح بخاری (۲۶۶۱)

هَيِّنًا ۖ وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿١٥﴾ وَ لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ
سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿١٦﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ ﴿١٧﴾
وَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٩﴾ وَ لَوْ لَا فَضْلُ
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٠﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ
وَ مَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ
وَ رَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢١﴾ وَ لَا
يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْۤا اُولِي الْقُرْبٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ ۖ وَ لْيَعْفُوْا وَ لْيَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٢﴾

”بے شک جن لوگوں نے (عائشہ پر) تہمت لگائی ہے وہ تمہیں میں کا ایک جھوٹا گروہ ہے تم لوگ اس بہتان تراشی کو اپنے لئے برا نہ سمجھو، بلکہ اس میں تمہارے لئے خیر ہے۔ ان میں سے ہر آدمی کو اپنے کئے کے مطابق گناہ ہوگا، اور ان میں سے جس نے اس افترا پردازی کی ابتدا کی ہے اس کے لئے بڑا عذاب ہے۔ جب تم لوگوں نے یہ بات سنی تو مسلمان مردوں اور عورتوں نے اپنے ہی جیسے مسلمان مردوں اور عورتوں کے بارے میں اچھا گمان کیوں نہیں کیا، اور کیوں نہیں کہہ دیا کہ یہ تو کھلم کھلا بہتان ہے۔ افترا پردازوں نے اپنی سچائی پر چار گواہ کیوں نہیں پیش کئے؟ جب وہ چار گواہ نہیں لاسکے تو وہی لوگ اللہ کے نزدیک پکے جھوٹے ہیں۔ اور اگر تم پر دنیا و آخرت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی، تو اس بارے میں تمہاری چہ می گوئیوں کی وجہ سے تمہیں ایک بڑا عذاب آلیتا۔ جب تم لوگ اس بہتان کو ایک دوسرے سے نقل کرتے تھے، اور اپنی زبان پر ایسی بات لاتے تھے جس کا تمہیں کوئی علم نہ تھا، اور تم لوگ اسے ایک معمولی سی بات سمجھتے تھے، حالانکہ

اللہ کے نزدیک بہت بڑی تھی۔ اور جب تم لوگوں نے یہ جھوٹی خبر سنی، تو کیوں نہیں کہا، ہمارے لئے یہ مناسب نہیں کہ ایسی بات کریں۔ اے ہمارے رب! تو تمام عیوب سے پاک ہے۔ یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔ اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم مسلمان ہو تو وہ دوبارہ کبھی ایسی غلطی نہ کرتا، اور اللہ تمہارے لئے اپنی آیتوں کو کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ خوب جاننے والا، بڑی حکمتوں والا ہے۔ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں کے درمیان بدکاری رواج پائے، ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ اور اللہ کو سب کچھ معلوم ہے اور تم کچھ بھی نہیں جانتے ہو، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ یقیناً بہت شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے (تو تمہیں سخت عذاب دیتا) اے ایمان والو! شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو اور جو شیطان کے نقش قدم پر چلتا ہے، تو وہ برائی اور بے حیائی کا ہی حکم دیتا ہے۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی گناہوں سے پاک نہ ہوتا، لیکن اللہ جسے چاہتا ہے پاک کرتا ہے اور اللہ خوب سننے والا، بڑا جاننے والا ہے اور تم میں سے جو لوگ صاحب فضل اور صاحبِ حیثیت ہیں وہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہ دینے کی قسم نہ کھالیں، بلکہ معاف کردیں اور درگذر کردیں، کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کردے اور اللہ بڑا معاف کرنے والا، نہایت مہربان ہے"۔ (النور: ۱۱-۲۲)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں علامہ ڈاکٹر محمد لقمان السلفی / حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

اس آیت کریمہ سے مشہور "واقعۂ افک" کی ابتدا ہو رہی ہے۔ جس میں منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول نے اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف افترا پردازی کرتے ہوئے ان پر صفوان بن معطل انصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ گناہ کا اتہام لگایا تھا۔

اس واقعہ کو بخاری و مسلم، اہل سنن اور دیگر محدثین نے یہاں مذکور اٹھارہ آیتوں کے شانِ نزول کے طور پر تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان عورتوں کے لئے پردہ کی فرضیت کے بعد، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ٦ھ میں صحابۂ کرام کے ساتھ غزوۂ بنی المصطلق کے لئے ''رافع'' کی طرف گئے جو مدینہ منورہ اور جدہ کے درمیان واقع ہے، واپسی میں ایک رات مدینہ منورہ کے قریب پڑاؤ ڈالا، اور صبح کو روانہ ہوگئے، روانگی سے قبل اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کیلئے نکلیں تو ان کا ہار ان کے گلے سے گر گیا، جب انہیں پتہ چلا تو اسی کو تلاش کرنے لگیں، یہاں تک کہ قافلہ روانہ ہوگیا اور لوگوں نے ان کا خالی ہودج اونٹ پر یہ سمجھ کر رکھ دیا کہ وہ اس کے اندر بیٹھی ہیں، جب واپس آئیں تو دیکھا کہ قافلہ جا چکا ہے، اس لئے اپنی چادر اوڑھ کر وہیں یہ سوچ کر بیٹھ گئیں کہ جب قافلہ والوں کو ان کی عدم موجودگی کا علم ہوگا تو واپس آئیں گے۔ صفوان بن معطل انصاری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس زمانے کے قاعدے کے مطابق وہیں رک گئے تھے۔ تاکہ صبح کی روشنی میں دیکھ لیں کہ قافلہ والوں کا کوئی سامان چھوٹ تو نہیں گیا ہے۔ جب انہوں نے عائشہ صدیقہ کو اچانک دیکھا تو (اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ) پڑھا اور اپنا اونٹ ان کے قریب لا کر بٹھا دیا، عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر سوار ہوگئیں اور صفوان اونٹ کو ہانکتے ہوئے چل پڑے۔ جب قافلہ کے پاس پہنچے تو منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے فوراً موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا کہ آج یہ بچ کر نہیں آئی ہے اور اس بات کو اس نے خوب ہوا دی، اور صحابہ و صحابیات میں سے چار آدمی اس افترا پردازی سے متاثر ہو کر اس کا ساتھ دینے لگے جن کے نام یہ ہیں: زید بن رفاعہ، حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش، کچھ دوسرے لوگ بھی متاثر ہوئے، مدینہ آنے کے بعد یہ خبر چاروں طرف پھیل گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اہل بیت اور صحابہ کرام کے گھروں میں شدید اضطراب و پریشانی آگئی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت ہی زیادہ ملول خاطر ہوگئے۔ بالآخر اللہ

تعالیٰ نے ان آیات کریمہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا اور صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کی براءت اور پاک دامنی نازل کی اور مدینہ کے سوگوار ماحول میں خوشیوں کی لہر دوڑ گئی۔ (تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن، تفسیر سورۃ النور)

عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر

امام بخاری، امام مسلم اور دوسرے محدثین نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا:

"میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سویا کرتی اس حال میں کہ میرے دونوں پاؤں آپ کے قبلہ کی جانب ہوتے، جب آپ سجدہ کرتے تو مجھے ٹھوکے مارتے اور میں اپنا پیر سمیٹ لیتی، جب آپ کھڑے ہو جاتے تو پھر میں اپنے دونوں پیر پھیلا لیتی"۔ [۱]

عائشہ فرماتی ہیں:

اس زمانے میں گھروں میں چراغ نہیں ہوا کرتے تھے۔

علماء کہتے ہیں: عائشہ رضی اللہ عنہا یہ آخری بات کہہ کر اپنی معذرت کا اظہار کرنا چاہتی ہیں، ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر گھروں میں چراغ ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ کے لئے جاتے وقت مجھے اپنے پیر سمیٹنے اور آپ کو ٹھوکا دینے کی ضرورت نہ ہوتی۔

ابن بطال کہتے ہیں: مذکورہ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعد میں وہ لوگ چراغ کا استعمال کرنے لگے تھے۔

---

[۱] صحیح بخاری (۳۸۲) اور صحیح مسلم (۵۱۲)

حدیث سے نبی کریم ﷺ کے گھر کی صفت بھی معلوم ہوتی ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اور اُمہات المؤمنین کس قدر سادہ اور دنیا کی زیب وزینت سے دور زندگی گذارا کرتے تھے۔
یہ اس وجہ سے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سلسلے میں فرمایا:

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝۲۸ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾

”اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زیب وزینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا دوں اور تمہیں اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں اور اگر تم کو اللہ اور اس کا رسول اور آخرت کا گھر چاہیئے تو یقین مانو کہ تم میں سے نیک کام کرنے والیوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے“۔ (الأحزاب: ۲۸-۲۹)

”فقہ سیرۃ نساء النبی ﷺ“ نامی کتاب میں لکھا ہے:

نبی کریم ﷺ نے دو کمرے بنوائے ایک سیدہ سودہ کے لئے اور دوسرا چھوٹی دلہن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے استعمال کی خاطر، مسجد نبوی کے ارد گرد آپ کے نو کمرے تھے، کچھ کمروں کی دیوار مٹی سے ڈھکی ہوئی کھجور کی ٹہنیوں سے بنی تھی اور ان کی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی تھی، جب کہ کچھ کمروں کی دیوار پتھروں سے بنی تھی اور ان کی چھت بھی کھجور کی ٹہنی سے تیار کی گئی تھی۔[۱]

ایک تابعی حسن بن ابو الحسن البصری کہتے ہیں:

[۱] ”فقہ سیرۃ نساء النبی ﷺ“ (ص: ۵۳)

جس وقت میں نیا نیا جوان تھا، نبی کریم ﷺ کے گھروں میں جاتا تو چھت کو اپنے ہاتھ سے چھو لیتا۔ ”تاریخ البخاری“ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے گھر کے دروازہ کو ناخنوں سے کھٹکھٹایا جاتا تھا، یعنی دروازے میں زنجیر نہیں تھی۔

جب اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک نے آپ ﷺ کے گھروں کو منہدم کرنا چاہا تو سعید بن مسیب نے فرمایا: میری خواہش ہے کہ کاش! یہ لوگ ان گھروں کو اپنی حالت پر چھوڑ دیتے، مدینہ میں کوئی بچہ پروان چڑھتا اور دنیا کے کسی کونے سے کوئی آتا اور دیکھتا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں کتنی معمولی چیزوں پر اکتفا کیا تھا اور اسے دیکھ کر لوگوں میں دنیا کی زیب وزینت سے بے رغبتی پیدا ہوتی۔

اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر کچی اینٹ اور مٹی کے بنے ایک کمرے پر مشتمل تھا۔ اس سے متصل ایک کمرہ تھا جو کھجور کی ٹہنیوں سے بنا تھا، جن پر مٹی چڑھی ہوئی تھی، ان کے گھر کا دروازہ شام کی جانب تھا۔ جس میں صرف ایک کواڑ تھی جو چھت ہی کی لکڑی کی تھی اور نبی کریم ﷺ کے دوسرے گھروں کی طرح نیچا تھا۔ گھر کے سامان بے حد معمولی تھے، کھجور کے درخت کی چھال کی رسی سے بنی ہوئی ایک چارپائی، جس پر چمڑے کی ایک تکیہ ہوتی، جس کے اندر کھجور کی چھال بھری تھی، پانی کا ایک مشکیزہ اور مٹی کا ایک برتن جو نبی کریم ﷺ کے کھانے اور وضو کے لئے تھا۔

نبی کریم ﷺ کی وفات عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں اور ان کی گود میں ہوئی

امام بخاری اور دوسرے محدثین نے ہشام عن ابیہ کی سند سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیمار پڑے اور اپنی بیویوں کے یہاں جاتے تو فرماتے: میں کل کہاں رہوں گا؟ میں کل کہاں رہوں گا؟ دراصل آپ ﷺ کو عائشہ کے گھر جانے کی چاہت تھی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جب میرے یہاں آگئے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے چینی ختم ہو گئی۔ [۱]

بخاری ہی کی دوسری روایت میں ہشام بن عروہ کی سند سے ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض الموت میں بیویوں سے پوچھا کرتے کہ کل میں کہاں رہوں گا؟ کل میں کہاں رہوں گا؟ آپ کو عائشہ کی باری کا انتظار تھا، تو بیویوں نے یہ اجازت دے دی کہ آپ کی جہاں خواہش ہو رہیں، چنانچہ آپ وفات تک عائشہ ہی کے گھر میں رہے۔

عائشہ کہتی ہیں: آپ کی وفات میری باری کے دن ہوئی، جس وقت آپ کی روح نکلی، اس وقت آپ کا سر میرے سینہ پر تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن میرے لعاب دہن میں مل گیا تھا۔ [۲]

اس حدیث کو بخاری نے ہی زیادہ تفصیل سے اس طرح روایت کی ہے:

عائشہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں کہ میرے اوپر اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میرے گھر میں، میری باری کے دن اور سینہ اور پھیپھڑہ کے درمیان ہوئی، اور موت کے وقت اللہ نے ان کا اور میرا لعاب اکٹھا کر دیا۔

عبدالرحمٰن بن ابی بکر مسواک لے کر آئے، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹیک دیئے ہوئی تھی، میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جانب دیکھ رہے ہیں، میں جانتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسواک پسند ہے، میں نے عرض کیا: کیا مسواک دوں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں! میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسواک دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسواک سخت لگا، میں نے عرض کیا: کیا میں اسے نرم کر دوں؟

---

[۱] صحیح بخاری (۳۷۷۴)

[۲] صحیح بخاری (۵۲۱۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں! میں نے مسواک نرم کر دی، سامنے چمڑے کا ایک بڑا برتن تھا، جس میں پانی بھرا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اپنا ہاتھ ڈالتے، اپنا چہرہ پونچھتے اور فرماتے: ''لا الہ الا اللہ'' (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں)، بے شک موت کی کچھ سختیاں ہوتی ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور کہنے لگے: ''في الرفيق الأعلى'' (رفیق اعلیٰ میں) یہ کہتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان نکل گئی اور ہاتھ لڑھک گیا۔[۱]

بخاری ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: عبدالرحمٰن بن ابو بکر آئے، ان کے ہاتھ میں ایک ہری ٹہنی تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا، میں سمجھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی ضرورت ہے، میں نے وہ ٹہنی لی، اس کا کنارہ چبایا، اسے جھاڑا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی طرح مسواک کیا، پھر مجھے بڑھایا لیکن وہ آپ کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

اس طرح اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیوی زندگی کے آخری اور اخروی زندگی کے پہلے دن میرا اور ان کا لعاب اکٹھا کر دیا۔[۲]

امام احمد نے روایت کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب میرے دروازے سے گذرتے تو کوئی اچھی بات کہتے، ایک دن آپ کا گذر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہیں کہا، پھر اس کے بعد آپ کا دو یا تین بار گذر ہوا، لیکن آپ نے کچھ بھی نہیں کہا، میں نے خادمہ سے کہا کہ میرا تکیہ دروازے پہ لگا دو، پھر میں نے سر پہ پٹی باندھ لی، جب آپ کا گذر ہوا تو پوچھا عائشہ کیا بات ہے؟

---

[۱] صحیح بخاری (۴۴۴۹)

[۲] صحیح بخاری (۴۴۵۱)

میں نے عرض کیا: میرے سر میں درد ہو رہا ہے، فرمایا: ہائے میرا سر بھی پھٹا جا رہا ہے، یہ کہہ کر آپ چلے گئے، آپ کو گئے تھوڑا ہی وقت گذرا تھا کہ آپ کو ایک چادر میں اٹھا کر لایا گیا، آپ میرے پاس آئے اور بیویوں کو یہ کہلا بھیجا کہ میں بیمار ہوں اب میں تم تمام کے یہاں نہیں جا سکتا۔ اس لئے مجھے عائشہ یا صفیہ کے پاس رہنے کی اجازت دو، میں نے آپ ﷺ سے پہلے کسی کی تیمار داری نہیں کی تھی۔[۱]

ایک دن کی بات ہے، آپ کا سر میرے کندھے پر تھا۔ اتنے میں آپ کا سر میرے سر کی جانب مڑا۔ میں سمجھی کہ شاید میرے سر سے کوئی ضرورت در پیش ہے۔ آپ کے منہ سے پانی کا ایک ٹھنڈا قطرہ نکلا اور میرے سینہ پر گرا، مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی، میں سمجھی کہ آپ بے ہوش ہو گئے، میں نے آپ پر کپڑا ڈال دیا۔

اسی دوران عمر بن خطاب اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما نے اندر آنے کی اجازت طلب کی، میں نے دونوں کو اجازت دے دی اور اپنی طرف پردہ کھینچ لیا، عمر نے آپ کو دیکھا تو کہا: رسول اللہ ﷺ کی بیہوشی کس قدر سخت ہے۔ پھر وہ دونوں جانے کے لئے کھڑے ہو گئے، جب دروازے کے قریب پہنچے تو مغیرہ نے کہا عمر! رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو چکا ہے، عمر بولے! کیا بکواس کر رہے ہو، تمہارے اندر ہمیشہ فتنہ بھرا رہتا ہے، بے شک رسول اللہ ﷺ کی وفات اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک اللہ سارے منافقین کو ختم نہ کر دے۔

پھر ابو بکر آئے، میں نے پردہ ہٹا دیا، انہوں نے آپ ﷺ کو دیکھتے ہی کہا: اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو چکا ہے۔ پھر آپ ﷺ کے سر کی جانب آئے، اپنا منہ نیچے کیا اور آپ ﷺ

---

[۱] امام احمد (۱۰/۲۵۸۹۹)

کی پیشانی کو بوسہ دیااور کہاہائے نبی! پھر اپنا سر اٹھایااور منہ نیچے کیااور پیشانی کو بوسہ دیااور کہاہائے مخلص دوست! پھر اپنا سر اٹھایا منہ نیچے کیااور پیشانی کو بوسہ دیااور کہاہائے جگری دوست! رسول اللہ ﷺ انتقال فرما چکے ہیں۔

یہ کہہ کر مسجد کی جانب نکلے، اس وقت عمر لوگوں سے بات کر رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت تک انتقال نہیں کر سکتے جب تک اللہ سارے منافقین کو ختم نہ کر دے۔

تب ابو بکر نے بولنا شروع کیا، اللہ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴾

"بے شک آپ کو مرنا ہے اور انہیں بھی یقیناً موت آنی ہے"۔(الزمر: ۳۰)

پھر یہ آیت تلاوت کی:

﴿ وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ﴾

"اور محمد صرف ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بہت انبیا گذر چکے ہیں، تو کیا وہ مر جائیں گے یا قتل کر دیئے جائیں گے، تو تم لوگ الٹے پاؤں (دین سے) پھر جائو گے"۔(آل عمران: ۱۴۴)

توجو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو جان لے کہ اللہ زندہ ہے اور جو محمد کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد ﷺ کا انتقال ہو چکا ہے۔

عمر بولے: کیا یہ آیت قرآن میں ہے؟ مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ قرآن میں ہے، پھر عمر نے کہا: لوگو! یہ ابو بکر ہیں وہ مسلمانوں کے بزرگ ترین فرد، ان کی خلافت کی بیعت کر لو۔ اور اس طرح لوگوں نے ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کی۔

ابن سعد نے اپنی طبقات میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی شادی چھ سال کی عمر میں ہوئی، اور رخصتی نو سال کی عمر میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی۔[1]

آپ رضی اللہ عنہا کی وفات

امام احمد نے مسلم کی شرط کے مطابق سند سے، اسی طرح ذہبی نے ''سیر أعلام النبلاء'' میں اور دوسرے محدثین نے روایت کی ہے کہ ابو عمرو ذکوان کا بیان ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما عائشہ رضی اللہ عنہا سے اندر آنے کی اجازت طلب کرنے آئے، اس وقت عائشہ رضی اللہ عنہا مرض الموت میں تھیں، میں ان کے سرہانے آیا، اس وقت ان کے بھتیجے عبداللہ بن ابی بکر ان کے پاس تھے، میں نے عرض کیا: یہ ابن عباس ہیں جو اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں؟ بولیں: چھوڑو اسے، مجھے اس کی کوئی ضرورت ہے نہ اس کے تزکیہ کی، عبداللہ بولے امی! ابن عباس آپ کے بہترین فرزند ہیں وہ آخری وقت میں آپ سے ملنے اور آپ کو سلام کہنے آئے ہیں۔

عائشہ بولیں: ٹھیک ہے اگر تمہاری خواہش ہے تو اجازت دے دو۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اندر آئے، جب بیٹھ گئے تو عرض کیا: اُم المؤمنین خوشخبری قبول کیجئے کیوں کہ ہر پریشانی سے آزاد ہونے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے عزیز سے ملنے میں صرف آپ کی روح کے جسم سے پرواز کرنے کی دیری ہے، عائشہ بولیں: صحیح کہہ رہے ہو ابن عباس! ابن عباس بولے: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے لاڈلی

---

[1] ابن سعد طبقات (۸/۵۸)

بیوی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اچھی چیزوں کو پسند کرتے تھے۔ جنگ ابواء کے دن آپ کا ہار گر گیا، اس کی تلاش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح تک ٹھہرنا پڑا، اس وقت فجر کی نماز کے لئے لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ﴿فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا﴾ (النساء: ۴۳) نازل فرمائی، یہ آپ کی برکت کا ثمرہ تھا، اللہ نے ساتویں آسمان سے آپ کی پاک دامنی واضح کی، اب دنیا کی ہر مسجد میں صبح وشام آپ کی پاک دامنی پر مشتمل آیات تلاوت کی جاتی ہیں۔

یہ سن کر عائشہ بولیں: ابن عباس! چھوڑو یہ سب باتیں، میں چاہتی ہوں کہ میرے تعلق سے یہ ساری باتیں بھلادی جائیں۔[۱] (ذہبی کے الفاظ کا ترجمہ ہے)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس قصہ سے عبداللہ بن عباس کی وسعت علم، صحابہ اور تابعین کے درمیان ان کے مقام و مرتبہ، عائشہ رضی اللہ عنہا کی خاکساری، فضیلت اور دین کے معاملے میں ان کی سختی کا پتہ چلتا ہے، یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اُمہات المؤمنین کے یہاں اجازت کے بعد ہی جایا کرتے تھے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹا بڑے کو مشورے دے سکتا ہے جب بڑے کو خلاف اولیٰ کی طرف مائل دیکھے۔

ابن سعد نے طبقات میں بیان کیا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۵۸ھ میں سترہ رمضان المبارک کی رات وتر کے بعد ہوا، ان کا یہ حکم تھا کہ اگر وہ رات کے وقت انتقال کرتی ہیں تو رات ہی میں انہیں دفن کر دیا جائے، جنازہ کی نماز ابوہریرہ نے پڑھائی اور بقیع میں دفن ہوئیں۔ قبر میں اترنے والے عبداللہ بن زبیر، قاسم بن محمد، عبداللہ بن محمد بن ابی بکر، عبداللہ بن عبدالرحمٰن اور عروہ بن زبیر تھے۔

---

[۱] امام احمد (۲۴۹۶) اور ذہبی ''سیر أعلام النبلاء'' (۲/۱۷۹-۱۸۰)

خاتمہ اور تنبیہ

حاکم نے صحیح سند سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث نقل کی ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾

”جو لوگ پاک دامن، گناہوں سے بے خبر، مومن عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں، وہ بے شک دنیا و آخرت میں ملعون ہیں اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے“۔ (النور: ۲۳)

یہ آیت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی ہے، پوری آیت ہے:

﴿ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۲۴ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ۝۲۵ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَ الْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَ الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَ الطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾

”جس دن ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے (برے) کرتوتوں کی گواہی دیں گے۔ اس دن اللہ انہیں ان (کے اعمال) کا پورا پورا بدلہ دے گا اور وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ ہی برحق و آشکارا ہے۔ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے ہیں، پاک باز عورتیں پاک باز مردوں کے لئے اور پاک باز مرد پاک باز عورتوں

کے لئے ہیں۔ وہ پاک باز مرد اور عورتیں، ان خبیث مردوں اور عورتوں کی بہتان تراشی سے بالکل ہی بری ہیں، ان کے لئے (اللہ کی) مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔" (النور: ۲۴-۲۶)[۱]

ضحاک کہتے ہیں:

جن لوگوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان تراشی کی وہ خبیث ہیں اور جن مسلمانوں نے اس سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا وہ طیبون (پاک باز) ہیں۔

امام ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ زاد المعاد میں لکھتے ہیں:

امت کا اس پر اتفاق ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگانے والا کافر ہے۔[۲]

---

[۱] حاکم (۴/۶۷۳۱)

[۲] امام ابن قیم "زاد المعاد" (۱/۵۹)

(۴)

اُمُّ المؤمنین
حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا

جنہوں نے قرآن کریم کے جمع و ترتیب
میں غیر معمولی کردار ادا کیا

عبدالرزاق نے ہی روایت کی ہے:

”ایک خاتون نے گھر سے باہر نکلتے وقت خوشبو لگانے کے بارے میں پوچھا تو اُم المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: خوشبو بستر کے لئے ہے“

اُمُّ المؤمنین حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما

خاندان اور تاریخِ پیدائش

نام ونسب

حفصہ بنت امیر المؤمنین ابو حفص عمر بن الخطاب بن نُفیل بن عبد العزیٰ بن ریاح بن عبد اللہ بن قُرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی۔

والدہ کا نام

زینب بنت مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح ہے، عثمان بن مظعون [۱] کی ہمشیرہ ہیں۔

ابن سعد لکھتے ہیں: بعثت نبوی سے پانچ سال قبل جب قریش خانۂ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے، اسی زمانہ میں حفصہ کی پیدائش ہوئی۔ [۲]

---

[۱] عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ تیرہ لوگوں کے بعد اسلام لائے، پہلی ہجرت حبشہ میں اپنے بیٹے سائب کے ساتھ شریک تھے۔ ۲ھ میں غزوۂ احد میں شرکت کے بعد وفات پا گئے۔ مہاجرین میں یہ پہلے شخص ہیں جن کا مدینہ میں انتقال ہوا، بقیع میں دفن ہونے والے پہلے شخص بھی یہی ہیں۔ (الإصابۃ)

[۲] ابن سعد "طبقات" (۸/۸۱)

امام ذہبی فرماتے ہیں:

کہا جاتا ہے کہ حفصہ کی پیدائش بعثت سے پانچ سال پہلے ہوئی، اس اعتبار سے وہ لگ بھگ بیس سال کی عمر میں نبی کریم ﷺ کی زوجیت میں آئیں۔[۱]

پہلی شادی

ان کی پہلی شادی خُنیس بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی القرشی السہمی سے ہوئی تھی۔ ابن الاثیر[۲] کہتے ہیں: خنیس بن حذافہ عبداللہ بن حذافہ کے بھائی ہیں، پہلے پہل اسلام لانے والوں میں سے ہیں، حبشہ ہجرت کرنے کے بعد مدینہ لوٹ آئے، غزوۂ بدر اور احد میں شریک رہے۔ غزوۂ احد میں ایک زخم لگا جو ان کی موت کی وجہ بنا۔

حفصہ بنت عمر بن الخطاب، نبی کریم ﷺ کی زوجیت میں آنے سے پہلے انہی کی زوجہ تھیں، جب ان کا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے حفصہ کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔

رسول اللہ ﷺ سے شادی

امام ذہبی کہتے ہیں: ۳ھ میں خُنیس بن حُذافہ السہمی کے انتقال کے بعد عدت پوری ہونے پر رسول اللہ ﷺ نے حفصہ سے شادی کی۔

---

[۱] ''سیر أعلام النبلاء'' (۲/۲۲۷)

[۲] ''أسد الغابة'' (۲/۱۲۴)

بخاری وغیرہ میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ میں نے (اپنے والد) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا:

"جب حفصہ کے شوہر خُنیس بن حُذافہ کا انتقال ہو گیا، یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے۔ غزوۂ بدر میں شریک ہو چکے تھے اور مدینہ میں ان کا انتقال ہوا۔"

تو میں عثمان بن عفان سے ملا اور حفصہ سے شادی کی پیش کش کی اور کہا کہ اگر آپ کی خواہش ہو تو میں آپ کی شادی حفصہ سے کر دوں، وہ بولے: میں غور کروں گا، میں کچھ دنوں تک انتظار کرتا رہا، پھر انہوں نے کہا کہ ابھی شادی کا میرا ارادہ نہیں ہے۔ [۱]

پھر میں ابو بکر سے ملا اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو آپ سے حفصہ کی شادی کر دوں؟ ابو بکر خاموش رہے، کچھ بھی جواب نہیں دیا، مجھے عثمان سے زیادہ غصہ ان پر آیا، میں کچھ دنوں تک انتظار کرتا رہا، اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ سے شادی کا پیغام دیا۔ چنانچہ حفصہ کی شادی میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دی۔ جب ابو بکر ملے تو کہا کہ جب تم نے حفصہ سے میری شادی کی بات کی تھی اور میں نے کچھ بھی جواب نہیں دیا تو شاید تم مجھ سے ناراض ہو گئے تھے؟ میں نے کہا: ہاں! ابو بکر بولے: میں نے تمہاری پیش کش کا جواب اس لئے نہیں دیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حفصہ سے شادی کا عندیہ دے چکے تھے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حفصہ سے شادی نہیں کرتے تو میں ضرور اس کو قبول کر لیتا۔

امام ذہبی کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں حفصہ کی رخصتی ۳ھ میں ہوئی۔ [۲]

---

[۱] صحیح بخاری (۴۰۰۵)

[۲] "سیر أعلام النبلاء" (۲/۲۳۰)

دین کی سمجھ اور روایتِ حدیث

امام ذہبی فرماتے ہیں: حفصہ رضی اللہ عنہا سے ان کے بھائی عبداللہ بن عمر نے حدیث روایت کی ہے، جو ان سے چھ سال بڑے تھے۔ نیز ان سے حارثہ بن وہب، شتیر بن شکل (جو صحیح مسلم کے رجال میں سے ہیں)، مطلب بن وداعہ، عبداللہ بن صفوان الجمحی اور ایک بڑی تعداد نے حدیث روایت کی ہے۔[۱]

بقی بن مخلد کی مسند میں حفصہ رضی اللہ عنہا کی ساٹھ حدیثیں ہیں۔

ان کی چار حدیثیں بخاری و مسلم دونوں نے روایت کی ہے، جب کہ صرف مسلم میں ان کی چھ حدیثیں ہیں۔ مسند احمد میں ان کی چوالیس حدیثیں ہیں جو حدیث نمبر (۲۶۴۸۵-۲۶۵۲۹/۱۰) تک ہیں۔

ان کی روایت کردہ چند احادیث درج ذیل ہیں:

- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اُم المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ جب مؤذن صبح کی اذان دے چکا ہوتا اور صبح ظاہر ہو جاتی تو (فرض) نماز سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو ہلکی رکعتیں پڑھتے۔[۲]

---

[۱] "سیر أعلام النبلاء" (۲/۲۲۷/۲۳۰)

[۲] احمد (۲۶۴۸۵/۱۰)۔۔ بخاری (۶۱۸)۔۔۔ مسلم (۷۲۳)۔۔۔ ترمذی (۴۳۳) نسائی (۵۸۲)۔۔۔ ابن ماجہ (۱۱۴۵)، دارمی (۱۴۴۴)، عبدالرزاق (۴۷۷۱) اور ابن حبان (۲۴۶۲) سارے کے الفاظ لگ بھگ ایک ہیں۔ یہاں مسلم کے الفاظ کا ترجمہ ہے۔

⦿ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اُم المؤمنین حفصہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”پانچ قسم کے جاندار برے ہیں، جس نے انہیں مارا اسے گناہ نہیں، بچھو، کوا، چیل، چوہیا اور کاٹنے والا کتا۔“[۱]

⦿ ابو وداعہ السہمی حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا: میں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نفل نماز بیٹھ کر پڑھتے نہیں دیکھا، سوائے وفات سے ایک سال پہلے۔ چنانچہ آپ وفات سے ایک سال پہلے بیٹھ کر نفل نماز پڑھتے تھے۔ آپ کسی سورۃ کی تلاوت میں اس قدر ترتیل کرتے کہ وہ سورۃ اپنی سے لمبی سورۃ سے بھی زیادہ لمبی ہو جاتی۔[۲]

⦿ شتیر بن شکل سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں اپنی بعض بیویوں کا بوسہ لیا کرتے تھے۔[۳]

⦿ صفیہ بنت ابو عبید روایت کرتی ہیں کہ عمر کی بیٹی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[۱] احمد (۱۰/۲۶۵۰۱)... بخاری (۱۸۲۸)... مسلم (۱۲۰۰) اور نسائی (۲۸۸۹)

[۲] احمد (۱۰/۲۶۵۰۳)...، مالک ”المؤطا“ (۳۱۱)، مسلم (۷۳۳)، ترمذی (۳۷۳)، نسائی (۱۶۵۷)، ابن حبان (۲۵۰۸)...، عبدالرزاق (۴۰۸۹) ”المعجم الکبیر“ للطبرانی (۲۳/۳۳۸) وغیرہ۔

[۳] احمد (۱۰/۲۶۵۰۷)، مسلم (۱۱۰۷)، طیالسی (۱۵۸۶)، حمیدی (۲۸۷)، نسائی فی ”الکبریٰ“ (۳۰۸۰)، طبرانی (۲۳/۳۹۳) وغیرہم۔

"جو عورت اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو یا (فرمایا کہ) اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے جائز نہیں کہ کسی کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے سوائے شوہر کی موت کے۔"[۱]

⦿ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پہ آتے تو اپنا دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھتے اور یہ دعا تین بار پڑھتے: "رَبِّ قِنِیْ عَذَابَكَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ" (اے میرے رب! مجھے قیامت کے دن کے عذاب سے بچا)[۲]

⦿ انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پہ لیٹتے تو اپنا دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھتے۔ آپ کا دایاں ہاتھ کھانا کھانے، صفائی کرنے، نماز پڑھنے اور کپڑا پہننے کے لئے ہوتا اور بایاں ہاتھ دوسرے کاموں کے لئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوموار اور جمعرات کے روز روزہ رکھا کرتے تھے۔[۳]

⦿ انہی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ تین دن روزہ رکھا کرتے تھے، سوموار، جمعرات اور دوسرے جمعہ کے بعد والا سوموار۔[۴]

---

[۱] مالک (۱۲۷۱)، احمد (۲۶۵۱۴/۱۰)...، مسلم (۱۴۹۰)، نسائی فی "المجتبیٰ" (۳۵۰۳)، فی "الکبریٰ" (۵۷۱۹)، دارمی (۲۲۸۳)، ابن ماجہ (۲۰۸۵) وغیرہم۔

[۲] احمد (۲۶۵۲۴/۱۰)، ابوداؤد (۵۰۴۵)، وغیرہما۔ اس کی سند صحیح ہے۔

[۳] احمد (۲۶۵۲۳/۱۰) طبرانی (۲۳/۳۴۶)...، ابن حبان (۵۲۲۷) وغیرہم۔ اس کی سند حسن ہے۔

[۴] احمد (۲۶۵۲۵/۱۰) وغیرہ۔ اس کی سند حسن ہے۔

قرآن کریم کی حفاظت اور جمع و ترتیب میں حفصہ رضی اللہ عنہا کا کردار

امام بخاری اور دوسرے محدثین نے ابن السباق کی سند سے روایت کی ہے:

زید بن ثابت جو کاتبانِ وحی میں سے تھے، نے بتایا کہ جنگ یمامہ (جو مسیلمہ کذاب سے ہوئی تھی) کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلوایا، ان کے پاس عمر بھی تھے۔ابو بکر نے مجھ سے کہا: عمر میرے پاس آئے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ یمامہ کی لڑائی میں قرآن کے بہت سارے قاری مارے گئے، مجھے ڈر ہے کہ جنگوں میں حُفَّاظِ قرآن کا بہت زیادہ قتل ہو اور قرآن کا بڑا حصہ ضائع ہو جائے، ہاں مگر یہ کہ آپ لوگ اسے جمع کر دیں۔ میری قطعی رائے ہے کہ آپ قرآن کو ایک جگہ جمع کر دیں۔

ابو بکر بولے کہ میں نے عمر سے کہا کہ وہ کام میں کیوں کروں جو خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ عمر بولے: اللہ کی قسم! یہ بہتر کام ہے۔ عمر مسلسل اس سلسلے میں مجھ سے بات کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں مجھے اطمینان عطا کر دیا اور اب میری وہی رائے ہے جو عمر کی ہے۔ زید کہتے ہیں: عمر ان کے پاس ہی خاموش بیٹھے تھے، ابو بکر نے پھر کہنا شروع کیا: آپ ایک ذی شعور نوجوان ہیں، آپ کی شخصیت بے داغ ہے، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وحی لکھا کرتے تھے۔ آپ قرآن کے حصوں کو تلاش کیجئے اور اسے اکٹھا کر دیجئے۔ زید کہتے ہیں: اللہ کی قسم! اگر ابو بکر نے مجھے پہاڑ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیا ہوتا تو یہ میرے لئے جمعِ قرآن سے زیادہ آسان ہوتا، میں نے (دونوں سے) عرض کیا: آپ وہ کام کیوں کر رہے ہیں جسے خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟

ابو بکر بولے: اللہ کی قسم یہ خیر کا کام ہے، میں مسلسل ابو بکر سے اس سلسلے میں بات کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ نے اس بات کو قبول کرنے کے لئے میرا سینہ کھول دیا، جس بات کو قبول کرنے کے لئے ابو بکر اور عمر کا سینہ کھولا تھا۔

چنانچہ میں اس کام میں لگ گیا اور قرآن کو تلاش کرنے لگا، میں اسے کاغذ کے ٹکڑوں، ہڈیوں، کھجور کی ٹہنیوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرتا۔ میں نے سورۂ توبہ کی دو آیت خزیمہ انصاری کے یہاں پائی جو کسی دوسرے کے یہاں لکھی ہوئی نہیں ملی، یہ آیتیں ہیں:

﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ ﴾ (التوبہ: ۱۲۸، الی آخرہ)

یہ صحیفے جن کے اندر قرآن کریم جمع کیا گیا تھا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ رہے تاآنکہ ان کا انتقال ہو گیا، پھر عمر کے پاس تھے تاآنکہ ان کی وفات ہو گئی پھر حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس محفوظ رہے۔[۱]

امام بخاری اور دوسرے محدثین نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ حذیفہ بن الیمان عثمان رضی اللہ عنہما کے پاس آئے، وہ شام اور عراق کے مسلمانوں کے ساتھ ارمینیہ اور آزربائجان فتح کرنے کے لئے لڑ رہے تھے، جنگ کے دوران قرآن کریم کی تلاوت میں لوگوں کے اختلاف کی وجہ سے اندیشہ میں پڑ گئے۔

حذیفہ نے عثمان سے کہا:

اے امیر المؤمنین! قبل اس کے کہ یہ امت یہود و نصاریٰ کی طرح اپنی کتاب میں اختلاف کرنے لگے کوئی تدبیر کیجئے۔

---

[۱] صحیح بخاری (۴۶۷۹)

چنانچہ عثمان نے حفصہ کو یہ کہلا بھیجا کہ سارے صحیفے ہمارے پاس بھیج دیں، ہم اس کی نقل کر کے آپ کو لوٹادیں گے۔ حفصہ نے وہ صحیفے عثمان کو بھیجوادیئے۔ عثمان نے زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص اور عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام کو ان صحیفوں کو نقل کرنے کا حکم دیا، عثمان نے اِن قریشی لوگوں سے یہ بھی کہا کہ اگر قرآن کے تعلق سے تم میں اور زید بن ثابت میں اختلاف ہو جائے تو قریش کے محاورے کے مطابق لکھنا، کیوں کہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔

اِن لوگوں نے ایسا ہی کیا، اور جب سارے صحیفوں کو نقل کر چکے تو عثمان رضی اللہ عنہ نے ان صحیفوں کو حفصہ کو لوٹادیا اور جو کچھ ان لوگوں نے نقل کیا تھا اُن میں کا ایک ایک قرآن ہر طرف بھیجوادیا اور اس کے علاوہ کسی دوسرے صحیفے یا مصحف میں جو قرآن تھا ان سب کو خاکستر کرنے کا حکم دیا۔[۱]

جب حفصہ اور عائشہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں قرآن نازل ہوا

اللہ تعالیٰ نے سورۃ التحریم میں فرمایا ہے:

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ① قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ② وَ اِذْ
اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ
اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ۭ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ③ اِنْ
تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ

[۱] صحیح بخاری (۴۹۸۷)

الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝ عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا ﴾

"اے نبی آپ اس چیز کو کیوں حرام بناتے ہیں جسے اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے آپ اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہیں اور اللہ بڑا معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔ مومنو! اللہ نے تمہارے لئے قسموں کا کفارہ ادا کرنے کی اجازت دے دی ہے اور اللہ تمہارا آقا اور مالک ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا بڑی حکمتوں والا ہے۔ اور جب نبی نے اپنی کسی بیوی کو ایک بات خفیہ طور پر بتادی، تو جب اس بیوی نے وہ دوسری بیویوں کو بتادی اور اللہ نے نبی کو اس کی خبر کر دی تو انہوں نے وحی کا کچھ حصہ اس بیوی کو بتادیا، اور کچھ نہیں بتایا جب انہوں نے اس بیوی کو اس کی اطلاع دی تو اس نے کہا، آپ کو کس نے یہ خبر دی ہے انہوں نے کہا، مجھے اس (اللہ) نے بتایا ہے جو ہر چیز کا جاننے والا اور ہر بات کی خبر رکھنے والا ہے۔ اگر تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کر لو گی (تو بہتر ہو گا) اس لئے کہ تمہارے دل (حق سے) مائل ہو گئے ہیں اور اگر تم دونوں ان کے خلاف سازشیں کرو گی تو بے شک اللہ ان کا مولیٰ ہے، اور جبریل اور نیک مومنین ان کے مولیٰ ہیں اور اس کے بعد فرشتے ان کے مددگار ہیں اگر وہ تم کو طلاق دے دیں گے، تو امید ہے کہ ان کا رب (تمہارے بدلے) انہیں تم سے زیادہ اچھی بیویاں دے دے۔ جو مسلمان ہوں گی، ایمان والی ہوں گی، طاعت گذار ہوں گی، توبہ کرنے والی ہوں گی، عبادت کرنے والی ہوں گی، روزہ رکھنے والی ہوں گی، شادی شدہ اور غیر شادی شدہ ہوں گی"۔ (التحریم: ۱-۵)

امام بخاری، امام مسلم اور دوسرے ائمۂ حدیث نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زینب بنت جحش کے یہاں ٹھہرتے اور شہد پیا کرتے تھے، میں نے اور حفصہ نے اس

بات پر اتفاق کیا کہ ہم دونوں میں جس کے پاس بھی رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں وہ ان سے کہے گی کہ آپ کے منہ سے مغافیر (ایک قسم کا گوند) کی مہک آرہی ہے۔ کیا آپ نے مغافیر کھائی ہے، چنانچہ ہم دونوں میں سے کسی کے یہاں نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو اس نے آپ سے یہ بات کہی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"بلکہ میں نے زینب بنت جحش کے یہاں شہد پیا ہے اور دوبارہ کبھی نہیں پیوں گا"۔[۱]

تو یہ آیت اتری "آپ اس چیز کو کیوں حرام بناتے ہیں جسے اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے"۔ (ترجمہ مسلم کے الفاظ کا ہے)

شعور کی پختگی اور قوتِ بصیرت

⊙ عبدالرزاق نے اپنی "مصنف"[۲] میں ابن جریج کی سند سے روایت کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ رات میں گشت لگا رہے تھے کہ ایک عورت کو یہ اشعار پڑھتے سنا:

تطاول هذا الليل واسودَّ جانبه | وأرقني أن لا حبيب أُلاعبه
فلولا حذار الله لا شئ مثله | لزعزع من هذا لسرير جوانبه

[۱] صحیح بخاری (۴۹۱۲) اور صحیح مسلم (۱۴۷۴)

[۲] اسے کاندھلوی نے بھی "حیاۃ الصحابہ" (۱/۴۵۹) میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اسی طرح "کنز العمال" (۸/۳۰۸) میں ہے۔

"یہ رات بڑی طویل وتاریک ہے، مجھے نیند کیسے آئے جب کہ میرے پاس کوئی محبوب نہیں جس کے ساتھ میں دل لگی کرسکوں، اگر مجھے اللہ کا ڈر نہیں ہوتا تو اس وقت میری چارپائی کے کنارے ہل رہے ہوتے"۔

عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تمہارا معاملہ کیا ہے؟

بولی: کئی مہینوں سے میرے شوہر جہاد کے لئے سفر میں ہیں اور مجھے اُن کی چاہت ہے۔

فرمایا: کیا بدکاری کا ارادہ ہے؟

بولی: اللہ کی پناہ!

فرمایا: خود پر قابو رکھو، میں اسے بلانے کے لئے آدمی بھیج رہا ہوں۔

پھر آپ نے اس کے شوہر کو بلانے کے لئے آدمی بھیج دیا، اور حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور پوچھا:

بیٹی! میں تم سے ایک ایسی بات پوچھ رہا ہوں جس نے مجھے بے حد پریشان کر رکھا ہے، تم میری پریشانی دور کردو، ایک عورت کو کتنے دنوں بعد اپنے شوہر کی چاہت ستانے لگتی ہے؟

حفصہ رضی اللہ عنہا نے مارے شرم کے سر جھکا لیا۔

فرمایا: اللہ حق بات کہنے میں نہیں شرماتا۔ حفصہ رضی اللہ عنہا نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ تین مہینہ یا پھر چار مہینہ۔

اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمان جاری کردیا کہ فوجیوں کو چار مہینہ سے زیادہ نہ روکا جائے۔[۱]

---

[۱] اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی اپنی "سنن" (۲۹/۹) کتاب السیر۔ باب الإمام لا یجمر بالغزی، میں ذکر کیا ہے۔

⦿ عبدالرزاق نے ہی اپنی ''مصنف''[۱] میں عمرو بن دینار کی سند سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے شادی نہ کرنے کا ارادہ کیا، تو حفصہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا: بھائی! شادی کرلو، کیوں کہ اگر اولاد ہوئی اور اس کا انتقال ہو گیا تو قیامت کے دن وہ تمہارے لئے اجر کا باعث ہو گی اور اگر زندہ رہی تو تمہارے لئے دعاء خیر کرے گی۔[۲]

⦿ عبدالرزاق نے ہی روایت کی ہے کہ ایک خاتون نے گھر سے باہر نکلتے وقت خوشبو لگانے کے بارے میں پوچھا تو اُم المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''خوشبو بستر کے لئے ہے۔''[۳]

حفصہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کی بیویوں کی غیرت

ائمہ حدیث[۴] نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے: رسول اللہ ﷺ شہد اور حلوہ پسند کرتے تھے، آپ عصر کی نماز پڑھ کر ایک ایک بیوی کے پاس جا کر ان کے قریب بیٹھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حفصہ بنت عمر کے پاس گئے اور معمول سے زیادہ دیر تک ٹھہر گئے، مجھے غیرت آئی، میں نے اس کی وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ حفصہ کے خاندان کی کسی عورت نے بطور ہدیہ انہیں شہد کا ایک برتن بھیجا تھا،

---

[۱] ''مصنف'' (۶/۱۰۳۸۸)

[۲] اسے سعید بن منصور نے اپنی ''سنن'' (۵۰۷) اور بیہقی نے اپنی ''سنن'' (۷/۷۹) میں ذکر کیا ہے۔ اس کی سند صحیح ہے۔

[۳] عبدالرزاق (۴/۸۱۱۳)

[۴] یہاں بخاری (۵۳۶۸) کے الفاظ کا ترجمہ ہے۔

حفصہ نے خود پیا اور نبی کریم ﷺ کو پلایا۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم ہم ضرور کوئی ایسی تدبیر کریں گے کہ دوبارہ حفصہ کے پاس جا کر شہد نہ پئیں۔ میں نے سودہ بنت زمعہ سے کہا کہ آپ ﷺ جلد ہی تمہارے پاس آنے والے ہیں، جب تمہارے قریب آئیں تو کہنا کہ آپ نے مغافیر [۱] کھائی ہے۔ آپ فرمائیں گے: نہیں، تو کہنا کہ پھر آپ کے منہ سے یہ کیسی مہک آ رہی ہے۔ شہد کی مکھیوں نے عُرفط کے پھول چوسے ہوں گے، میں بھی آپ سے یہی کہوں گی اور صفیہ تم بھی یہی کہنا۔

عائشہ نے بتایا کہ سودہ کہا کرتی تھیں: اللہ کی قسم! میں تم سے خوف زدہ تھی، اور قریب تھا کہ دروازہ پر ہی سے آپ سے وہ بات کہہ دیتی جس کی تم نے مجھے ہدایت کی تھی۔ خیر، جب آپ ﷺ میرے نزدیک آئے تو میں نے ان سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے مغافیر کھائی ہے؟ فرمایا: نہیں۔

میں بولی: پھر آپ کے منہ سے یہ کیسی مہک آ رہی ہے؟

فرمایا: حفصہ نے مجھے شہد پلایا ہے۔

میں بولی: معلوم ہوتا ہے کہ شہد کی مکھیوں نے عرفط کے پھول چوسے ہیں۔

عائشہ فرماتی ہیں: پھر جب آپ ﷺ میرے یہاں آئے۔ میں نے بھی آپ سے اسی قسم کی بات کی، جب صفیہ کے پاس گئے تو انہوں نے بھی آپ سے اسی طرح کی بات کی۔ پھر جب حفصہ کے پاس

---

[۱] ''مغافیر'' مغفور کی جمع ہے، گٹھ کی مانند شیریں گوند، اس کی مہک ناگوار ہوتی ہے، عرفط پیڑ سے نکلتا ہے جو عرب کے علاقہ حجاز میں ہوتا ہے۔ اس کے پتے چوڑے اور زمین پر پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس کے کانٹے ٹیڑھے ہوتے ہیں جب کہ پھل روئی جیسا سفید اور دیکھنے میں قمیص کے بٹن کی مانند ہوتا ہے اور بدبودار ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو یہ ناپسند تھا کہ آپ کے منہ سے بدبو آئے۔ (نووی)

گئے تو وہ بولیں: اے اللہ کے رسول کیا آپ کو شہد نہ پلاؤں؟ فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ عائشہ نے بتایا کہ سودہ کہا کرتی تھیں: اللہ کی قسم ہم نے شہد سے آپ کو محروم کر دیا۔ میں بولی: اب خاموش بھی رہو۔

رسول اللہ ﷺ سے طلاق کی خبر

رسول اللہ ﷺ سے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی طلاق کی خبر کی صحت کے بارے میں اہلِ علم کا اختلاف ہے، اس سلسلے میں جو روایات ہیں وہ درج ذیل ہیں:

ابوداؤد اور ابن ماجہ نے صحیح سند سے ابن عباس کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حفصہ کو طلاق دیا تھا پھر رجوع کر لیا۔ [۱]

---

[۱] ابوداؤد (۲۲۸۳)، ابن ماجہ (۲۰۱۶) اور امام نسائی نے بھی صحیح سند سے حدیث نمبر (۳۵۶۲) میں ابن عباس کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حفصہ کو طلاق دے دی پھر رجوع کر لیا۔ اور حاکم (۴/۶۷۵۳) نے ضعیف سند سے قیس بن زید سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کو طلاق دے دی تو حفصہ کے دونوں ماموں قدامہ اور عثمان (دونوں مظعون کے بیٹے ہیں) ان کے پاس آئے، وہ رونے لگیں اور بولیں: اللہ کی قسم! آپ نے مجھے پورے طور پر طلاق نہیں دی ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: ”مجھ سے جبریل علیہ السلام نے کہا ہے کہ حفصہ کو واپس اپنی زوجیت میں لے لو کیوں کہ وہ بہت زیادہ روزہ رکھنے والی، نماز پڑھنے والی ہیں اور جنت میں آپ کی بیوی ہیں، اس حدیث کو طبرانی نے ”الکبیر“ (۱۸/۳۶۵) میں روایت کی ہے، اور ہیثمی نے ”مجمع الزوائد“ میں ذکر کیا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے۔

بزار، ابو یعلیٰ، اور طبرانی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ عمر حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو پایا کہ وہ رو رہی تھیں، کہا کہ کیوں رو رہی ہو، شاید اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے طلاق دے دی ہے؟ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے چھوڑ دیا تھا لیکن میری وجہ سے پھر تمہیں واپس اپنی زوجیت میں لے لیا۔ اللہ کی قسم! اگر انہوں نے پورے طور پر تجھے طلاق دے دیا ہوتا تو میں تم سے کبھی بات نہ کرتا۔[۱]

اسے ہیثمی نے "مجمع الزوائد" میں ذکر کیا ہے اور طبرانی کی طرف منسوب کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

اور طبرانی نے عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کو طلاق دے دی، عمر بن الخطاب کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے سر پہ مٹی ڈالا اور کہا:

"خطاب کے بیٹے! حفصہ کے بعد اب اللہ تمہاری کوئی پرواہ نہیں کرے گا"۔[۲]

پھر جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا:

اور امام حاکم (۴/۶۷۵۴) نے ہی ضعیف سند سے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کو طلاق دے دی تو جبریل علیہ الصلاۃ والسلام آپ کے پاس آئے اور عرض کیا: اے محمد! آپ نے حفصہ کو طلاق دے دی، جب کہ وہ بہت زیادہ روزہ رکھنے والی، نماز پڑھنے والی اور جنت میں آپ کی بیوی ہیں، لہٰذا آپ انہیں واپس اپنی زوجیت میں لے لیجئے۔

[۱] بزار (۱۵۰۲)، ابو یعلیٰ (۱۷۲) اور طبرانی (۲۳/۱۸۷)

[۲] طبرانی "الکبیر" (۲۳/۱۸۸)

"اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ عمر پہ رحم کرتے ہوئے آپ حفصہ کو واپس اپنی زوجیت میں لے لیں۔"[۱]

سخاوت وپرہیزگاری

عبدالرزاق نے اپنی "مصنف"[۲] میں روایت کی ہے کہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ایک آزاد کردہ لونڈی کو اپنا ایک گھر تاحین حیات ہبہ کر دیا، جب اس لونڈی کا انتقال ہو گیا تو حفصہ نے وہ گھر اپنے قبضہ میں لے لیا۔

اور حافظ ابن حجر نے "الِاصابہ"[۳] میں نافع سے روایت کی ہے کہ حفصہ رضی اللہ عنہا مرتے دم تک روزہ رکھتی رہیں۔

ابن عبدالبر کہتے ہیں: عمر نے حفصہ کے لئے وصیت کی تھی اور حفصہ نے اپنے بھائی عبداللہ کے حق میں وہی وصیت کی جو ان کے حق میں عمر نے کی تھی۔

---

[۱] اسے ہیثمی نے "مجمع الزوائد" (۹/۱۵۴۴۱) میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اسے طبرانی نے روایت کی ہے، اس کی سند میں عمرو بن صالح الحضرمی ہے، جنہیں میں نہیں جانتا اس کی سند کے باقی رجال ثقہ ہیں۔ اس باب میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی حدیث بزار (۲۶۶۸) اور طبرانی (۲۳/۱۸۸) میں ضعیف سند کے ساتھ مروی ہے۔

[۲] عبدالرزاق (۹/۱۶۹۰۵)، اسی طرح بیہقی نے اپنی "سنن" (۶/۱۷۵) میں روایت کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

[۳] ابن حجر "الِاصابہ" (۸/۵۲) رقم (۲۹۴)

آپ رضی اللہ عنہا کی وفات

ابن سعد نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو جنازے کی نماز مروان بن حکم نے پڑھائی۔ اس زمانہ میں وہی مدینہ کے حاکم تھے۔[۱]

دوسری روایت کے مطابق مروان نے جنازے کی چارپائی کے دو پائے بنی حزم کے گھر سے مغیرہ بن شعبہ کے گھر تک اٹھایا، اور مغیرہ بن شعبہ کے گھر سے قبر تک ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے۔ قبر میں اترنے والے عمر بن الخطاب کے بیٹے عبداللہ اور عاصم اور عبداللہ بن عمر کے بیٹے: سالم، عبداللہ اور حمزہ تھے۔

محمد بن عمر واقدی کے مطابق: حفصہ رضی اللہ عنہا کی وفات شعبان المعظم سن پینتالیس ہجری (۴۵ھ) معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ہوئی۔ وفات کے وقت ان کی عمر ساٹھ (۶۰) سال تھی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ واقدی کا مذکورہ بالا قول ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی وفات جمادی الأولی اکتالیس (۴۱ھ) میں ہوئی تھی، جب حسن رضی اللہ عنہ نے معاویہ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو گئے تھے۔[۲]

ایک دوسری رائے ہے کہ سن پینتالیس ہجری (۴۵ھ) تک وہ زندہ رہیں۔ ایک تیسرا قول ہے کہ سن سنتالیس ہجری (۴۷ھ) میں ان کی وفات ہے اور یہ غلط ہے۔

---

[۱] ابن سعد "طبقات" (۸۶/۸)

[۲] ابن حجر "الإصابہ" (۵۲/۸)، ترجمہ (۲۹۴)

⑤

اُمّ المؤمنین

زینب بنت خزیمہ الہلالیہ رضی اللہ عنہا

”اُم المساکین، ناداروں کو کھلاتی اور
ان پر دل کھول کر خرچ کرتی تھیں“

حافظ ابن عبدالبر کہتے ہیں:

''اللہ کے رسول ﷺ نے اِن سے ۳ھ میں شادی کی، لیکن یہ آپ کی زوجیت میں بہت کم دن رہیں صرف دو یا تین ماہ بعد اِن کا انتقال ہو گیا''

اُمُّ المؤمنین زینب بنت خزیمہ الہلالیہ رضی اللہ عنہا

اسم گرامی

زینب بنت خزیمہ بن عبداللہ بن عمر بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ الہلالیہ، مسلمانان عالم کی ماں اور سرورِ کونین کی زوجہ۔

ابن عبدالبر فرماتے ہیں: ان کے شجرۂ نسب میں کوئی دورائے نہیں ہے، اسلام لانے سے قبل بھی ان کا لقب "اُم المساکین" تھا کیونکہ وہ ناداروں کو کھلاتی اور ان پر دل کھول کر خرچ کرتی تھیں۔[۱]

پہلی شادی

ان کی پہلی شادی عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی، جو غزوۂ احد میں شہید ہو گئے، جب کہ دوسری رائے کے مطابق ان کی پہلی شادی طفیل بن حارث بن المطلب بن عبد مناف سے ہوئی اور ان کے بعد انہی کے بھائی عبیدہ بن حارث سے۔[۲]

---

[۱] "الإصابة" (۸/۹۴) "الاستيعاب" (۳۳۹۳)

[۲] "أسد الغابة" (۵/۴۶۶)

بہر حال، عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ پہلے پہل اسلام لانے والوں میں سے ہیں، انہیں ہجرتِ حبشہ کا شرف بھی حاصل ہے۔ غزوۂ بدر اور احد دونوں میں شرکت سے سرفراز ہوئے۔

امام بغوی نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ غزوۂ احد کے دن مجھ سے عبداللہ بن جحش نے کہا: آؤ ہم دونوں اللہ سے کچھ مانگیں، چنانچہ ہم ایک طرف چلے گئے اور سعد نے یہ دعا کی:

''اے اللہ! کل جب لوگوں سے ہماری جنگ ہو تو میری مڈ بھیڑ ایک ایسے آدمی سے کرانا جو بڑا سخت جان ہو، میں اس سے تیری خاطر لڑوں، پھر تو مجھے اس پر غالب کر دے اور میں اسے قتل کر دوں اور اس کا ہتھیار لے لوں''۔ عبداللہ بن جحش نے کہا: ''آمین''۔

اس کے بعد عبداللہ بن جحش نے یہ دعا مانگی:

''اے اللہ میری ملاقات ایک ایسے آدمی سے کرانا جو سخت جان ہو، اس سے میں تیری خاطر دو دو ہاتھ کروں، اور وہ میرے اوپر غالب آجائے اور میری ناک کان کاٹ لے، اور جب میں تجھ سے ملوں تو کہوں کہ میری یہ حالت تیرے اور تیرے رسول کی خاطر ہے، اور تو کہے کہ سچ کہہ رہے ہو''۔

سعد کہتے ہیں: عبداللہ بن جحش کی دعا میری دعا سے زیادہ بہتر تھی، میں نے جنگ کے خاتمہ پر دیکھا کہ ان کی ناک اور کان دھاگے میں لٹکے ہوئے ہیں۔

زبیر بن بکار کہتے ہیں: ''انہیں اللہ کی راہ میں ناک کان کٹانے والا'' کہا جاتا تھا۔

غزوۂ احد میں جب ان کی تلوار ٹوٹ گئی تو اللہ کے رسول نے انہیں کھجور کی ایک ٹہنی دی تھی، وہ ان کے ہاتھ میں تلوار کی مانند بن گئی تھی، بعد میں وہ دو سو دینار میں فروخت ہوئی۔

ان کے قاتل کا نام ابوالحکم بن الأخنس بن شریق ہے، عبداللہ بن جحش کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ اور اللہ کے رسول کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ دونوں ایک ہی قبر میں مدفون ہوئے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر چالیس سال سے کچھ زائد تھی۔[1]

شادی اور موت

ابن عبدالبر کہتے ہیں:

زینب بنت خزیمہ، عبداللہ بن جحش کی زوجیت میں تھیں، جب غزوۂ احد میں وہ شہید ہو گئے تو ۳ھ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی کی، لیکن وہ آپ کی زوجیت میں بہت کم دن رہیں صرف دو یا تین ماہ بعد ان کا انتقال ہو گیا۔[2]

[1] "الإصابة" (۴/۴۶)

[2] "الاستيعاب" (۴/۴۰۹)

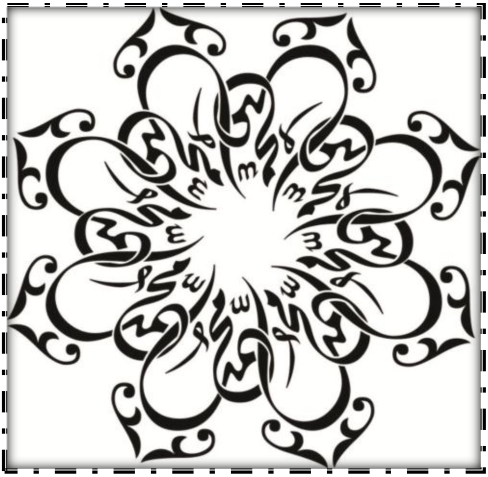

(٦)

اُمُّ المؤمنین

اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا

ایک سلیقہ شعار بیوی، صبر گذار
ودلاور خاتون، ازواج مطہرات میں
سب سے اخیر میں وفات پانے والی

امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”اُم سلمہ، اُم المؤمنین، پردہ نشیں و پاک باز خاتون، پہلے پہل ہجرت کرنے والوں میں سے ایک ہیں۔ خوبصورتی اور خاندان میں دیگر ازواج مطہرات پر فائق تھیں“

اُمّ المؤمنین اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب

ان کا اصل نام ہند ہے اور ابو امیہ سہیل بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم کی لخت جگر ہیں۔

والدہ کا نام

ان کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن مالک بن جذیمہ بن علقمہ جذل الطعان بن فراس بن غنم بن مالک بن کنانہ ہے۔[۱]

ان کے والد ابو امیہ بن مغیرہ، اپنی دریادلی وسیر چشمی کی وجہ سے "قافلوں کا زادِ سفر" کے نام سے مشہور تھے۔[۲]

امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اُم سلمہ، اُم المؤمنین، پردہ نشیں و پاک باز خاتون، ہند بنت امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مُرّہ، المخزومیہ، اللہ کی تلوار خالد بن ولید اور اللہ کے دشمن ابو جہل بن ہشام کی چچازاد۔

[۱] "الطبقات" لابن سعد (۸/۸٦)

[۲] "الاستیعاب" (۴/۳۵۴۵)

پہلے پہل ہجرت کرنے والوں میں سے ایک ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آنے سے قبل آپ کے رضاعی بھائی مردِ صالح ابو سلمہ بن عبدالأسد مخزومی کی شریک حیات تھیں۔ ۴ھ میں اُم المؤمنین کے اعزاز سے سرفراز ہوئیں۔ خوبصورتی اور خاندان میں دیگر ازواج مطہرات پر فائق تھیں۔[۱]

اسلام پر وارفتگی اور پہلی شادی

ان کی شادی عبداللہ بن عبدالأسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم مخزومی سے ہوئی تھی۔ یہ اپنے نام سے زیادہ اپنی کنیت ابو سلمہ سے مشہور ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حمزہ رضی اللہ عنہ کے رضائی بھائی ہیں، ابو لہب کی آزاد کردہ خاتون ثوبیہ نے انہیں دودھ پلایا تھا۔ پہلے حمزہ کو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اوران دونوں کے بعد ابو سلمہ کو۔[۲]

امام بخاری، امام مسلم اور دیگر ائمۂ حدیث نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حمزہ رضی اللہ عنہ کی دختر نیک اختر کا پیغامِ نکاح دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ میرے لئے حلال نہیں ہے، وہ میرے رضائی بھائی کی دختر ہے اور دودھ پینے کی وجہ سے وہ سارے رشتے حرام ہوتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔[۳]

---

[۱] ''سیر أعلام النبلاء''(۲/۲۰۱-۲۰۲)

[۲] ''الاستیعاب''(۳/۱۶۰۷)

[۳] صحیح بخاری(۲۶۴۵)اور صحیح مسلم(۱۴۴۷)

امام مسلم اور دگر ائمۂ حدیث نے اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ حمزہ کی بیٹی سے نکاح کیوں نہیں کر لیتے؟ یا کہا گیا کہ آپ حمزہ بن عبد المطلب کی بیٹی کو نکاح کا پیغام کیوں نہیں دیتے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: حمزہ میرے دودھ شریک بھائی ہیں۔ [۱]

امام بخاری، امام مسلم اور دگر ائمۂ حدیث نے زینب بنت ابی سلمہ کی سند سے روایت کی ہے کہ اُم المؤمنین اُم حبیبہ نے ان سے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ میری بہن عزہ سے نکاح کر لیجئے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں یہ پسند ہے؟ بولی: ہاں یا رسول اللہ! میں آپ کو بلا کسی سوتن کے تنہا نہیں چھوڑنے والی ہوں اور کسی نیک کام میں میری بہن کا میرے ساتھ ہونا مجھے زیادہ پسند ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ میرے لئے حلال نہیں۔ اُم حبیبہ نے بتایا کہ تب میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے درمیان تو یہ گفتگو ہوتی ہے کہ آپ درّہ بنت ابی سلمہ سے نکاح کرنے کے خواہاں ہیں، فرمایا: ابو سلمہ کی بیٹی؟ کہا: ہاں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اگر وہ میرے زیرِ پرورش نہ بھی ہوتی تب بھی میرے لئے حلال نہیں تھی، کیونکہ وہ میرے دودھ شریک بھائی کی بیٹی ہے، مجھے اور ابو سلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا ہے، اس لئے اپنی بیٹیوں اور بہنوں کا رشتہ میرے لئے ہرگز پیش نہ کرو۔" [۲]

---

[۱] صحیح مسلم (۱۴۴۸)

[۲] صحیح بخاری (۵۱۰۱) اور صحیح مسلم (۱۴۴۹)

ابن اسحاق کے بقول: ابو سلمہ رضی اللہ عنہ صرف دس لوگوں کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے، ان کی والدہ بڑّہ بنت عبدالمطلب بن ہشام ہیں۔ یہ وہ خوش نصیب انسان ہیں جنہوں نے اپنی شریکِ حیات اُم سلمہ کے ساتھ سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی، پھر عثمان بن مظعون کے ساتھ دونوں مکہ واپس آئے اور ابو طالب نے انہیں پناہ دی۔[۱]

ابن عبدالبر کا بھی کہنا ہے کہ اُم سلمہ اور ان کے شوہر ابو سلمہ رضی اللہ عنہما دین وایمان کی خاطر سرزمینِ حبشہ ہجرت کرنے والے اولین اشخاص میں سے ہیں۔[۲]

ابن سعد کہتے ہیں: تاریخی روایات کا اس پر اتفاق ہے کہ ابو سلمہ حبشہ کی دونوں ہجرتوں میں شامل تھے اور ان کی شریکِ حیات اُم سلمہ بنت ابی امیہ بھی ان دونوں میں ان کے ساتھ تھیں۔[۳]

جگر پارے

امام ذہبی کہتے ہیں:

ابو سلمہ سے ان کی کچھ اولاد ہیں جو سب کی سب نعمتِ صحابیت سے شرف یاب ہیں۔ مصعب بن عبداللہ کے بقول: ابو سلمہ سے اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو حبشہ میں سلمہ، عمر، دُرّہ اور زینب پیدا ہوئیں۔ ذہبی کہتے ہیں: یہ سارے عام الہجرۃ سے قبل حبشہ میں پیدا ہوئے۔[۴]

---

[۱] ''الِاصابۃ'' (۹۵/۴)

[۲] ''الاستیعاب'' (۳۵۴۵)

[۳] ابن سعد ''طبقات'' (۲۳۹/۳)

[۴] ''سیر أعلام النبلاء'' (۲۰۲/۲)

سلمہ: انہوں نے ہی رسول اللہ ﷺ سے اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کرائی تھی۔ان کی وفات اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے عہدِ خلافت میں ہوئی۔

عمر: ان کی کنیت ابوحفص ہے، جنگ جمل میں علی رضی اللہ عنہ کی صف میں تھے اور فارس و بحرین کے ذمہ دار تھے،ان کی وفات مروان بن الحکم کی خلافت میں ہوئی۔

دُرَّہ: رسول اللہ ﷺ کی ربیبہ ہیں، پیچھے بخاری اور مسلم کی روایات میں انہی کا ذکر ہوا ہے،ان ہی کے بارے میں اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ ہمارے درمیان یہ گفتگو ہوتی ہے کہ آپ دُرَّہ بنت ابی سلمہ سے نکاح کرنے والے ہیں۔ابن حجر نے ''الاِصابہ''میں ان کے حالاتِ زندگی درج کئے ہیں۔[۱]

زینب: ''الاِصابہ فی تمیزالصحابہ''میں حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ ان کے متعلق رقم طراز ہیں:

یہ رسول اللہ ﷺ کی ربیبہ ہیں۔کہا جاتا ہے کہ ان کی پیدائش سر زمینِ حبشہ میں ہوئی۔

نبی کریم ﷺ نے ان کی والدہ محترمہ سے جب شادی کی،اس وقت ان کی شیر خوارگی کا زمانہ تھا۔ ''مسند بزار''کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی وِدلات ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ہوئی۔ چنانچہ وضع حمل کی وجہ سے عدت ختم ہو جانے کے بعد آپ ﷺ نے انہیں پیغامِ نکاح دیا اور شادی کی،اس وقت زینب دودھ پیتی بچی تھیں۔اس سلسلے میں اُم سلمہ کی ایک لمبی کہانی ہے۔ان کا پہلا نام بَرَّۃ تھا جسے نبی کریم ﷺ نے بدل دیا۔[۲]

---

[۱] (۸/۷٦) ترجمہ رقم (۳۹۴)، بخاری (۵۱۰۱) اور مسلم (۱۴۴۹)

[۲] ''الاِصابۃ''(۸/۹٦)

ابن سعد کہتے ہیں:

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے زینب کو دودھ پلایا تھا، جس کی وجہ سے وہ زبیر کی اولاد کی ہمشیرہ تھیں، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ساری احادیثیں یاد کیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات سے روایت بھی کی۔ ان سے حدیث روایت کرنے والوں میں ان کے بیٹے ابو عبیدہ بن عبداللہ بن زمعہ، محمد بن عطاء، عراک بن مالک، حمید بن نافع، عُروَہ بن الزبیر، ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن اور زین العابدین بن علی بن الحسین سر فہرست ہیں۔

ابن سعد نے الصائغ کا یہ قول نقل کیا ہے:

جب مجھے مدینہ کی کسی فقیہ خاتون کا نام لینا ہوتا تو زینب بنت ابی سلمہ کا نام لیتا، اسی قسم کا قول سلیمان التیمی سے بھی مروی ہے۔

ابن سعد کہتے ہیں:

ہم نے "القطعیات" میں عطاف بن خالد عن اُمِّہ کے طریق سے روایت کی ہے، زینب بنت ابی سلمہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل کے لئے جاتے تو میری امی کہتیں: ان کے پاس جاؤ، جب میں جاتی تو آپ میرے چہرہ پر پانی کا چھینٹا مارتے اور فرماتے واپس چلی جاؤ۔

زینب کو دیکھا گیا کہ وہ بہت عمر رسیدہ خاتون تھیں، لیکن ان کے چہرہ کی چمک میں کوئی کمی نہیں تھی۔

ابو عمرو بن عبد البر نے اپنی کتاب "الاستیعاب" میں لکھا ہے:

بڑھاپے کے باوجود ان کے چہرے پہ جوانی کی آب وتاب باقی تھی۔ یہ سب کچھ ان کے چہرے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چھینٹے مارنے کی برکت کی وجہ سے تھا۔

شوہر کے ساتھ سوئے مدینہ ہجرت کی کہانی

عبداللہ بن عمر بن ابو سلمہ اپنی دادی اُم سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا:

جب ابو سلمہ نے مدینہ ہجرت کا ارادہ کیا تو اپنا ایک اونٹ سفر کے لئے تیار کیا، مجھے اور بیٹے سلمہ کو اس پر سوار کیا، پھر اونٹ کی نکیل لے کر چل پڑے، جب میرے میکہ مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کے لوگوں نے دیکھا تو کہنے لگے: یہ ہمارے خاندان کی لڑکی ہے، جو تمہاری زوجیت میں ہے، ہم اس حال میں اسے نہیں چھوڑ سکتے کہ تم اسے لئے ملک ملک گھومتے پھرو۔ ان لوگوں نے ابو سلمہ کے ہاتھ سے اونٹ کی رسی کھینچ لی اور مجھے اپنے قبضہ میں لے لیا۔

اس پر میری سسرال بنی عبدالاسد کے لوگ بھڑک اٹھے، میرے بیٹے سلمہ کی طرف یہ کہتے ہوئے بڑھے کہ جب تم نے ہمارے آدمی سے اپنی لڑکی چھین لی تو ہم اپنے بچے کو اس کے پاس نہیں چھوڑ سکتے۔ دونوں طرف کے لوگ میرے بیٹے سلمہ کو آپس میں کھینچنے لگے یہاں تک کہ ابو سلمہ کے رشتہ دار عبدالاسد کے لوگوں نے اس کا ہاتھ چھڑا لیا اور اپنے ساتھ لے کر چل پڑے۔ میرے میکہ بنی مغیرہ نے مجھے اپنے پاس روک لیا۔ میرے شوہر ابو سلمہ اپنے سفر پر گامزن رہے اور مدینہ پہنچ گئے۔

اس طرح مجھے اپنے شوہر اور اپنے بیٹے سے علیحدہ کر دیا گیا۔ میں ہر صبح نکلتی اور ''الابطح'' نامی جگہ پر بیٹھ کر روتی۔ لگ بھگ ایک سال تک میرا یہی معمول رہا۔ ایک مرتبہ میرے ایک چچازاد بھائی کا گذر میرے پاس سے ہوا جب انہوں نے میری یہ حالت دیکھی تو انہیں ترس آیا اور انہوں نے

بنی مغیرہ سے کہا: اس بے چاری کو تم لوگوں نے اس کے شوہر اور بچے سے جدا کر دیا ہے، تم اسے کیوں جانے نہیں دیتے؟ ان لوگوں نے مجھ سے کہا کہ ٹھیک ہے تم اپنے شوہر کے پاس جاسکتی ہو۔ بنی عبدالاسد والوں نے بھی میرا بچہ لوٹا دیا۔ میں نے اپنا اونٹ تیار کیا، بیٹے کو اپنی گود میں رکھا، پھر مدینہ کا رخ کئے چل پڑی۔ میرے ساتھ کوئی نہ تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ راستے میں جو بھی ملے گا اس سے پہچانے کی درخواست کروں گی۔ یہاں تک کہ جب میں مقام ''تنعیم''[۱] میں تھی کہ عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ ملے، (بنی عبدالدار کے ساتھ ان کی بھائی چارگی تھی)[۲] انہوں نے مجھے دیکھتے ہی پوچھا:

ابوامیہ کی بیٹی! کہاں کا ارادہ ہے؟

میں نے جواب دیا: مدینہ اپنے شوہر کے پاس جارہی ہوں۔

بولے: کیا تمہارے ساتھ کوئی مرد ہے؟

میں بولی: اللہ کی قسم! کوئی نہیں ہے۔ سوائے اللہ اور میرے اس بچے کے۔

بولے: اللہ کی قسم! تمہیں کوئی پہنچانے والا نہیں۔

پھر انہوں نے اونٹ کی نکیل تھامی اور آگے آگے چل پڑے، اللہ کی قسم! عرب کے مردوں میں میں نے ان سے زیادہ شریف النفس آدمی نہیں پایا۔ جب کسی پڑاؤ پہ پہنچتے تو میرا اونٹ بٹھادیتے۔

---

[۱] تنعیم مکہ کے قریب حدود حرم سے باہر ایک جگہ ہے، یہ مکہ سے دو فرسخ کی دوری پر ہے، مکہ کے لوگ عمرہ کے لئے یہیں سے احرام باندھتے ہیں۔

[۲] اس وقت یہ اسلام نہیں لائے تھے۔

کسی درخت کی اوٹ لیتے اور اس کے سامنے لیٹ جاتے، جب روانگی کا وقت ہوتا تو اونٹ کے پاس آتے، اور اسے تیار کر کے پھر الگ ہو جاتے اور کہتے کے سوار ہو جاؤ، جب میں سوار ہو جاتی اور اونٹ پر اچھی طرح بیٹھ جاتی تو آتے اونٹ کی نکیل پکڑتے اور آگے آگے چلتے۔ راستے بھر ان کا یہی معمول رہا یہاں تک کہ مجھے مدینہ پہنچا دیا۔

جب ''قبا''[۱] میں بنی عمرو بن عوف کی بستی پر ان کی نگاہ پڑی تو بولے: تمہارے شوہر اسی بستی میں ہیں، ابو سلمہ اس وقت وہیں تھے، میں اللہ کا نام لے کر اس بستی میں داخل ہو گئی۔ پھر عثمان بن طلحہ مکہ لوٹ گئے۔

اُم سلمہ کہتی ہیں:

میں نہیں جانتی کہ کسی گھرانے کو اسلام کی راہ میں وہ تکلیفیں اٹھانی پڑی ہو جو ابو سلمہ کے گھر والوں کو اٹھانی پڑی اور میں نے عثمان بن ابی طلحہ سے زیادہ شریف النس انسان نہیں دیکھا۔[۲]

ابن عبدالبر کہتے ہیں:

اُم سلمہ ہودج میں سوار ہو کر مدینہ داخل ہونے والی پہلی مہاجرہ ہیں۔

---

[۱] **قبا:** ایک مشہور گاؤں ہے جو مکہ جانے کے راستے میں بائیں کی جانب مدینہ منورہ سے دو میل کی مسافت پر ہے۔

[۲] عثمان بن ابی طلحہ صلح حدیبیہ میں اسلام لائے اور خالد بن ولید کے ساتھ مدینہ ہجرت کیا، جب مکہ فتح ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اور ان کے چچازاد بھائی شیبہ بن عثمان بن ابو طلحہ کو خانۂ کعبہ کی کنجی دی۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں جنگ اجنادین میں جام شہادت نوش کیا۔

اُمِّ سلمہ اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

امام احمد نے روایت کی ہے کہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا:

ایک دن ابو سلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں سے میرے پاس تشریف لائے اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات سنی ہے جس سے مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”لاتصیب أحدا من المسلمین مصیبة فیسترجع عند مصیبته ثم یقول اللهم أجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیراً منها الافعل ذلك به“

[جب کسی مسلمان کو کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے اور وہ اپنی مصیبت میں اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کہتا ہے اور یہ بھی دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! مجھے اس مصیبت کا ثواب عطا فرما اور اس سے بہترین بدلہ دے، تو اس کے ساتھ ضرور ایسا ہوتا ہے]

اُم سلمہ کہتی ہیں میں نے یہ حدیث یاد رکھ لی۔ جب ابو سلمہ کا انتقال ہوا تو میں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کہا اور: ”اللهم أجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منه“ پڑھا، پھر میں نے اپنے دل میں کہا کہ ابو سلمہ سے بہتر مجھے کون مل سکتا ہے؟

جب میری عدت ختم ہوئی تو ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی، اس وقت میں اپنے ایک چمڑے کو دباغت دے رہی تھی۔ میں نے اپنا ہاتھ درخت سلم کے پتوں سے دھویا اور آپ کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ میں نے ایک تکیہ بھی پیش کیا جس کے اندر کھجور کی پتیاں بھری ہوئی تھیں، آپ اس پر ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور مجھ سے نکاح کی خواہش ظاہر کی۔ جب آپ اپنی بات پوری کر چکے تو میں نے عرض کیا:

اے اللہ کے رسول! میں آپ کی خواہش کا احترام کرتی ہوں لیکن میں ایک انتہائی غیرت مند عورت ہوں، مجھے ڈر ہے کہ مجھ سے کچھ ایسی بات سرزد ہو جائے جس کی وجہ سے اللہ مجھے عذاب میں مبتلا کر دے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میری عمر بھی زیادہ ہو گئی ہے اور آخری بات یہ ہے کہ میں ایک بال بچے دار عورت ہوں۔

فرمایا: جہاں تک غیرت کی بات ہے تو اللہ عزوجل اسے ختم فرمادے گا۔ اور اگر تم عمر رسیدہ ہو تو میں بھی کیا کم ہوں اور رہی بال بچوں والی بات تو جان لو کہ تمہارے بچے میرے بچے ہیں۔

اُم سلمہ نے بیان کیا: پھر میں نے خود کو اللہ کے رسول کے سپرد کر دیا، رسول اللہ ﷺ سے میری شادی ہو گئی۔ اور اس طرح اللہ نے مجھے رسول اللہ ﷺ کی شکل میں ابو سلمہ سے بہتر عطا کر دیا۔ [۱]

امام ترمذی اور دوسرے محدثین وغیرہ نے عمر بن ابی سلمہ کی سند سے روایت کی ہے، وہ اپنی امی اُم سلمہ اور وہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اذا أصاب أحدكم مصيبة فليقل ﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ " (البقرہ:۱۵۶) "اللهم عندك احتسبت مصيبتي فأجرني فيها وأبدلني منها خيراً"

(جب تم میں سے کسی کو مصیبت لاحق ہو تو اسے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھنا چاہئے اور یہ بھی کہنا چاہئے کہ اے اللہ میں اپنی مصیبت کے ثواب کی تجھ سے امید رکھتا ہوں، تو مجھے اس میں اجر عطا فرما اور اس سے بہترین بدلہ دے) [۲]

---

[۱] امام احمد (۵/۱۶۳۴۴)

[۲] امام ترمذی (۳۵۱۱)

جب ابو سلمہ کا آخری وقت ہوا تو انہوں نے کہا: اے اللہ! میرے اہل وعیال کی اچھی نگہداشت کرنا۔ جب ان کی روح پرواز کر گئی تو اُم سلمہ نے ﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ (البقرہ:۱۵۶) کہا اور کہا کہ اے اللہ! اس مصیبت کا ثواب تجھ ہی سے رکھتی ہوں تو اس کا بہترین بدل عطا فرما۔[۱]

ابن سعد نے اپنی ''طبقات'' میں یزید بن ہارون عن عبدالملک بن قدامہ جمحی کی سند سے نقل کیا ہے کہ مجھ سے میرے والد نے اُم المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے ابو سلمہ کے واسطے روایت کی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جب کسی بندے کو کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے اور وہ اس موقع پر اللہ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے ﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ (البقرہ:۱۵۶) ''اللهم آجرني في مصيبتي هذه وعوضني منها خيراً'' کہتا ہے تو اللہ کی مصیبت میں ثواب عطا فرماتا ہے۔ اور وہ اس بات کا مستحق ہوتا ہے کہ فوت شدہ چیز سے زیادہ بہتر اللہ اسے دے۔

جب ابو سلمہ کا انتقال ہوا تو مجھے وہ حدیث یاد تھی جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے مجھے بیان کیا تھا، چنانچہ میں نے پڑھا: ﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ (البقرہ:۱۵۶) ''اللهم آجرني في مصيبي وعوضني منها خيراً''

پھر میں نے کہا: کیا مجھے ابو سلمہ سے بھی بہتر کوئی مل سکتا ہے؟ اُم سلمہ کہتی ہیں:

یقیناً اللہ نے مجھے ابو سلمہ سے بھی بہتر دیا اور مجھے یہ بھی امید ہے کہ اللہ نے میری مصیبت میں مجھے ثواب دیا ہوگا۔[۲]

---

[۱] اسے مالک، مسلم، حاکم، نسائی وغیرہ نے بھی روایت کی ہے۔

[۲] (۸۸/۸۷/۸) اس کے رجال ثقات ہیں۔ امام ذہبی نے ''سیر أعلام النبلاء'' (۲۰۳/۲) میں اس طرح روایت کی ہے۔

ابو سلمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت اور فراست

ابن سعد نے اپنی ''طبقات'' میں عاصم الأحول عن زیاد بن ابی مریم کی سند سے روایت کی ہے:

ایک بار اُم سلمہ نے ابو سلمہ سے عرض کیا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ جب کوئی جنتی شوہر کا انتقال ہو اور اس کی بیوی بھی جنتی ہو اور وہ اپنے شوہر کے انتقال کے بعد دوسری شادی نہ کرے تو اللہ دونوں کو جنت میں بھی یکجا کر دیتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی عورت انتقال کر جاتی اور اس کا شوہر اس کے بعد تنہا رہتا ہے تو یہی معاملہ ہوتا ہے۔ اس لئے آؤ یہ عہد کریں کہ تم میرے بعد شادی نہیں کروگے اور نہ میں تمہارے بعد۔

ابو سلمہ بولے: کیا تم میری ایک بات نہیں مانو گی؟

میں نے عرض کیا: میں نے کب آپ کی بات نہیں مانی ہے؟

بولے: تو میری ایک بات مانو جب میرا انتقال ہو جائے تو تم دوسری شادی کر لینا، پھر انہوں نے یہ دعا کی: ''اے اللہ میرے بعد اُم سلمہ کو ایک ایسا شوہر دے جو مجھ سے بہتر ہو، وہ اسے کبھی کوئی غم دے نہ تکلیف۔''

جب ابو سلمہ کا انتقال ہو گیا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ وہ کون جوان ہوگا جو میرے لئے ابو سلمہ سے زیادہ بہتر ہوگا؟

میں کچھ دنوں تک اسی سوچ میں رہی، پھر ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور دروازہ پہ کھڑے ہو کر پیغام نکاح دیا۔

میں نے بچوں کا بہانہ کر کے آپ کا پیغام لوٹا دیا، آپ دوسرے دن بھی تشریف لائے، میں نے پہلے والی بات کہی۔ اس کے بعد میں نے اپنے ولی سے کہہ دیا کہ اگر اس کے بعد بھی رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے ہیں تو ان سے میرا نکاح کر دینا۔[۱]

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات ۴ھ میں

ابن سعد کہتے ہیں: ابو سلمہ رضی اللہ عنہا غزوۂ بدر اور غزوۂ احد دونوں میں شریک رہے۔ غزوۂ احد میں ابو اسامہ جشمی نے کسی دھار دار چیز سے ان کے بازو پر زخم لگا دیا، ایک ماہ تک وہ اس کا علاج کرتے رہے پھر ان کے خیال میں زخم ٹھیک ہو گیا تھا حالانکہ زخم باہر سے بھرا تھا اندر فاسد مادہ باقی رہ گیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے پینتیسویں مہینے کے آغاز میں محرم الحرام مہینے میں "قطن" میں رہنے والے بنی اسد کی جانب ایک سریہ میں انہیں بھیجا۔ چنانچہ نصف ماہ تک وہ مدینہ سے باہر رہے، جب مدینہ واپس آئے تو ان کا زخم پھوٹ پڑا اور بیمار رہنے لگے اور تین جمادی الآخر میں ان کا انتقال ہو گیا، مدینہ کی مشہور جگہ "عالیہ" میں بنی امیہ بن زید کے ایک کنواں پر انہیں غسل دیا گیا۔ قبا سے آنے پر ابو سلمہ یہیں قیام پذیر تھے۔ اس کنویں کا نام زمانۂ جاہلیت میں العبیر تھا آپ نے بدل کر الیسیرہ رکھ دیا۔ پھر بنی امیہ بن زید کے محلہ سے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کو غسل کے بعد اٹھا لیا گیا اور مدینہ میں تدفین ہوئی۔

---

[۱] (۸۸/۸۷/۸) اس کے رجال ثقہ ہیں۔ امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۲۰۳/۲) میں اسی طرح روایت کی ہے۔

عمر بن ابی سلمہ کہتے ہیں: والد کے انتقال کے بعد میری ماں اُم سلمہ نے چار مہینہ دس روز عدت میں گذاری۔[۱]

ابن کثیر نے اسی روایت میں یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی کی اور شوال کے اخیر میں انہیں اپنے گھر لے آئے۔ میری امی کہا کرتی تھیں کہ شوال میں نکاح اور رخصتی میں کوئی حرج نہیں کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی ماہ میں مجھ سے شادی کی اور مجھے اپنے گھر لائے۔[۲]

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی جان کنی کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور دعا

ابن سعد نے صحیح سند سے قبیصہ بن ابی ذویب کی یہ روایت نقل کی ہے:

جب ابو سلمہ بن عبد الأسد کی جان کنی کا وقت تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور وہاں موجود خواتین کے بیچ ایک پردہ حائل تھا، وہ خواتین رورہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میت کے پاس فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور گھر والے جو کچھ کہتے ہیں اس پر آمین کہتے ہیں، اور جب روح کو آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے تو نگاہ اس کا پیچھا کرتی ہے۔

جب ابو سلمہ کی روح پرواز کر گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں ہتھیلیاں ان کی آنکھوں پر رکھیں اور دونوں کو بند کر دیا۔[۳]

---

[۱] الطبقات (۳/۲۴۰/۲۴۱)

[۲] البدایۃ والنہایۃ (۴/۶۴)

[۳] ابن سعد "طبقات" (۳/۲۴۱)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسلمہ کے لئے یہ دعا کی:

”اللهم أفسح له فی قبره- وأضئ له فیه، وعظم نوره، واغفر ذنبه، اللّٰهُمَّ ارفع درجته فی المهديين، واخلفه فی ترکته فی الغابرین واغفر لنا وله یا رب العالمین“

”اے اللہ ان کی قبر کو کشادہ فرما، ان کی قبر کو روشن فرما، اس کی روشنی کو بڑھا، ان کے گناہ معاف فرما۔ ہدایت یافتہ لوگوں کے درمیان ان کا مقام اونچا کر، ان کی نسل میں ان کا قائم مقام بنا، اے سارے جہاں کے پالنہار انہیں اور ہمیں معاف فرما“۔

شوہر کی وفات پر اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا غم

امام مسلم اور دوسرے محدثین نے عبید بن عمیر کی سند سے روایت کی ہے:

اُم سلمہ نے بیان کیا کہ جب ابوسلمہ کا انتقال ہوا تو میں نے اپنے دل میں کہا: ابوسلمہ ایک پردیسی تھے اور پردیس ہی میں ان کی وفات ہوئی ہے، میں ان کی موت پر اس طرح روؤں گی کہ زمانہ یاد کرے گا۔ میں ان پر رونے کے لئے پوری طرح تیار ہو چکی تھی کہ ایک عورت صعید (مدینہ کا بالائی حصہ جو بقیع کے بعد ہے) سے رونے میں میری مدد کرنے کے لئے آرہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا سامنا ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”کیا تم چاہتی ہو کہ شیطان اس گھر میں داخل ہو جس سے اللہ نے اسے نکال دیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات دو بار کہی۔ تب میں رونے سے باز آگئی اور روئی نہیں۔“[۱]

---

[۱] امام مسلم (۹۲۶)

امام مسلم اور دوسرے محدثین نے بھی شقیق کی سند سے روایت کی ہے:

اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم مریض یا میت کے پاس جاؤ تو اچھی بات کہو، کیوں کہ تم جو کچھ کہتے ہو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔ جب ابو سلمہ کا انتقال ہوا تو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گئی اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ابو سلمہ کا انتقال ہو چکا ہے فرمایا: کہو:[۱]

"اللھم اغفرلی ولہ واعقبنی منہ عقبی حسنۃ"

"اے اللہ! مجھے اور انہیں معاف فرما اور ان کے بعد مجھے بہترین بدلہ دے"

چنانچہ اللہ نے ان کے بعد ان سے بہتر شخص محمد ﷺ مجھے عطا کیا۔

رسول اللہ ﷺ کا پیغامِ نکاح

امام مسلم اور دوسرے محدثین نے ابن سفینہ کی سند سے روایت کی ہے: اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب کسی مسلمان کو کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے اور وہی کہتا ہے جو اللہ نے اس موقع پر کہنے کا حکم دیا ہے یعنی اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ، اے اللہ! میری مصیبت کا ثواب دے اور اس سے کہیں بہتر مجھے اس کا بدل دے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس سے بہتر عطا کرتا ہے۔[۲]

[۱] مسلم (۹۱۹)

[۲] مسلم (۳/۹۱۸)

جب ابو سلمہ کا انتقال ہوا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ ابو سلمہ سے بہتر کون مسلمان ہو گا؟ ان کا گھرانہ ہجرت کرنے والا پہلا گھرانہ ہے۔ لیکن میں نے رسول اللہ کی بتائی ہوئی بات کہی تو اللہ نے ان کے بعد مجھے رسول اللہ ﷺ دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے حاطب بن ابی بلتعہ کو اپنا پیغام نکاح دے کر میرے پاس بھیجا۔ میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے نکاح کرنے میں مجھے کوئی عذر نہیں ہے سوائے اس کے کہ میرے پاس ایک بیٹی ہے اور میں ایک غیرت مند خاتون ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جہاں تک بیٹی کی بات ہے تو ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اسے اُم سلمہ سے بے نیاز کر دے اور میں اللہ سے یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ اُم سلمہ کی غیرت ختم کر دے۔

اور امام احمد نے صحیح سند سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اُم سلمہ کو پیغام نکاح دیا تو انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ابھی یہاں کوئی میرا سرپرست حاضر نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا کوئی موجود یا غائب سرپرست ایسا نہیں جو اس شادی کو ناپسند کرے۔[۱]

تب اُم سلمہ نے عمر بن خطاب سے کہا کہ اے عمر! میرا سرپرست بن کر رسول اللہ ﷺ سے میری شادی کر دو، اور اس طرح رسول اللہ ﷺ سے میری شادی ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اُم سلمہ سے کہا کہ میں نے تمہاری بہنوں (دوسری بیویوں) کو جو کچھ دیا ہے اس میں سے تمہارے لئے کچھ کم نہیں کروں گا، دو چکی، ایک گھڑا، کھجور کی چھال سے بھری چمڑے کا ایک گدّا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ ان سے ملنے کے لئے آئے، جب وہ آپ ﷺ کو دیکھتیں تو اپنی بیٹی زینب کو لے کر اپنی گود میں ڈال لیتیں، یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ واپس آجاتے۔ جب یہ بات عمار بن یاسر کو معلوم

---

[۱] مسند امام احمد (۱۰/۲۶۵۹۱)

ہوئی جو اُم سلمہ کے دودھ شریک بھائی تھے تو اُم سلمہ کے پاس آئے اور بولے کہاں ہے وہ بُری اور بدمعاش جس کی وجہ سے تم نے اللہ کے رسول ﷺ کو تکلیف پہنچا رکھی ہے؟ پھر اس (زینب) کو لے کر چلے گئے۔

رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور اُم سلمہ کے پاس گئے تو گھر کے اندر اپنی نگاہیں دوڑانے لگے اور پوچھا کہ زینب کہاں ہے۔ اُم سلمہ بولیں: عمار آئے تھے وہ اسے لے گئے، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اُم سلمہ سے اپنی خلوت کی اور فرمایا کہ اگر تمہاری خواہش ہو تو میں تمہارے لئے سات دن مقرر کردوں اور اگر تمہارے لئے سات دن مقرر کردوں گا تو دوسری بیویوں کے لئے بھی سات دن مقرر کرنا ہوگا۔[۱]

اسی حدیث کو ابن سعد نے ''طبقات'' میں اس طرح روایت کی ہے:

اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کسی کو کوئی مصیبت لاحق ہو تو اسے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ پڑھنا چاہئے اور یہ دعا مانگنی چاہئے:

''اللهم عندك احتسبت مصيبتي فأجرني فيها وأبدلني بها ما هو خير منها''

''اے اللہ میں تجھ ہی سے اپنی مصیبت کے ثواب کی امید رکھتا ہوں، تو مجھے اس کا اجر دے اور اس کا بہترین بدلہ دے''۔[۲]

---

[۱] اس حدیث کو امام ترمذی (۳۵۰۶) نے کتاب الدعوات میں، ابن ماجہ نے کتاب الجنائز (۱۵۹۸) حاکم نے (۳/۶۶۴۲) میں اور دوسرے حضرات نے بالتفصیل و بالاختصار روایت کی ہے۔

[۲] ابن سعد ''طبقات'' (۹۰/۸۹/۸)

جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آیا تو انہوں نے یہ دعا مانگی: ''اے اللہ میرے اہل وعیال کو میرے بعد اچھا بدل دے۔'' جب ان کی روح پرواز کر گئی تو میں نے کہا: '' اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ، اللهم عندك احتسبت مصيبتي فأجرني فيها'' میں نے یہ بھی کہنا چاہا کہ اس مصیبت کا مجھے زیادہ بہتر بدلہ دے۔ لیکن میں نے اپنے دل میں کہا کہ ابو سلمہ سے بہتر کون ہوگا؟ میں اس سوچ میں ڈوبی رہی تاآنکہ میں نے یہ بات بھی کہہ ہی دی، جب میری عدت ختم ہوئی، تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے نکاح کا پیغام دیا، میں نے ان کا پیغام نامنظور کر دیا پھر عمر رضی اللہ عنہ نے پیغام دیا، میں نے ان کا بھی پیغام ٹھکرا دیا، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغامِ نکاح دے کر کسی کو بھیجا۔ میں نے کہا: رسول اللہ اور ان کے قاصد کو خوش آمدید! لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتادو کہ میں ایک غیرت مند عورت ہوں، میں مصیبت کی ماری ہوں اور یہاں میرے سرپرستوں میں سے کوئی موجود بھی نہیں۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس یہ کہلوا بھیجا کہ جہاں تک تیری مصیبت کی بات ہے تو یقیناً اللہ تمہارے بچوں کی حفاظت فرمائے گا۔ رہی بات غیرت کی تو میں اللہ سے دعا کروں گا کہ وہ تمہارے جذبۂ غیرت کو ختم کر دے، اور جہاں تک سرپرستوں کی بات ہے تو ان میں سے کوئی موجود یا غائب ایسا نہیں جسے یہ شادی پسند نہ ہو۔ پھر میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شادی کر دو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تمہاری فلاں بہن کو جو کچھ میں نے دیا اس میں سے تمہیں کچھ بھی کم نہ دوں گا۔ دو چکیاں، دو گھڑے، اور ایک چمڑے کا گدّا۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے تو اپنی بچی زینب کو اپنی گود میں لے کر دودھ پلانے لگتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نہایت شرمیلے اور سیدھے سادے انسان تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُم سلمہ کو اسی حالت میں دیکھ کر واپس آجاتے۔ ایسا کئی بار ہوا، عمار بن یاسر اُم سلمہ کی یہ حرکت

سمجھ گئے۔ ایک دن جب رسول اللہ ﷺ آئے تو عمار بن یاسر گھر کے اندر چلے گئے، وہ اُم سلمہ کے دودھ شریک بھائی تھے۔ انہوں نے اُم سلمہ کی گود سے اس بچی کو لے لیا اور کہا کہ اس بد معاش کو میرے پاس چھوڑ دو جس کی وجہ سے تم نے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف میں مبتلا کر رکھا ہے۔

جب آپ ﷺ گھر میں داخل ہوئے تو اپنی نگاہیں دوڑانے لگے اور فرمانے لگے زناب کہاں ہے؟ زناب کا کیا ہوا؟ اُم سلمہ نے کہا کہ عمار آئے تھے، وہ اسے لے گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سے اپنی خلوت پوری کی اور فرمایا: اگر تم چاہو تو تمہارے پاس سات دن ٹھہروں اور پھر دوسری بیویوں کے لئے بھی سات دن مقرر کرنا ہوگا۔

ایک دوسری روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے اُم سلمہ کو نکاح کا پیغام دیا اور پوچھا کہ تمہیں مجھ سے نکاح کرنے سے کون سی چیز مانع ہے؟

بولیں، رکاوٹیں ہیں: ''عمر دراز ہوں، بال بچے دار ہوں اور بہت زیادہ غیرت مند ہوں'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہاری غیرت کے سلسلے میں ہم اللہ سے دعا کریں گے کہ وہ اسے ختم کر دے، رہی عمر درازی والی بات تو میں تم سے زیادہ عمر دراز ہوں اور بچی اللہ اور اس کے رسول پر چھوڑ دو۔

چنانچہ اُم سلمہ نے رسول اللہ ﷺ سے نکاح کر لیا۔ آپ ﷺ کئی بار ان کے پاس گئے لیکن ان سے اپنی خواہش پوری نہیں کر پائے چونکہ وہ اپنی بچی کو دودھ پلانے میں مشغول ہو جاتیں۔ ایک دن عمار بن یاسر آئے اور کہا کہ یہ بچی دے دو جس نے رسول اللہ ﷺ کی بیوی کو مشغول کر رکھا ہے۔ اسے عمار بن یاسر لے گئے اور قبا میں اس کے لئے ایک دائی مقرر فرمادی۔

رسول اللہ ﷺ جب آئے تو اس بچی کے بارے میں پوچھا کہ زناب کہاں ہے؟ وہاں اُم سلمہ کے پاس بیٹھی ایک خاتون نے بتایا کہ عمار اسے لے گئے ہیں اور قبا میں اس کے لئے ایک دائی مقرر

کر دی گئی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: "کل ہم بیویوں کے لئے دن تقسیم کریں گے۔" دوسرے دن جب آپ نے اُم سلمہ کے پاس سے جانے کا ارادہ کیا تو فرمایا: اے اُم سلمہ! تمہارے شوہر کے دل میں تمہاری عزت ہے۔ میں نے کسی بیوی کے لئے سات دن مقرر نہیں کیا، اگر تمہارے حصے میں سات دن دوں تو دوسری بیویوں کے لئے سات دن دینا ہوگا۔

طبرانی نے اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کے یہاں آئے، اپنی چادر لپیٹی اور دروازے کی چوکھٹ پہ رکھ دیا اور اس پر ٹیک لگا کر کہنے لگے:

"اُم سلمہ! کیا مجھ سے شادی کرنا چاہو گی؟"

اُم سلمہ بولیں: میں ایک شدید غیرت مند خاتون ہوں، مجھے ڈر ہے کہ مجھ سے کوئی ایسی ناشائستہ حرکت سرزد نہ ہو جائے جو رسول اللہ ﷺ کو ناگوار ہو۔آپ ﷺ نے دوبارہ کہا: اُم سلمہ! کیا تم مجھ سے شادی کرنا چاہو گی، اگر ہم تمہارے مہر میں اضافہ کر دیں؟[۱]

اس کے بعد اُم عبد نے کہا کہ اے اُم سلمہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ قریش کی عورتیں تمہارے بارے میں کیا کہہ رہی ہیں؟ وہ کہہ رہی ہیں کہ اُم سلمہ نے محمد کا پیغام اس لئے ٹھکرا دیا ہے کہ وہ کسی ایسے قریشی جوان سے شادی کی خواہاں ہے جو محمد (ﷺ) کے مقابلے میں زیادہ نوجوان اور زیادہ مال دار ہو۔

یہ سن کر اُم سلمہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور آپ سے نکاح کر لیا۔[۲]

---

[۱] طبرانی "الکبیر" (۲۳/۵۱۸)

[۲] اسے ہیثمی نے "مجمع الزوائد" (۹/۱۵۳۳۸) میں روایت کی ہے۔اور کہا ہے کہ اسے طبرانی نے روایت کی ہے اور اس کے رجال، صحیح کے رجال ہیں۔

شادی کی بابرکت گھڑی

ابن سعد نے عمر بن ابی سلمہ سے روایت کی ہے:

غزوۂ احد میں میرے والد شریک ہوئے، جس میں ابو سلمہ کو جشمی نے ان کے بازو پر ایک تیر مارا، وہ ایک ماہ تک اس زخم کا علاج کراتے رہے اور وہ زخم ٹھیک بھی ہو گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے میرے والد کو ہجرت کے بعد پینتیسویں مہینے کے آغاز میں محرم الحرام میں قطن کی طرف روانہ کیا، وہ انیتس دنوں تک مدینہ سے غائب رہے، پھر آٹھ صفر المظفر ۴ھ کو وہ مدینہ لوٹ آئے۔ اس دوران ان کا زخم پھوٹ پڑا اور بالآخر آٹھ جمادی الآخر ۴ھ کو ان کا انتقال ہو گیا۔ بیس شوال المکرم ۴ھ کو میری والدہ ان کی عدت سے فارغ ہوئیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے شادی کی۔ میری والدہ محترمہ کا انتقال ذی قعدہ ۵۹ھ میں ہوا۔[۱]

رسول اللہ ﷺ کا تحفہ

ابن سعد نے روایت کی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو ان سے فرمایا کہ میں نے نجاشی کو چند اوقیہ کستوری اور نئے کپڑوں کا ایک جوڑا بطور تحفہ بھیجا ہے، اب اس کا انتقال ہو چکا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میرا بھیجا ہوا تحفہ مجھے واپس لوٹا دیا جائے گا، اگر ایسا ہوا تو وہ تمہارا ہو گا۔[۲]

---

[۱] ابن سعد "طبقات" (۸/۷۸)

[۲] "الطبقات" (۸/۹۵)

بالآخر ایسا ہی ہوا جیسا نبی کریم ﷺ نے خبر دی تھی، نجاشی کا انتقال ہو گیا اور آپ ﷺ کا تحفہ واپس آگیا، آپ ﷺ نے ہر ایک بیوی کو ایک ایک اوقیہ کستوری دی اور باقی کستوری اور کپڑوں کا جوڑا اُم سلمہ کو دے دیا۔[۱]

رسول اللہ ﷺ کی محبت اور دیگر ازواج کی غیرت

ابن سعد نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"میرے دل میں عائشہ کے لئے ایک ایسی جگہ ہے جہاں اب تک کوئی داخل نہیں ہو سکا ہے۔"[۲]

جب آپ ﷺ کا اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہو گیا تو آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اب اس جگہ کا کیا ہوا؟ آپ ﷺ خاموش رہے۔ لوگوں نے سمجھ لیا کہ اُم سلمہ اس جگہ میں داخل ہو چکی ہیں۔ ابن سعد ہی کی روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اُم سلمہ سے شادی کی تو میں بہت زیادہ غمگین ہو گئی چونکہ میں نے لوگوں کو ان کی خوبصورتی کا ذکر کرتے سنا تھا۔ میں نے اُم سلمہ کو دیکھنے کے لئے تدبیر نکالی، جب میں نے انہیں دیکھا تو لوگوں کے بیان سے کئی گنا زیادہ خوبصورت پایا۔ میں نے یہ بات حفصہ کو بتائی (وہ دونوں ہم خیال تھیں)، حفصہ نے کہا اللہ کی قسم! یہ غیرت کے علاوہ اور کچھ، نہیں تم جیسا بتا رہی ہو وہ ایسی نہیں ہے۔

پھر حفصہ نے بھی انہیں دیکھنے کی تدبیر نکالی، جب دیکھا تو مجھ سے بولیں کہ میں نے انہیں دیکھا ہے اللہ کی قسم! اُم سلمہ تمہاری تعریف کے مطابق تو کیا اس کے قریب بھی نہیں ہے البتہ وہ خوبصورت

---

[۱] اوقیہ: نصف رطل کا چھٹا حصہ۔

[۲] "طبقات ابن سعد" (۸/۹۴)

ضرور ہے۔ عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے دوبارہ انہیں دیکھا تو پایا کہ اللہ کی قسم! وہ ایسی ہی تھیں جیسا کہ حفصہ بتارہی تھیں، لیکن میں کچھ زیادہ ہی غیرت مند واقع ہوئی تھی۔

امام بخاری اور دوسرے ائمۂ حدیث نے زینب بنت ابی سلمہ سے روایت کی ہے کہ ان کی والدہ اُم سلمہ نے ان سے بیان کیا:

ایک بار میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی کہ اسی دوران مجھے حیض آنا شروع ہو گیا، میں چپکے سے اٹھی اور حالت حیض کا کپڑا پہن لیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''کیا تم حائضہ ہو گئی؟ میں نے کہا: ہاں، پھر آپ نے مجھے بلایا اور میں آپ کے ساتھ ایک ہی چادر میں لیٹ گئی۔''[۱]

مسلم کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے، اُم سلمہ فرماتی ہیں: میں اور رسول اللہ ﷺ حالتِ جنابت میں ایک ہی برتن سے نہایا کرتے تھے۔[۲]

احمد کی روایت ہے: رسول اللہ ﷺ روزہ کی حالت میں اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا بوسہ لیا کرتے تھے۔[۳]

امام احمد اور دوسرے حضرات نے صحیح سند سے روایت کی ہے کہ ایک عورت نے اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ میرے شوہر میرا بوسہ لیتے ہیں جب کہ ہم دونوں روزہ کی حالت میں ہوتے ہیں۔ آپ کا

---

[۱] صحیح بخاری (۲۹۸)

[۲] صحیح مسلم (۲۹۶)

[۳] مسند امام احمد (۱۰/۲۶۵۶۰)

کیا خیال ہے ؟اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا بوسہ لیا کرتے تھے جبکہ وہ اور میں دونوں روزہ کی حالت میں ہوتے۔[۱]

امام ابوداؤد وغیرہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر کی رات اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا چنانچہ انہوں نے فجر سے پہلے شیطان کو کنکری ماری اور پھر طواف افاضہ کیا۔[۲]

امام احمد نے زینب بنت ابی سلمہ کی سند سے روایت کی ہے، وہ اُم سلمہ سے نقل کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا تھا کہ یوم النحر کے دن وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز پڑھیں۔

صفیہ رضی اللہ عنہا سے اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی غیرت

ابن سعد نے روایت کی ہے کہ کسی سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صفیہ بنت حُیَیّ اور اُم سلمہ رضی اللہ عنہما تھیں، دورانِ سفر ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُم سلمہ کے ہودج کا گمان کرتے ہوئے صفیہ کے ہودج میں چلے گئے، وہ دن اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفیہ سے بات کرنے لگے، اس پر اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو غیرت آئی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا کہ یہ صفیہ ہیں تو آپ اُم سلمہ کے پاس آ گئے۔ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ اللہ کے رسول ہو کر میری باری کے دن یہودی کی بیٹی سے محوِ گفتگو تھے ؟اُم سلمہ کہتی ہیں: پھر مجھے اپنی اس بات پر بہت افسوس ہوا، اور میں اس کے لئے اللہ سے معافی مانگتی تھی۔ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! میں اس کے لئے اللہ سے معافی

---

[۱] مسند امام احمد (۱۰/۲۶۵۶۲)

[۲] مسند امام احمد (۱۰/۲۶۵۵۴)

مانگتی ہوں، صرف غیرت کی بناءپر میری زبان سے یہ الفاظ نکل گئے تھے۔[۱]

امام احمد اور دوسرے محدثین نے روایت کی ہے کہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میری سوتنوں نے مجھ سے گذارش کی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کروں کہ وہ لوگوں کو حکم دیں کہ آپ جہاں کہیں ہوں وہ اپنا ہدیہ وہاں بھیجا کریں، کیوں کہ یہ لوگ قصداً عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن ہی ہدیہ بھیجا کرتے ہیں، اور ہم بھی اسی طرح خیر کے طالب ہیں جس طرح عائشہ۔ چنانچہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میری سوتنوں نے مجھ سے کہا ہے کہ میں آپ سے کہوں کہ آپ لوگوں کو حکم دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں بھی رہیں وہ اپنا ہدیہ وہاں بھیجیں۔ کیوں کہ لوگ خاص طور سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن ہی ہدیہ بھیجا کرتے ہیں اور ہم بھی اسی طرح خیر کے طالب ہیں، جس طرح عائشہ۔ اُم سلمہ کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری بات سن کر خاموش رہے اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا، جب میری سوتنیں آئیں اور میں نے انہیں بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بات کا جواب نہیں دیا تو انہوں نے کہا کہ تم دوبارہ بات کرنا۔ جب میری باری کا دن آیا تو میں نے دوبارہ عرض کیا کہ میری سوتنوں کی رائے ہے کہ میں آپ سے کہوں کہ آپ لوگوں کو حکم دیں کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں وہ ہدیہ وہاں بھیجا کریں۔ میں نے یہ بات دو یا تین بار کہی، ہر بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہی رہے۔

پھر فرمایا: اُم سلمہ! مجھے عائشہ کی بابت تکلیف نہ دو کیوں کہ یہ عائشہ ہے کہ جب میں اس کے لحاف میں بھی ہوتا ہوں تب بھی وحی آتی ہے اور ایسا کسی دوسری بیوی کے ساتھ نہیں ہوا۔

اُم سلمہ نے کہا: میں اللہ کی پناہ مانگتی ہوں کہ عائشہ کے بارے میں آپ کو تکلیف دوں۔[۲]

---

[۱] ابن سعد ”طبقات“ (۸/۹۵)

[۲] مسند امام احمد (۲۶۵۷۴/۱۰)

حق گوئی و بے باکی

امام مسلم اور دوسرے محدثین نے روایت کی ہے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سال تک ٹھہرا رہا، میں یہ چاہتا تھا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ایک آیت کی تفسیر پوچھوں، مگران کی ہیبت ایسی تھی کہ میں پوچھ نہیں پاتا تھا، آخر ایسا ہوا کہ وہ حج کے لئے نکلے میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ جب ہم حج سے لوٹ کر آرہے تھے تو وہ ایک جگہ راستے میں قضائے حاجت کے لئے پیلو کے درخت کی طرف مڑے۔ میں ٹھہرا رہا جب وہ حاجت سے فارغ ہو کر آئے، میں ان کے ساتھ ہی چلا، میں نے (موقع پاکر) ان سے پوچھا کہ اے امیر المؤمنین! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں وہ کون دو خواتین ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے: ﴿ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ ﴾ (التحریم: ۴)

عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ حفصہ اور عائشہ (رضی اللہ عنہما) ہیں۔ میں نے کہا میں ایک سال سے آپ سے یہ پوچھنا چاہتا تھا مگر آپ کی ہیبت کی وجہ سے نہیں پوچھ پاتا تھا۔

انہوں نے کہا کہ آئندہ ایسا نہ کرنا، جس چیز کے بارے میں تمہارا خیال ہو کہ میں وہ جانتا ہوں، وہ بلا تامل مجھ سے پوچھ لیا کرو، اگر میں جانتا ہوں گا تو تم کو بتا دوں گا۔

پھر انہوں نے کہا، اللہ کی قسم! ہم جاہلیت میں عورتوں کو کچھ بھی اہمیت نہیں دیتے تھے (نہ ان کو ترکہ سے کچھ حصہ دیتے نہ کسی معاملہ میں ان سے رائے لیتے تھے) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے سلسلے میں جو اتارا وہ اتارا اور ترکہ میں سے جو حصہ دلایا وہ دلایا۔[۱]

---

[۱] صحیح مسلم (۳۱/۱۴۷۹)

عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک بار ایسا ہوا کہ میں ایک معاملہ میں غور و فکر کر رہا تھا، اتنے میں میری بیوی بول اٹھی، میں بتاتی ہوں، تم ایسا کرو تو اچھا ہے، میں نے کہا، اری، تجھے کیا مطلب؟ تم میرے کام میں دخل دیتی ہو؟

کہنے لگی خطاب کے بیٹے! تجھ پر تعجب ہے، تم نہیں چاہتے کہ تمہاری بیوی تم سے دو باتیں کرے، جب کہ تمہاری بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی باتیں کرتی ہے کہ آپ سارا دن اس پر غصہ رہتے ہیں، میں نے یہ بات سنتے ہی اپنی چادر سنبھالی، اور سیدھا حفصہ کے پاس گیا، میں نے اس سے کہا، بیٹا! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ چڑھ کر باتیں کرتی ہے؟ اور آپ سارا دن تجھ پر غصہ رہتے ہیں؟

حفصہ نے کہا اللہ کی قسم! ہم تو ایسا کرتے ہیں، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، دیکھو، میں تجھے اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کے رسول کے غصہ سے ڈراتا ہوں، بیٹا! تو اس لڑکی کی وجہ سے دھوکہ میں نہ رہنا جو اپنی خوبصورتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر نازاں ہے (یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا)۔

عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، پھر میں وہاں سے نکل کر اُم سلمہ کے پاس گیا۔ چونکہ وہ میری رشتہ دار تھی، ان سے بھی میں نے یہی گفتگو کی۔

اُم سلمہ کہنے لگیں، خطاب کے بیٹے تم پر حیرت ہے، تم ہر بات میں دخل دینے لگے ہو، نوبت یہ پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی بیویوں کے معاملے میں بھی گھس بیٹھے۔

اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے مجھے ایسا آڑے ہاتھوں لیا کہ اللہ کی قسم! ان کی بات سے میرا غصہ ذرا کم ہو گیا۔ میں ان کے پاس سے چل پڑا، انصاری لوگوں میں سے ایک شخص (اوس بن خولی یا عتبان مالک) میرا دوست ہوا کرتا تھا، جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر نہ رہتا تو وہ حاضر رہتا۔ اس دن کی ساری کیفیت مجھ سے آکر بیان کرتا، اور جب وہ حاضر نہ رہتا، میں حاضر رہتا تو اس دن کے سارے

حالات اس سے بیان کر دیتا، ان دنوں ہمیں غسان کے ایک بادشاہ (حبلہ بن ایہم) کا ڈر لگا ہوا تھا، لوگ کہتے تھے وہ ہم پر حملہ کرنا چاہتا ہے، ہمارے دلوں میں اس کا ڈر بھر گیا تھا، اسی دوران ہمارا وہ انصاری دوست آپہنچا، اور یکبارگی زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ کہنے لگا کھولو، کھولو، میں نے کہا کیا غسان کا بادشاہ آپہنچا؟

اس نے کہا نہیں، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ایک بات ہوئی ہے رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں سے الگ ہو گئے۔

میں نے کہا، اب تو حفصہ اور عائشہ کی ناک میں مٹی لگی، پھر میں نے اپنا کپڑا پہنا، گھر سے روانہ ہوا، جب رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا تو معلوم ہوا کہ آپ بالاخانے میں ہیں، اس پر ایک زینہ لگا تھا، اور ایک کالا غلام (رباح) زینہ کے سرے پہ بیٹھا تھا۔ میں نے اس غلام سے کہا، رسول اللہ ﷺ سے کہو کہ عمر حاضر ہے اجازت چاہتا ہے۔ آپ ﷺ نے اجازت دے دی، میں نے رسول اللہ ﷺ کو ساری کہانی (حفصہ کو ڈانٹنے، اور اُم سلمہ کو نصیحت کرنے کا کام) بتائی، جب اُم سلمہ کی گفتگو میں نے نقل کی تو رسول اللہ ﷺ مسکرا اٹھے، اس وقت آپ ایک چٹائی پر تھے، چٹائی پر کوئی فرش نہ تھا، آپ کے سرہانے چمڑے کا ایک تکیہ تھا، جس میں کھجور کی چھال بھری تھی، پیر کے پاس سلم کے پتوں کا ڈھیر لگا تھا، اوپر کچھ کچے چمڑے لٹک رہے تھے (بس یہی گھر کا سامان تھا) آپ کی پسلیوں پر چٹائی کا نشان پڑ گیا تھا۔ میں یہ دیکھ کر رونے لگا آپ نے پوچھا، کیوں رو رہے ہو، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایران اور روم کے بادشاہ ایسے پر تکلیف عیش و آرام میں ہیں۔ اور آپ اللہ کے رسول ہو کر اس حال میں رہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ ان کو دنیا کی راحت ملی اور ہمیں آخرت کا آرام؟۔

ذہانت وعقل مندی

ائمۂ حدیث (یہاں بخاری[1] کے الفاظ کا ترجمہ ہے) نے مسور بن مخرمہ اور مروان سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ صلح حدیبیہ کے زمانے میں مکہ کی طرف نکلے، ابھی راستہ ہی میں تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: خالد بن ولید قریش کے (دوسو) سوار لئے غمیم میں ہے۔ یہ قریش کا ہراول دستہ ہے، لہٰذا تم داہنی طرف کا راستہ لو (تاکہ خالد کو خبر نہ ہو اور تم مکہ کے قریب پہنچ جاؤ)۔

چنانچہ اللہ کی قسم! خالد کو ان کی خبر ہی نہیں ہوئی یہاں تک کہ اس کے سواروں نے فوج کی سیاہی دیکھی۔ خالد قریش کو تنبیہ کرنے کے لئے دوڑا، اور نبی کریم ﷺ بھی چلے، جب اس گھاٹی پر پہنچے جہاں سے مکہ پر اترتے ہیں، آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی، لوگ حل حل کہنے لگے، لیکن وہ نہ ہلی، لوگ کہنے لگے: قصواء اڑ گئی، قصواء اڑ گئی۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قصواء اڑی نہیں اور نہ ہی اڑنے کی اس کی عادت ہے مگر جس خدا نے ہاتھی والوں کو روکا تھا، اسی نے ہی قصوا کو بھی روک دیا۔ پھر فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، مکہ والے مجھ سے کوئی ایسی بات چاہیں جس میں اللہ کے حرم کی بڑائی ہو تو میں اس کو منظور کرلوں گا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کو ڈانٹا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ آپ ﷺ مکہ والوں کی طرف سے مڑ گئے، اور حدیبیہ کے بے حد کنارے ایک گڈھے کے پاس قیام کیا جس میں پانی کم تھا۔ لوگ تھوڑا تھوڑا پانی اس میں سے لیتے تھے۔ لوگوں نے جلد ہی اس گڈھے کا سارا پانی کھینچ لیا، رسول اللہ ﷺ سے پیاس کی شکایت کی گئی آپ نے اپنی ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور فرمایا: اس

---

[۱] صحیح بخاری (۲۷۳۱-۲۷۳۲)

کو اس گڑھے میں گاڑ دو، اللہ کی قسم! تیر گاڑتے ہی اس کا پانی بڑے زور سے جوش مارنے لگا اور ان کے لوٹنے تک یہی حال رہا، اسی دوران بدیل بن ورقاء خزاعی اپنی قوم خزاعہ کے کئی آدمیوں کو لے کر پہنچا، وہ لوگ تہامہ والوں میں آپ کے خیر خواہ اور محرمِ راز تھے۔ بدیل نے کہا: میں نے کعب بن لؤی اور عامر بن لؤی کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ حدیبیہ کے زیادہ پانی والے چشموں کے پاس مقیم تھے۔ ان کے ساتھ بچے والی اونٹنیاں بھی ہیں، وہ آپ سے جنگ کرنا اور مکہ سے آپ کو روکنا چاہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم تو کسی سے لڑنے نہیں آے ہیں، صرف عمرے کی نیت سے آئے ہیں۔ قریش کے لوگ لڑتے لڑتے تھک گئے ہیں۔ ان کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ اگر وہ چاہیں تو میں ایک مدت مقرر کر کے ان سے صلح کر لیتا ہوں، وہ دوسرے لوگوں کے معاملہ میں دخل نہ دیں۔ اگر دوسرے لوگ مجھ پر غالب ہوئے تو ان کی مراد بر آئی اور اگر میں غالب آیا تو ان کی مرضی، چاہیں تو اس دین میں شریک ہو جائیں جس میں اور لوگ شریک ہوئے (یعنی مسلمان ہو جائیں) نہیں تو چند روز ان کو آرام تو ملے گا۔ اگر وہ یہ بات نہ مانیں تو اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں تو اس دین پر ان سے لڑوں گا یہاں تک کہ میری گردن چلی جائے۔ اور اللہ ضرور اپنے دین کو پورا کرے گا۔

بدیل نے یہ سن کر کہا: میں آپ کا پیغام ان کو پہنچاتا ہوں۔ وہ قریش کے کافروں کے پاس گئے اور کہنے لگے میں اس شخص (آنحضرت ﷺ) کے پاس سے آیا ہوں۔ انہوں نے ایک بات کہی ہے، کہو تم سے کہوں، ان کے جاہل بیوقوف کہنے لگے ہمیں ان کی بات سننے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جو عقل مند تھے کہنے لگے بھلا بتاؤ تو کیا بات سن کر آئے ہو؟ بدیل نے بیان کیا، جو آنحضرت ﷺ نے

فرمایا تھا وہ ان کو سنا دیا، اتنے میں عروہ بن مسعود ثقفی کھڑا ہوا، کہنے لگا، میری قوم کے لوگو! کیا تم مجھ پر باپ کی طرح شفقت نہیں رکھتے، انہوں نے کہا کہ بے شک رکھتے ہیں۔ عروہ نے کہا کیا میں بیٹے کی طرح تمہارا خیر خواہ نہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں؟ عروہ نے کہا تمہیں مجھ پر کوئی شبہ ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ عروہ نے کہا تم کو معلوم نہیں ہے کہ میں نے عکاظ والوں کو تمہاری مدد کے لئے کہا تھا۔ جب وہ یہ نہ کر سکے تو میں اپنے بال بچے، جن لوگوں نے بھی میرا کہنا مانا ان کو لے کر تمہارے پاس آ گیا، انہوں نے کہا بے شک۔ عروہ نے کہا اس شخص یعنی بدیل نے تمہاری بہتری کی بات کہی ہے۔ مجھ کو محمد کے پاس جانے دو۔ قریش نے کہا اچھا جاؤ۔

عروہ آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرنے لگا۔ محمد بتلاؤ اگر تم نے اپنی قوم کو بالکل تباہ کر دیا (تو کون سی اچھی بات ہوئی) تم نے کسی عرب کے شخص کو سنا ہے تم سے پہلے جس نے اپنی قوم کو تباہ کیا ہو اور جو کہیں دوسری بات ہوئی (یعنی قریش غالب ہوئے) تو میں اللہ کی قسم! تمہارے ساتھیوں کے منہ دیکھتا ہوں یہ بھانت بھانت کے لوگ یہی کریں گے کہ تم کو چھوڑ کر چل دیں گے۔ یہ سن کر ابو بکر صدیق (کو غصہ آیا، انہوں) نے کہا ابے جا "لات" کا ذکر چاٹ، کیا ہم حضور کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ عروہ نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ ابو بکر ہیں۔ عروہ نے کہا: اگر تمہارا مجھ پر احسان نہ ہوتا جس کا میں نے بدلہ نہیں چکایا ہے تو میں تم کو جواب دیتا۔

خیر، پھر عروہ باتیں کرنے لگا اور جب بات کرتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی تھام لیتا۔ اس وقت مغیرہ بن شعبہ تلوار لئے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر کھڑے تھے، ان کے سر پہ خود تھا۔ جب عروہ اپنا ہاتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کی طرف بڑھاتا تو مغیرہ تلوار کے پچھلے حصہ سے اس کے ہاتھ پر مارتے اور کہتے اپنا ہاتھ آپ کی داڑھی سے الگ رکھو۔ آخر عروہ نے اوپر سر اٹھا کر دیکھا اور پوچھا یہ کون شخص ہے؟ لوگوں

نے بتایا: یہ مغیرہ بن شعبہ ہیں۔ عروہ نے کہا اے دغا باز! کیا میں نے تیری دغا بازی کی سزا سے تجھے نہیں بچایا؟ ہوا یہ تھا کہ مغیرہ زمانۂ جاہلیت میں کافروں کی ایک قوم کے پاس رہتے تھے۔ پھر ان کو قتل کر کے ان کا مال لوٹ کر چلے آئے اور مسلمان ہو گئے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں تیرا اسلام تو قبول کرتا ہوں لیکن جو مال تم لائے ہو اس سے مجھے کوئی مطلب نہیں۔ (کیوں کہ وہ دغا بازی سے ہاتھ آیا ہے۔ میں نہیں لے سکتا) پھر عروہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب کو دونوں آنکھوں سے گھورنے لگا، راوی کہتا ہے اللہ کی قسم! آنحضرت ﷺ نے جب کھنکار اور بلغم نکالا تو آپ کے اصحاب میں سے کسی نے اپنے ہاتھ پر لیا اور اپنے منہ اور بدن پر مل لیا (بطور تبرّک) اور جب آپ نے حکم دیا تو لپک کر اس کو انجام دینے چلا اور جب آپ نے وضو کیا تو آپ کے وضو کا پانی لینے کے لئے قریب تھا کہ لڑ مریں، اور جب آپ نے بات کی تو اپنی آوازیں پست کر لیں۔ اور مارے ادب کے آپ کو گھور کر نہیں دیکھتے تھے۔

خیر عروہ اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹ کر گیا اور کہنے لگا، میں تو بادشاہوں کے پاس جا چکا ہوں۔ اور روم، ایران اور حبش کے بادشاہوں کے پاس بھی گیا ہوں لیکن اللہ کی قسم! میں نے تو نہیں دیکھا کہ کسی بادشاہ کے لوگ اس کی ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد ﷺ کی تعظیم ان کے ساتھی کرتے ہیں، اگر انہوں نے تھوکا تو کوئی اپنے ہاتھ میں لیتا ہے اور اپنے منہ اور بدن پر مل لیتا ہے اور جب وہ کوئی حکم دیتا ہے تو فوراً ان کا حکم بجالاتے ہیں اور جب وضو کرتے ہیں تو وضو کے پانی کے لئے قریب ہوتا ہے کہ لڑ مریں گے۔ جب وہ بات کرتے ہیں تو یہ اپنی آوازیں دھیمی کر لیتے ہیں، ادب اور تعظیم سے ان کو گھور کر نہیں دیکھتے۔ محمد نے جو بات کہی ہے وہ تمہارے لئے فائدے کی ہے، اس کو مان لو۔

بنی کنانہ کا ایک شخص بولا: مجھے ان کے پاس جانے دو، لوگوں نے کہا اچھا جا، جب وہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب کے پاس آیا، آپ بول اٹھے، یہ شخص جو آرہا ہے ان لوگوں میں سے ہے جو بیت اللہ کی قربانی کی عظمت کرتے ہیں تو قربانی کے جانور اس کے سامنے کر دو، وہ جانور اس کے سامنے لائے گئے اور صحابہ نے لبیک پکارتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ جب اس نے یہ حال دیکھا تو کہہ اٹھا، سبحان اللہ! ان لوگوں کو کعبہ سے روکنا مناسب نہیں، اور اپنی قوم والوں کے پاس لوٹ گیا۔ بولا: میں نے ان کے اونٹوں کے گلے میں ہڈیوں کے ہار دیکھا ہے۔ میں بیت اللہ سے اُن کو روکنا مناسب نہیں سمجھتا۔

پھر ان میں مکرز بن حفص ایک شخص تھا، وہ اٹھا اور کہنے لگا مجھ کو جانے دو، لوگوں نے کہا اچھا جا، وہ جب آیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: یہ تو بدکار شخص ہے، خیر، وہ آپ سے باتیں کرنے لگا، اس کے بات کرنے کے دوران ایک دوسرا شخص قریش کی طرف سے آپہنچا۔ آپ ﷺ نے (فال نیک کے طور پر) فرمایا: اب تمہارا کام سہل ہو گیا۔

سہیل نے کہا: اچھا آیئے ہمارے اور آپ کے درمیان ایک صلح نامہ لکھا جائے آپ نے لکھنے والے کو بلوایا اور فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، سہیل کہنے لگا رحمٰن کو میں نہیں جانتا یہ کون ہے۔ لیکن عرب کے دستور کے مطابق باسمك اللهم لکھوایئے۔ جیسے پہلے آپ ہی لکھوایا کرتے تھے۔ مسلمان (لوگوں کو ضد آئی) کہنے لگے۔ اللہ کی قسم! ہم تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی لکھوائیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے لکھنے والے سے فرمایا: باسمك اللهم ہی لکھو، پھر اس طرح لکھوایا: یہ صلح نامہ ہے جس پر محمد اللہ کے رسول، اتنا لکھوانا تھا کہ سہیل بولا اللہ کی قسم! اگر ہم کو یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپ کو کعبہ سے کبھی نہ روکتے اور نہ آپ سے لڑتے۔ اس طرح لکھوایئے: جس پر

محمد عبداللہ کے بیٹے، یہ سن کر آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں اللہ کا رسول ہوں، گرچہ تم مجھ کو جھٹلاتے ہو، خیر محمد بن عبداللہ ہی لکھو، آپ ﷺ نے جھگڑا اس لئے نہیں کیا کہ آپ پہلے فرما چکے تھے کہ قریش مجھ سے ایسی بات چاہیں جس میں اللہ کے ادب والی چیزوں کی تعظیم ہو تو میں بے تامل منظور کروں گا۔ خیر، آنحضرت ﷺ نے آگے یہ لکھوایا: محمد عبداللہ کے بیٹے نے اس پر صلح کی کہ تم لوگ ہم کو اللہ کے گھر میں جانے دو گے، ہم وہاں طواف کریں گے۔

سہیل نے کہا (یہ نہیں ہو سکتا) اگر ہم آپ کو ابھی جانے دیں تو سارے عربوں میں چرچا ہو جائے گا کہ ہم دب گئے، لیکن آپ آئندہ سال حج کرو، خیر پھر لکھنا شروع ہوا، تو سہیل نے کہا، یہ شرط لکھو: ہم میں سے اگر کوئی شخص گرچہ تمہارے دین پر ہو تمہارے پاس آجائے تو تم اس کو ہمارے پاس لوٹا دو گے، مسلمانوں نے کہا: سبحان اللہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے وہ مسلمان ہو کر مشرکوں کے حوالے کر دیا جائے؟ لوگ یہی باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں سہیل بن عمرو کا بیٹا ابو جندل پاؤں میں بیڑیاں پہنے آہستہ آہستہ چلتا ہوا آیا، وہ مکہ کے نشیب کی طرف سے نکل بھاگا تھا، اس نے خود کو مسلمانوں کے سامنے پیش کر دیا۔ (ان کی پناہ چاہی) سہیل نے کہا: محمد یہ پہلا شخص ہے جسے شرط کے مطابق تمہیں واپس کر دینا چاہیے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اس کا تو صلح نامہ پورا لکھا بھی نہیں گیا ہے (ابھی اس شرط پر عمل کیسے ہو سکتا ہے؟) سہیل نے کہا پھر تو صلح ہی نہیں ہو گی، کبھی نہیں ہو گی، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: خاص ابو جندل کی اجازت دو سہیل نے کہا میں نہیں دیتا، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں دیتے؟ وہ بولا نہیں دیتا۔ مکرز بولا اچھا میں اجازت دیتا ہوں (لیکن اس کی بات نہ چلی) آخر ابو جندل نے کہا (یہ کیا غضب ہے) میں مسلمان ہو کر آیا ہوں۔ اور کافروں کے حوالے کیا جاتا ہوں؟ دیکھو مجھ پر کیا کیا

سختیاں ہوئی ہیں۔اس کو اللہ کی راہ میں سخت تکلیف دی گئی تھی۔ عمر بن الخطاب کہتے ہیں: یہ حال دیکھ کر میں آنحضرت ﷺ کے پاس آیا، میں نے عرض کیا: کیا آپ اللہ کے سچے پیغمبر نہیں ؟آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں ؟ میں نے عرض کیا: کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن ناحق پر نہیں ہیں ؟آپ ﷺ نے فرمایا: اس میں کیا شک ہے، میں نے کہا تو پھر ہم اپنے دین کو کیوں ذلیل کرتے ہیں ؟ فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں اور میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا۔ وہ میری مدد کرے گا۔ میں نے کہا: آپ فرماتے تھے کہ ہم کعبہ کے پاس پہنچیں گے اور طواف کریں گے۔آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک۔ مگر میں نے یہ کب کہا تھا کہ اس سال یہ ہو گا۔ میں نے عرض کیا: حقیقت میں آپ ﷺ نے یہ تو نہیں فرمایا تھا۔ تم کعبے کے پاس ایک دن ضرور پہنچو گے۔اس کا طواف کرو گے۔

عمر نے کہا: پھر میں ابو بکر کے پاس آیا اور میں نے کہا: کیا یہ اللہ کے سچے پیغمبر نہیں ہیں ؟انہوں نے کہا: بے شک ہیں۔ میں نے کہا: کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن ناحق پر نہیں ہیں ؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں ہیں ؟ میں نے کہا: پھر ہم اپنے دین کو کیوں ذلیل کریں ؟ابو بکر نے کہا: بھلے آدمی ! وہ اللہ کے پیغمبر ہیں،ان کی خلاف ورزی نہیں کرتے،اللہ ان کا مددگار ہے۔جو آپ ﷺ حکم دیں، بجالاؤ، کیونکہ اللہ کی قسم ! وہ حق پر ہیں۔میں نے کہا آپ ہم سے یہ نہیں فرماتے تھے کہ ہم خانۂ کعبہ کے پاس پہنچیں گے ؟ طواف کریں گے،ابو بکر نے کہا بیشک، لیکن کیا آپ ﷺ نے کیا یہ کہا تھا کہ اسی سال ہو گا؟ میں نے کہا: نہیں۔ یہ تو نہیں کہا تھا۔ انہوں نے کہا تو ایک دن تم کعبہ کے پاس پہنچو گے۔ طواف کرو گے، عمر نے کہا: یہ جو بے ادبی کی میں نے گفتگو کی،اس گناہ کو اتارنے کے لئے کئی نیک کام کئے۔

خیر جب صلح نامہ لکھ کر پورا ہوا، تو آنحضرت ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: اٹھو اونٹوں کی قربانی کرو، سر منڈواؤ، یہ سن کر کوئی نہ اٹھا، یہاں تک کہ تین بار آپ ﷺ نے یہی فرمایا: جب کوئی نہ

اٹھا تو آپ اُم سلمہ کے پاس گئے اور ان سے لوگوں کی شکایت کی۔ اُم سلمہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ چاہتے ہیں کہ لوگ ایسا کریں؟ تو ایسا کیجئے کہ آپ کسی سے کچھ نہ کہئے، اٹھ کر اپنے اونٹوں کی قربانی کر ڈالیئے۔ اور حجام کو بلوا کر بال بنوائیے۔ آپ اٹھے اور کسی سے بات نہیں کی۔ اپنے اونٹوں کو ذبح کیا اور حجام کو بلوا کر سر منڈایا۔ جب لوگوں نے آپ کو ایسا کرتے دیکھا تو سب اٹھے، قربانی کی، اور ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے۔ قریب تھا کہ ہجوم کی وجہ سے ایک دوسرے کو ہلاک کر دیں۔

دینی بصیرت اور روایتِ حدیث

اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سو اٹھہتر (۳۷۸) حدیثیں روایت کی ہیں۔ بخاری و مسلم میں ان کی روایت کردہ متفق علیہ احادیث تیرہ ہیں۔ صرف بخاری میں تین اور صرف مسلم میں تیرہ (۱۳) ہیں۔

مسند امام احمد بن حنبل میں ان کی حدیثیں ۲۶۵۳۳ سے ۲۶۸۱۲ تک [۱] ہیں۔

اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا شمار فقہاء صحابیات میں ہوتا تھا، ان سے متعدد لوگوں نے حدیثیں روایت کی ہیں، جن میں چند اہم نام ہیں: سعید بن المسیب، شقیق بن سلمہ، الأسود بن یزید، شعبی، ابو صالح السمان، مجاہد، نافع بن جبیر بن مطعم، اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام نافع، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام نافع، عطا بن رباح، شہر بن حوشب اور ابن ابی ملیکہ۔ [۲]

---

[۱] مسند امام احمد بن حنبل (۲۶۵۳۳/۱۰-۲۶۸۱۲/۱۰)

[۲] "سیر اعلام النبلاء" (۲/۲۱۰)

سخاوت اور بچوں سے محبت

امام بخاری وغیرہ نے زینب بنت ابی سلمہ کی سند سے روایت کی ہے کہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا اگر میں ابو سلمہ کی اولاد پر خرچ کروں تو مجھے اس کا اجر ملے گا؟ میں انہیں اس طرح (محتاجگی کی حالت میں) نہیں چھوڑ سکتی، کیوں کہ وہ میری بھی تو اولاد ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان پر خرچ کرنے کا اجر ضرور تمہیں ملے گا'' [۱]

ابن عبدالبر نے ''الاستیعاب'' میں اُم الحسین سے روایت کی ہے، وہ کہتی ہیں کہ میں اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی، اتنے میں کچھ مسکین آئے اور اصرار کرنے لگے، ان میں کچھ خواتین بھی تھیں، میں نے ان سے کہا کہ نکلو یہاں سے، یہ سن کر اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے لڑکی (یعنی اُم الحسین) ہمیں مسکینوں کے ساتھ ایسا سلوک کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے، کم از کم سبھوں کے ہاتھ میں ایک ایک کھجور دے دو۔ [۲]

ابن خلکان نے ''وفیات الأعیان'' میں لکھا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ حسن بصری رحمہ اللہ میں جو ذہانت وخوش کلامی تھی وہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی برکت سے تھی، کیونکہ ان کی والدہ خیرہ اُم المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ لونڈی تھی، خیرہ جب اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے کسی کام سے باہر جاتی اور ان کا بچہ (حسن بصری) روتا تو اُم سلمہ رضی اللہ عنہا اسے گود میں لے کر سینے سے چمٹا لیتیں تاکہ وہ اپنی ماں کے آنے تک چپ رہے۔ اس دوران وہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیتے۔ [۳]

---

[۱] صحیح بخاری (۵۳۶۹)

[۲] ابن عبدالبر ''الاستیعاب'' (۴/۳۵۹۴)

[۳] ابن خلکان ''وفیات الأعیان'' (۲/۶۹)

جب اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں قرآن نازل ہوا اور انہوں نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا!

امام بخاری، امام مسلم اور دوسرے محدثین نے ابو عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ جبریل علیہ السلام ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، وہاں اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ یہ کون تھے؟ بولیں: دحیہ، جب وہ چلے گئے تو اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا اللہ کی قسم! میں انہیں دحیہ سمجھتی رہی یہاں تک کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سنا جس میں آپ جبریل کی بات بتارہے تھے۔ [۱]

امام ترمذی وغیرہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیب عمر بن ابی سلمہ سے روایت کی ہے کہ جب آیت نازل ہوئی: [۲]

﴿ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ﴾ (الأحزاب: ۳۳)

اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ، حسن اور حسین کو بلوایا اور انہیں ایک چادر میں لپیٹا، علی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھے انہیں بھی اس میں شامل کیا اور فرمایا:

”اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، تو ان کی گندگی دور کر اور انہیں اچھی طرح پاک کردے“۔

---

[۱] صحیح بخاری (۳۶۳۳) اور صحیح مسلم (۲۴۵۱)

[۲] ترمذی (۳۲۰۵)

اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! کیا میں ان کے ساتھ نہیں ہوں؟ فرمایا: تم اپنی جگہ ہو اور تم خیر پر ہو۔[۱]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بعض غزوات میں شرکت

بخاری، وغیرہ میں زینب بنت ابی سلمہ کی سند سے ہے، اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم محاصرہ کے ساتھ طائف میں داخل ہوئے...'' الحدیث۔[۲]

اس سے معلوم ہوا کہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فتح مکہ اور غزوۂ حنین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں اس لئے کہ غزوۂ طائف فتح مکہ کے بعد ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے فارغ ہونے کے بعد فوراً حنین اور پھر طائف کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

ابن عبدالبر نے روایت کی ہے کہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا غزوۂ خیبر میں حاضر تھیں۔ ان کا کہنا تھا کہ میں نے مرحب کے دانت پر تلوار پڑنے کی آواز سنی تھی۔[۳]

یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ وہ صلح حدیبیہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو قربانی کرنے اور سر منڈانے کا حکم دیا تھا اس وقت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا کیا کردار تھا۔

---

[۱] اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن عبید منکر الحدیث ہے ''تہذیب التہذیب'' (۲۲۲/۲۲۱/۱۱)

[۲] صحیح بخاری (۴۳۲۴)

[۳] ابن عبدالبر ''الاستیعاب'' (۴/۳۵۹۴)

آپ رضی اللہ عنہا کی وفات

امام ذہبی فرماتے ہیں:

اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا اُمہات المؤمنین میں سب سے اخیر میں وفات پانے والی خاتون ہیں، جب انہیں حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کی خبر معلوم ہوئی تو غم کی وجہ سے انہوں نے سر جھکا لیا اور ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ انہیں اس سانحہ سے سخت تکلیف ہوئی اور کچھ ہی دنوں بعد اللہ کو پیاری ہو گئیں، یہ لگ بھگ نوے (۹۰) سال تک زندہ رہیں۔ ذی القعدہ ۵۹ھ میں ان کی وفات ہوئی، نماز جنازہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ ان کی قبر میں ان کے دونوں بیٹے عمر و سلمہ داخل ہوئے اور بقیع میں دفن ہوئیں۔

۷

اُمُّ المومنین

زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

مسکینوں کی محسن، یتیموں کی نگہبان، عبادت گزار،
پرہیزگار اور صدقہ و خیرات کرنے والی خاتون

ابن سعد نے ''طبقات'' میں روایت کی ہے:

''جب زینب کو رسول اللہ ﷺ سے شادی
کی بات معلوم ہوئی وہ سجدہ میں گر پڑیں''

اُمُّ المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

نام ونسب

زینب بنت رئاب بن یعمر بن صبیرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن أسد بن خزیمہ۔

والدہ کانام

ان کی ماں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی اُمیمہ بنت عبد المطلب ہیں۔ گویا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن ہیں۔[۱]

ان کے بھائی اسلام کے سب سے پہلے سپہ سالار عبد اللہ بن جحش ہیں۔ جو کہ اُم المؤمنین زینب بنت خزیمہ کے پہلے شوہر ہیں، جنگ احد میں ان کی شہادت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت خزیمہ کو اپنے حبالۂ عقد میں لیا۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن جحش کی شہادت کے بعد ان کی بیوی سے اور زید بن حارثہ سے طلاق کے بعد ان کی بہن سے شادی فرمائی۔

قبیلۂ أسد بن خزیمہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے انہیں اسدیہ کہا جاتا ہے۔ ان کی کنیت اُم الحکم ہے، آغازِ اسلام میں ہی ایمان لا کر ہجرت سے شرف یاب ہوئیں۔[۲]

---

[۱] "الإستیعاب" (۸/۹۴) الاستیعاب (۴/۴۰۶)

[۲] "أسد الغابۃ" (۵/۴۶۴)

پہلی شادی

ابن سعد کہتے ہیں[۱]:

نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے، آپ ﷺ کے ساتھ مدینہ ہجرت کرنے والوں میں زینب بنت جحش بھی تھیں، وہ ایک خوبصورت خاتون تھیں، آپ ﷺ نے انہیں زید بن حارثہ سے شادی کا پیغام دیا، وہ کہنے لگیں کہ اے اللہ کے رسول! مجھے یہ رشتہ پسند نہیں۔ میں قریش کی ایک معزز خاتون ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: لیکن مجھے یہ رشتہ پسند ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے ان کی شادی زید بن حارثہ سے کر دی۔

زید بن حارثہ نبی کریم ﷺ کے ربیب تھے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے باب میں ان پر گفتگو گذر چکی ہے، جب خدیجہ نے زید کو بطور ہدیہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا، اور جب ان کے والد اور چچا انہیں واپس لے جانے کیلئے آئے اور آپ نے انہیں یہ اختیار دیا کہ چاہیں تو وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہیں یا گھر واپس چلے جائیں اور انہوں نے گھر واپس جانے سے انکار کر دیا تو آپ ﷺ نے انہیں اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا۔

طبرانی نے ''الکبیر''[۲] اور ابو نعیم نے ''حلیۃ الأولیاء''[۳] میں اُم المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام مذکور کی سند سے روایت کی ہے کہ اُم المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے قریش کے

---

[۱] ''طبقات ابن سعد'' (۱۰۱/۸)

[۲] الاستیعاب (۴۰/۳۹/۲۴)

[۳] (۵۲/۵۱/۵) اسے ہیثمی نے ''مجمع الزوائد'' (۹/۱۵۳۴۴) میں روایت کی ہے اور کہا ہے: اسے طبرانی نے روایت کی ہے، اس کی سند میں حفص بن سلیمان ہے جو متروک ہے جس کے بارے میں ہلکی توثیق بھی ہے۔

کئی لوگوں نے شادی کا پیغام دیا، میں نے اس بارے میں مشورہ لینے کے لئے اپنی بہن حمنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس شخص سے شادی کیوں نہیں کرتی، جو اسے اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت سکھا سکے؟''

حمنہ بولیں: وہ کون ہے اے اللہ کے رسول!؟

فرمایا: زید بن حارثہ! یہ سن کر حمنہ سخت غصہ ہوئیں اور کہنے لگیں:

اے اللہ کے رسول! کیا آپ اپنی پھوپھی زاد بہن کی شادی ایک غلام سے کریں گے؟ پھر وہ میرے پاس آئی اور مجھے بتایا، میں اس سے بھی زیادہ سخت غصہ ہوئی اور اس کی بات سے زیادہ سخت بات میری زبان سے نکلی، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾

''کسی مومن مرد اور عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔''

(الأحزاب: ٣٦)

اُم المؤمنین زینب کہتی ہیں:

پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہلوا بھیجا کہ میں اللہ سے معافی مانگتی ہوں، اللہ اور اس کے رسول کی بات مانتی ہوں، اے اللہ کے رسول! آپ جو مناسب سمجھیں کریں۔

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ سے میری شادی کر دی، میں ان میں عیب لگاتی تھی، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شکایت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ڈانٹا، پھر میں انہیں اپنی زبان سے نشانہ بنانے لگی، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوبارہ میری شکایت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اور اللہ سے ڈرو۔"

زید نے کہا: میں اسے طلاق دے رہا ہوں!!

اور انہوں نے مجھے طلاق دے دی، جب میری عدت ختم ہو گئی، تو اچانک ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں داخل ہوئے، اس وقت میرے بال کھلے ہوئے تھے، میں سمجھ گئی کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے۔

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ سے میری شادی بنا پیغام اور بنا کسی گواہ کے ہو گی؟

فرمایا: اللہ تعالیٰ نے شادی کرائی اور جبریل علیہ السلام گواہ ہیں۔

امام بخاری وغیرہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی بیوی (زینب بنت جحش) کی شکایت کرنے آئے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

"اللہ سے ڈرو، اور اپنی بیوی کو روکے رکھو۔"

انس کہتے ہیں: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بات چھپانی ہوتی تو اسے چھپا دیتے۔[۱]

---

[۱] صحیح بخاری (۷۴۲۰)

زینب سے شادی کی خواہش کے اظہار سے نبی کریم ﷺ کا ڈر

امام بخاری اور دوسرے محدثین نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے[1] کہ آیت کریمہ:

﴿ وَ تُخۡفِیۡ فِیۡ نَفۡسِكَ مَا اللّٰهُ مُبۡدِیۡهِ وَ تَخۡشَی النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشٰهُ ﴾

''آپ اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا، آپ لوگوں سے ڈرتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار تھا کہ آپ اس سے ڈریں'' (الأحزاب: ۳۷) زینب بنت جحش اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: ابن ابی حاتم نے اس قصہ کو سدی کی سند سے بیان کیا، جو اس کا واضح اور خوبصورت پسِ منظر ہے، اس کے الفاظ ہیں: ہمیں معلوم ہوا کہ یہ آیت زینب بنت جحش کے بارے میں نازل ہوئی ہے، ان کی والدہ امیمہ بنت عبد المطلب رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی ہیں، رسول اللہ ﷺ ان کی شادی اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ سے کرنا چاہ رہے تھے لیکن انہیں یہ ناگوار تھا، پھر رسول اللہ ﷺ کی خواہش کے احترام میں راضی ہوگئیں اور آپ ﷺ نے ان کی شادی زید بن حارثہ سے کردی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو بتایا کہ وہ ان کی بیوی ہوں گی۔ آپ ﷺ کو زینب کو طلاق دینے کا حکم دیتے ہوئے شرم آتی تھی، ادھر زید اور زینب کے بیچ معمول کے مطابق تعلقات کشیدہ تھے، اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے زید کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھیں اور اللہ

---

[1] صحیح بخاری (۴۷۸۷)

کا خوف کھائیں۔ آپ ﷺ کو لوگوں کی اس تنقید کا ڈر تھا کہ کہیں وہ یہ نہ کہنے لگیں کہ بیٹے کی بیوی سے شادی کرلی، چونکہ آپ ﷺ نے زید کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا ہوا تھا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ آپ ﷺ جو بات چھپاتے تھے وہ یہ ہے کہ اللہ نے آپ ﷺ کو یہ بتادیا تھا کہ زینب آپ ﷺ کی بیوی ہوگی، اور آپ ﷺ محض لوگوں کی اس تنقید سے اسے چھپاتے تھے کہ بیٹے کی بیوی سے شادی رچالی۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ زمانۂ جاہلیت کے متبنیٰ کے رسم و رواج کو مٹانا تھا، وہ بھی ایک ایسے ذریعہ سے جو اس رسم و رواج کو مٹانے میں سب سے زیادہ موثر ہو یعنی منہ بولے بیٹے کی بیوی سے شادی کرلینا اور ایسا کرنے والا مسلمانوں کا رہنما ہو تاکہ عام لوگوں کو قبول کرنے میں کوئی حرج نہ ہو۔[1]

زید اور زینب کے سلسلے میں نزولِ قرآن اور تبنی کی رسم کا خاتمہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَ اتَّقِ اللّٰهَ وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ ۚ وَ اللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝۳۷ مَا كَانَ عَلَى النَّبِیِّ مِنْ حَرَجٍ فِیْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۝۳۸ الَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ یَخْشَوْنَهٗ وَ لَا یَخْشَوْنَ

[1] "فتح الباری" (۹/۴۷۹)

اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿۳۹﴾ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾

"اور جب آپ اس شخص سے کہتے تھے جس پر اللہ نے احسان کیا اور آپ نے بھی اس پر احسان کیا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو، اور اللہ سے ڈرو، اور آپ اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ ظاہر کرنا چاہتا تھا اور آپ لوگوں سے خائف تھے۔ حالانکہ اللہ زیادہ حق دار تھا کہ آپ اس سے ڈرتے، پس جب زید نے اس سے اپنی ضرورت پوری کرلی، تو ہم نے اس سے آپ کی شادی کر دی، تاکہ مومنوں کیلئے ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے شادی کرنے میں کوئی حرج باقی نہ رہے۔ جب وہ منہ بولے بیٹے ان بیویوں سے اپنی ضرورت پوری کرلیں، اور اللہ کے فیصلے کو بہر حال ہونا ہی تھا، نبی کے لئے اس کام کو کر گذرنے میں کوئی حرج نہیں جسے اللہ نے ان کے لئے ضروری قرار دیا ہے، گذشتہ انبیاء کے لئے بھی اللہ کی یہی سنت رہی ہے، اور اللہ کا ہر فیصلہ طے شدہ ہے۔ وہ انبیاء جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے رہے اور اس سے ڈرتے رہے، اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرے اور اللہ حساب لینے کے لئے کافی ہے۔ محمد تم لوگوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، وہ تو اللہ کے رسول اور انبیاء کے سلسلے کو ختم کرنے والے ہیں، اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے"۔ (الأحزاب: ۳۷-۴۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی

مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے کہ جب زینب کی عدت پوری ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید سے فرمایا کہ جا کر اسے میرا پیغامِ نکاح دے دو، جب زید ان کے گھر پہنچے تو وہ آٹا گوندھ رہی تھیں، زید کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہونے کی بنا پر میرے دل میں اس قدر ہیبت طاری تھی کہ میں ان

کی طرف نگاہ نہیں اٹھا پا رہا تھا، چنانچہ میں نے اپنی پیٹھ ان کی جانب کرلی اور کہا: اے زینب! اللہ کے رسول ﷺ نے اپنا پیغامِ نکاح دے کر مجھے تیرے پاس بھیجا ہے۔

زینب بولیں: جب تک میں استخارہ نہیں کر لیتی کچھ نہیں کہہ سکتی، پھر وہ اپنی جائے نماز پر چلی گئیں، اسی دوران قرآن نازل ہوا، رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور بغیر اجازت ان کے گھر میں داخل ہو گئے۔

راوی کہتے ہیں: ہمارا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دن چڑھے لوگوں کو روٹی اور گوشت کھلائی، لوگ کھانا کھا کر چلے گئے۔ جب کہ کچھ لوگ کھانے کے بعد بھی گھر میں بیٹھے باتیں کرتے رہے، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نمودار ہوئے، میں ان کے پیچھے چلا، آپ ﷺ اپنی بیویوں کے گھر جاتے اور انہیں سلام کرتے، وہ پوچھتیں، اے اللہ کے رسول! کیسی رہی آپ کی بیوی؟ مجھے یاد نہیں کہ میں نے انہیں بتایا کہ لوگ جا چکے ہیں یا انہوں نے مجھے بتایا، پھر آپ ﷺ گھر کے اندر داخل ہو گئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ داخل ہونا چاہا لیکن آپ ﷺ نے اپنے اور میرے درمیان پردہ حائل کر دیا، اس کے بعد پردے کا حکم نازل ہوا اور لوگوں کو نصیحت کی گئی۔[1]

ابن رافع کی حدیث میں نصیحت کے ان قرآنی الفاظ کا اضافہ بھی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ﴾

---

[۱] مسلم (۱۴۲۸)

"اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو، الّا یہ کہ تمہیں کھانے کے لئے داخل ہونے کی اجازت دی جائے لیکن تم (پہلے ہی سے بیٹھ کر) اس کے پکنے کا انتظار نہ کرو، بلکہ تمہیں بلایا جائے تو داخل ہو جاؤ، اور جب کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ، اور آپس میں بات چیت کرنے میں دلچسپی نہ لو، بے شک تمہاری یہ حرکت نبی کو تکلیف پہنچاتی ہے، لیکن وہ تم سے حیا کرتے ہیں، اور اللہ حق بات بیان کرنے میں حیا نہیں کرتا ہے"۔ (الأحزاب: ۵۳)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی عورت کو اس کے سابق شوہر کے ذریعہ نکاح کا پیغام بھیجوایا جاسکتا ہے اگر اسے ناگوار نہ ہو جیسا کہ زید کا معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا۔

نیز زینب کا استخارہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کسی کوتاہی کے اندیشہ کی بنا پر تھا کسی اور وجہ سے نہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [1] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام بھیجوانے کے لئے زید کا انتخاب اس لئے کیا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ ایسا اجباری طور پر بغیر زید کی مرضی کے ہوا ہے، حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا پیغام نکاح آنے پر عورت کو استخارہ اور دعا کرنی چاہئے اور یہ کہ جو شخص اپنا معاملہ اللہ کے حوالے کر دیتا ہے اللہ اس کے لئے دنیا و آخرت کی زیادہ بہتر اور نفع بخش چیز آسان کر دیتا ہے۔

ابن سعد نے [2] عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب زینب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کی بات معلوم ہوئی تو وہ سجدہ میں گر پڑیں۔

---

[1] "الفتح" (۹/۴۸۰)

[2] ابن سعد "طبقات" (۸/۱۰۲)

ایک دوسری روایت میں ہے، زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کا پیغام آیا تو میں نے اللہ تعالیٰ کے لئے دو مہینے روزہ رکھنے کی منت مانی، جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آگئی تو میں حضر میں یہ روزے رکھ پاتی تھی اور نہ سفر میں جس میں میرے نام قرعہ نکل جاتا، ایک مرتبہ جب میرے حالت قیام کا قرعہ نکلا تو میں نے وہ روزے پورے کر لئے۔ [۱]

زینب بنت اُم سلمہ کہتی ہیں، ایک بار میری والدہ اُم سلمہ کے سامنے زینب بنت جحش کا ذکر ہوا، تو ان کے لئے اللہ سے رحمت کی دعا کی، پھر ان کے اور عائشہ کے درمیان جو کچھ ہوا کرتا اس کا بیان کرتے ہوئے کہا کہ، زینب کہتی تھیں، اللہ کی قسم! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیویوں کی طرح نہیں ہوں، ان کی شادی مہر کے ساتھ ہوئی ہے، ان کے سرپرستوں نے ان کی شادی کی ہے، جب کہ میری شادی خود اللہ نے اپنے رسول سے کرائی ہے اور میرے بارے میں قرآن نازل کیا جسے مسلمان پڑھتے ہیں جس میں تغیر اور تبدل نہیں ہو سکتا:

﴿ وَ اِذۡ تَقُوۡلُ لِلَّذِیۡۤ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ ﴾

”اور جب آپ اس شخص سے کہتے تھے جس پر اللہ نے احسان کیا“۔ (الأحزاب: ۳۷)

اُم سلمہ فرماتی ہیں:

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی تھیں، آپ ان سے بہت زیادہ لگاؤ رکھتے تھے، وہ ایک نیک نیت، بہت زیادہ نماز روزہ کی پابند اور ہنر مند خاتون تھیں، اپنی ساری دولت مسکینوں پر خرچ کرتیں۔ [۲]

---

[۱] ابن سعد (۸/۱۰۲/۱۰۳)

[۲] ”الطبقات“ (۸/۱۰۲)

ولیمہ اور پردے کے حکم کا نزول

ابن سعد نے انس سے روایت کی ہے کہ زید بن حارثہ نبی کریم ﷺ کے پاس زینب کی شکایت لے کر آئے، رسول اللہ ﷺ ان سے کہا کرتے تھے کہ اپنی بیوی اپنے پاس رکھو ﴿ اَمۡسِكۡ عَلَيۡكَ زَوۡجَكَ ﴾ (الاحزاب: ۳۷) تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ وَ تُخۡفِىۡ فِىۡ نَفۡسِكَ مَا اللّٰهُ مُبۡدِيۡهِ ﴾

"اور آپ اپنے دل میں وہ چھپا رہے تھے جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا"۔ (الاحزاب: ۳۷)

پھر اللہ نے اپنے رسول ﷺ کی زینب سے شادی کر دی، رسول اللہ ﷺ نے ان کے علاوہ کسی دوسری بیوی کی شادی میں ولیمہ نہیں کیا، اس ولیمہ میں ایک بکری ذبح کی گئی تھی۔[۱]

امام بخاری، امام مسلم اور دوسرے محدثین نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے یہاں زینب بنت جحش کی رخصتی کے موقع پر ولیمہ میں روٹی اور گوشت کا اہتمام تھا، مجھے لوگوں کو کھانے پر بلانے کے لئے بھیجا گیا، کچھ لوگ آتے، کھانا کھاتے اور چلے جاتے، پھر کچھ لوگ آتے کھانا کھاتے اور چلے جاتے، میں لوگوں کو کھانے پر بلاتا رہا۔ یہاں تک کہ بلانے کے لئے کوئی نہیں بچا، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! اب کوئی نہیں بچا، فرمایا: کھانا اٹھا لو۔

تین لوگ گھر میں بیٹھے باتیں کرتے رہے، نبی کریم ﷺ باہر نکلے، عائشہ کے کمرہ میں گئے اور کہا السلام علیکم اہل البیت ورحمۃ اللہ۔

---

[۱] "الطبقات" (۸/۱۰۴-۱۰۵)

عائشہ نے جواب دیا: وعلیک السلام ورحمۃ اللہ، کیسی رہی آپ کی بیوی؟ اللہ آپ کو برکت دے۔

آپ ﷺ تمام بیویوں کے کمروں میں گئے، تمام سے وہی بات کہتے جو عائشہ سے کہا تھا اور وہ تمام بھی وہی کہتیں جو عائشہ نے کہا تھا۔ پھر نبی کریم ﷺ لوٹے تو دیکھا کہ وہ تینوں لوگ اب بھی گھر میں بیٹھے باتیں کر رہے ہیں، نبی کریم ﷺ از حد شرمیلے تھے۔ آپ عائشہ کے کمرے کی طرف چل پڑے۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے انہیں بتایا کہ وہ لوگ جا چکے یا کسی اور نے انہیں بتایا۔ آپ لوٹ آئے، یہاں تک کہ جب آپ نے اپنا ایک پیر گھر کی دہلیز کے اندر رکھا اور دوسرا باہر تھا کہ آپ ﷺ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ گرادیا اور پھر آیتِ حجاب نازل ہوئی۔ [۱]

بخاری وغیرہ میں بالفاظ دیگر ہے، انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی کی، تو لوگوں کو (کھانے پر) بلایا، لوگ کھا چکے اور بیٹھ کر باتیں کرنے لگے، آپ گھڑی گھڑی ایسا کرتے جیسے اٹھنا چاہتے ہوں مگر وہ نہ اٹھے بالآخر مجبور ہو کر آپ خود ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور دوسرے لوگ بھی کھڑے ہو گئے، صرف تین لوگ بیٹھے رہے۔ [۲]

نبی کریم ﷺ جب اندر داخل ہونے کے لئے آئے تو دیکھا کہ وہ لوگ ابھی بھی بیٹھے ہیں، پھر وہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے، میں نے جا کر نبی کریم ﷺ کو بتایا کہ لوگ جا چکے ہیں، آپ آئے اور اندر چلے گئے، جب میں نے بھی اندر جانا چاہا تو آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

---

[۱] صحیح بخاری (۴۷۹۳) اور صحیح مسلم (۱۴۲۸)

[۲] صحیح بخاری (۴۷۹۱)

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ﴾

"اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو، اِلّا یہ کہ تمہیں کھانے کے لئے داخل ہونے کی اجازت دی جائے لیکن تم (پہلے ہی سے بیٹھ کر) اس کے پکنے کا انتظار نہ کرو، بلکہ تمہیں بلایا جائے تو داخل ہو جاؤ، اور جب کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ، اور آپس میں بات چیت کرنے میں دلچسپی نہ لو، بے شک تمہاری یہ حرکت نبی کو تکلیف پہنچاتی ہے، لیکن وہ تم سے حیا کرتے ہیں، اور اللہ حق بات بیان کرنے میں حیا نہیں کرتا ہے"۔ (الأحزاب: ۵۳)

اسی حدیث کو امام مسلم نے اپنی ایک روایت [۱] اور دوسرے محدثین نے بھی روایت کی ہے، جس میں ایک واضح اور روشن معجزے کا ذکر ہے جو سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ولیمہ میں ظاہر ہوا، انس بن مالک کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (زینب بنت جحش) سے شادی کی اور اپنی بیوی کے پاس گئے، تو میری والدہ اُم سلیم نے کھجور، پنیر اور گھی سے تیار کھانا بنایا، اسے ایک برتن میں رکھا اور مجھ سے بولی کہ اے انس! اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤ، کہنا کہ میری امی نے یہ آپ کو بھیجا ہے، ساتھ ہی آپ کو سلام بھی کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ اے اللہ کے رسول! میری جانب سے یہ معمولی سی چیز آپ کے لئے ہے، میں اسے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، میں نے کہا: میری امی نے آپ کو سلام کہا ہے اور کہا ہے کہ اے اللہ کے رسول! میری جانب سے آپ کے لئے یہ معمولی سی

---

[۱] صحیح مسلم (۱۴۲۸/۹۴)

چیز ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اسے رکھ دو، پھر فرمایا: جاؤ فلاں فلاں اور جو بھی ملے اسے بلا لاؤ، آپ نے کچھ لوگوں کا نام لیا، چنانچہ میں نے ان لوگوں کو بلایا، جن کا آپ نے نام لیا تھا اور جن سے میری ملاقات ہوئی۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے انس سے پوچھا: کتنے لوگ تھے، بولے: لگ بھگ تین سو۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے انس! برتن لاؤ، لوگ آگئے یہاں تک کہ صفہ اور حجرہ بھر گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دس دس آدمی کا حلقہ بنالو اور ہر آدمی اپنے قریب سے کھائے، راوی کہتے ہیں: لوگوں نے کھایا یہاں تک کہ شکم سیر ہوگئے۔ ایک جماعت کھانا کھا کر نکلتی اور دوسری جماعت داخل ہوتی۔ یہاں تک کہ سارے لوگوں نے کھالیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے انس! برتن اٹھالو، میں نے اٹھالیا، مجھے نہیں معلوم کہ جب میں نے اس برتن کو رکھا تھا تب اس میں کھانا زیادہ تھا یا جب میں نے اٹھایا اُس وقت۔

راوی کہتے ہیں: کچھ لوگ کھانا کھانے کے بعد بھی رسول اللہ ﷺ کے گھر میں بیٹھے باتیں کرتے رہے، رسول اللہ ﷺ بھی بیٹھے تھے، اور آپ کی بیوی دیوار کی طرف رخ کئے تھی، یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے لئے بوجھل بن گئے۔ رسول اللہ ﷺ نکلے اور اپنی بیویوں کو سلام کیا پھر واپس لوٹ آئے، جب ان لوگوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ لوٹ آئے ہیں تو سمجھ گئے کہ وہ لوگ آپ پر بوجھل بن گئے ہیں۔ چنانچہ وہ تیزی سے دروازے کی طرف نکلے اور سارے لوگ چلے گئے۔

اب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، پردہ گرایا اور اندر داخل ہوگئے۔ میں کمرہ میں بیٹھا ہوا تھا، تھوڑی ہی دیر بعد میرے پاس آئے اور یہ آیت نازل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نکلے اور لوگوں کے سامنے اس کی تلاوت کی:

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ﴾ (الاحزاب: ۵۳)

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ان آیات کو لوگوں میں سب سے پہلے میں نے جانا، ان آیات کے نزول کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے پردہ کر لیا۔

مسلم کے الفاظ ہیں: [1] انس کہتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب زینب سے شادی کی تو اُم سلیم نے آپ کو کھجور، پنیر اور گھی سے تیار شدہ کھانا پتھر کے ایک برتن میں بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا، اے انس جاؤ اور جو بھی مسلمان ملے اسے بلا لاؤ، چنانچہ جس سے بھی میری ملاقات ہوئی میں اسے بلا لایا۔ لوگ آتے اور کھا کر چلے جاتے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک کھانے میں ڈالا اور دعا فرمائی اور جو کچھ پڑھنا تھا پڑھا، میری جس سے بھی ملاقات ہوئی تھی میں اسے بلا لایا تھا، ان لوگوں نے کھانا کھایا۔ اور شکم سیر ہو کر چلے گئے، کچھ لوگ بیٹھے رہے اور بہت دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کچھ کہنے سے شرم محسوس کر رہے تھے، آپ نکل گئے اور انہیں گھر میں چھوڑ دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی:

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا ..... ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ﴾ (الاحزاب: ۵۳)

اور ابن سعد نے اسی حدیث کو بایں طور روایت کی ہے:

---

[1] صحیح مسلم (۹۵/۱۴۲۸)

ثابت البنانی کہتے ہیں، میں نے انس بن مالک سے پوچھا: آپ نے کتنی مدت تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی؟ بولے: دس سال، اس دوران میرے کسی بھی اچھے یا برے کام پر آپ نے نکیر نہیں کی، میں نے کہا: ان دس سالوں میں جو سب سے حیرت انگیز بات آپ نے دیکھی ہو، ہمیں بتائیے، بولے: جب رسول اللہ ﷺ نے زینب بنت جحش سے شادی کی، جو آپ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کی بیوی تھیں، میری والدہ اُم سلیم نے کہا: اے انس! آج رسول اللہ ﷺ نوشہ بنے ہیں اور میں نہیں سمجھتی کہ ان کے پاس دوپہر کے کھانے کے لئے کچھ ہے، مجھے وہ گھی کا برتن دو، میں نے انہیں دے دیا، پھر انہوں نے مٹی کے ایک برتن میں گھی، پنیر اور کھجور سے تیار شدہ کھانا تیار کیا، صرف اتنی مقدار میں کہ آپ ﷺ اور نئی دلہن کے لئے کافی ہو، مجھ سے کہا کہ اسے آپ ﷺ کے پاس لے جاؤ۔ میں آپ ﷺ کے گھر گیا، یہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے رکھ دو، میں نے آپ کے اور دیوار کے درمیان اس برتن کو رکھ دیا، پھر فرمایا: جاؤ اور ابوبکر، عمر، عثمان اور علی کو بلا لاؤ، آپ نے صحابۂ کرام میں سے مزید کچھ لوگوں کا نام لیا، مجھے مدعو حضرات کی کثرت اور کھانے کی قلت پر حیرت ہو رہی تھی، کیونکہ کھانا بالکل تھوڑا سا تھا، لیکن میں آپ کی نافرمانی نہیں کرنا چاہ رہا تھا، چنانچہ میں نے ان تمام لوگوں کو بلا دیا، پھر فرمایا: دیکھو مسجد میں جو بھی ہے اسے بلا لاؤ، میں کسی کے پاس آتا تو دیکھتا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے یا سویا ہوا ہے، میں اس سے کہتا کہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت ولیمہ قبول کرو، کیوں کہ آج وہ نوشہ بنے ہوئے ہیں، یہاں تک کہ لوگوں سے گھر بھر گیا۔ مجھ سے آپ ﷺ نے فرمایا: کیا مسجد میں کوئی باقی بھی ہے؟ میں نے جواب دیا، نہیں، فرمایا: دیکھو اگر کوئی راستے میں ہے تو اسے بھی بلا لاؤ، میں بلا لایا، یہاں تک کہ حجرہ بھر گیا۔ فرمایا: کیا کوئی باقی رہ گیا؟ میں نے جواب دیا: نہیں، اے اللہ کے رسول! فرمایا: برتن لے

آؤ، میں نے برتن آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے اپنی تینوں انگلیاں اس کے اندر رکھ دیں اور اسے ہلایا، اور لوگوں سے کہا: اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کرو۔

میں گھی یا کھجور کو بڑھتے ہوئے دیکھ رہا تھا گویا کہ چشمہ پھوٹ رہا ہو، یہاں تک کہ گھر کے اور حجرے کے سارے افراد نے شکم سیر ہو کر کھالیا اور جتنا میں لایا تھا وہ برتن میں باقی رہا، میں نے اسے آپ کی دلہن کے پاس رکھ دیا، پھر میں وہاں سے نکلا تاکہ میں اپنی والدہ کو وہ حیرت انگیز بات بتاؤں جو میں نے دیکھی تھی۔

میری والدہ نے یہ سن کر کہا: تمہیں حیرت ہو رہی ہے، حیرت کی بات نہیں، اگر اللہ چاہتا تو سارے مدینہ والے اس سے کھاتے۔ ثابت البنانی کہتے ہیں کہ میں نے انس سے پوچھا: آپ کا کیا خیال ہے کتنے لوگ تھے؟ بولے اکہتّر لیکن مجھے بہتّر کہنے میں شک ہے۔

شادی کا سال

ابن سعد نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شادی زینب بنت جحش سے ذی القعدہ ۵ ھ میں ہوئی، اس وقت زینب کی عمر پینتیس سال تھی۔[۱]

عمرہ بنت عبدالرحمٰن کہتی ہیں:

میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے زینب بنت جحش سے کب شادی کی؟ بولیں: غزوۂ مریسیع سے ہماری واپسی پر یا اس کے کچھ دنوں بعد۔

---

[۱] ابن سعد "طبقات" (۸/۱۱۴)

شادی کا سال اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی فضیلت کہ ان کی رائے کے مطابق آیتِ حجاب نازل ہوئی

زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ولیمہ میں پردے کا حکم نازل ہوا

امام بخاری وغیرہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ کے گھر اچھے اور برے لوگ آتے ہیں، کاش آپ اُمہات المؤمنین کو پردے کا حکم دیتے؟ تو اللہ تعالیٰ نے آیتِ حجاب نازل فرمائی۔ [۱]

"فتح الباری" میں ہے:

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور بہت دیر تک بیٹھا رہا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین مرتبہ نکلے تاکہ وہ نکل جائے لیکن وہ نکلا نہیں، اسی دوران عمر آئے، انہوں نے آپ کے چہرے پہ ناگواری کے آثار دیکھے تو اس آدمی سے کہا کہ شاید تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچائی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تین مرتبہ نکلا، تاکہ وہ بھی میرے پیچھے نکل جائے لیکن اس نے ایسا نہیں کیا! تو عمر نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کاش آپ پردے کا اہتمام کرتے۔ کیوں کہ آپ کی بیویاں عام عورتوں کی طرح نہیں ہیں اور یہ ان کے دلوں کو پاک بھی رکھے گا تو آیتِ حجاب نازل ہوئی۔ [۲]

---

[۱] صحیح بخاری (۴۷۹۰)

[۲] "فتح الباری"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی پر زینب رضی اللہ عنہا کا فخر

امام بخاری وغیرہ نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

آیتِ حجاب زینب بنت جحش کے بارے میں نازل ہوئی۔ ان سے شادی کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روٹی اور گوشت کی دعوت دی، زینب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں پر فخر کرتے ہوئے کہا کرتیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان پر میری شادی کرائی۔[۱]

بخاری کی دوسری روایت، ابن سعد کی "طبقات" اور دوسری کتابوں میں ہے، انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زینب بنت جحش ہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا ﴾

"جب زید نے اس سے اپنی ضرورت پوری کرلی تو ہم نے اس سے آپ کی شادی کر دی۔" (الأحزاب: ۳۷)

زینب بنت جحش نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دگر بیویوں پر فخر کرتے ہوئے کہتی تھیں کہ تمہاری شادی تمہارے رشتہ داروں نے کرائی جب کہ میری شادی اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان کے اوپر کرائی۔[۲]

امام ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: زینب کی شادی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی نص سے بنا کسی سرپرست اور گواہ کے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کرائی۔ چنانچہ وہ اُمہات المؤمنین پر اس بات پر فخر کیا کرتی تھیں اور کہتی

---

[۱] صحیح بخاری (۷۴۲۱)

[۲] صحیح بخاری (۷۴۲۰)، ابن سعد "طبقات" (۸/۱۰۳)

تھیں کہ تم لوگوں کی شادی تمہارے رشتہ داروں نے کرائی اور میری شادی اللہ تعالیٰ نے عرش کے اوپر کرائی۔ [۱]

طبری نے "جامع البیان" میں شعبی سے روایت کی ہے کہ زینب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتی تھیں کہ مجھ میں تین خصوصیات ہیں جو آپ کی دوسری بیویوں میں نہیں: میرے اور آپ کے دادا ایک ہیں، آپ سے میری شادی اللہ تعالیٰ نے آسمان پر کرائی اور رابطہ کار جبریل علیہ السلام تھے۔ [۲]

طبری ہی نے محمد بن عبداللہ بن جحش سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ عائشہ اور زینب رضی اللہ عنہما نے ایک دوسرے پر فخر کا اظہار کیا تو زینب نے کہا کہ میں ہی ہوں جس کی شادی وحی سے ہوئی۔ [۳]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان کا مقام، ان سے آپ کی محبت اور بعض بیویوں کی ان سے غیرت

امام بخاری و مسلم اور دیگر ائمۂ حدیث نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینب بنت جحش کے یہاں شہد پیا کرتے اور ان کے پاس ٹھہرا کرتے تھے، تو میں اور حفصہ نے باہم اتفاق کیا کہ ہم میں سے جس کسی کے پاس آپ آئیں وہ آپ سے کہے گی آپ نے مغافیر کھائی ہے۔ آپ سے مغافیر کی مہک آرہی ہے۔ [۴]

---

[۱] "سیر أعلام النبلاء" (۲/۲۱۱)

[۲] طبری "جامع البیان" (۱۲/۲۱۷۶۲)

[۳] طبری (۱۲/۲۱۷۶۱)

[۴] صحیح بخاری (۴۹۱۲) اور صحیح مسلم (۱۴۷۴)

آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ میں نے زینب بنت جحش کے یہاں شہد پی ہے اور قسم کھاتا ہوں کہ دوبارہ ایسا نہیں کروں گا، یہ بات کسی کو نہ بتانا۔ بخاری وغیرہ نے ایک روایت میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ اس پر درج ذیل آیات نازل ہوئیں: [۱]

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ۭ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ﴾

”اور جب نبی نے اپنی بعض بیویوں کو ایک بات خفیہ طور پر بتادی، تو جب اس (بیوی) نے وہ بات (دوسری بیویوں کو) بتادی، اور اللہ نے نبی کو اس کی خبر کر دی، توانہوں نے اس وحی کا کچھ حصہ اس بیوی کو بتادیا، اور کچھ نہیں بتایا، جب انہوں نے اس (بیوی) کو اس کی اطلاع دی، تو اس نے کہا، آپ کو کس نے یہ خبر دی ہے، انہوں نے کہا، مجھے اس (اللہ) نے بتایا ہے جو ہر چیز کا جاننے والا، ہر بات کی خبر رکھنے والا ہے۔ اگر تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کرلوگی (تو بہتر ہوگا) اس لئے کہ تمہارے دل (حق سے) مائل ہو گئے ہیں“۔ (التحریم: ۱-۴)

اس حدیث کے مباحث پر گفتگو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے باب میں گزر چکی ہے۔

ابن سعد نے اپنی کتاب الطبقات میں روایت کی ہے کہ اللہ کے رسول نے زینب بنت جحش کو خیبر کے مال غنیمت میں سے اسّی وسق کھجور اور بیس وسق گیہوں دیا تھا۔ [۲]

---

[۱] صحیح بخاری (۵۲۶۷)

[۲] ”طبقات“ (۸/۱۰۷)

ابن سعد ہی نے [۱] زینب بنت اُم سلمہ کی سند سے روایت کی ہے کہ میری والدہ اُم سلمہ نے زینب بنت جحش کا ذکر کیا تو ان کے لئے اللہ سے رحم کی دعا کی، پھر ان کے اور عائشہ کے درمیان جو کچھ ہو جایا کرتا تھا اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ زینب کہتی تھیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بیویوں کی طرح نہیں ہوں، ان کی شادی مہر کے عوض ہوئی اور ان کے رشتہ داروں نے ان کی شادی کرائی، جب کہ میری شادی خود اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے کرائی اور میرے بارے میں قرآن نازل کیا، جسے صبح و شام مسلمان پڑھتے ہیں جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی یعنی یہ آیت:

﴿ وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ ﴾ (الأحزاب: ۳۷)

اُم سلمہ فرماتی ہیں: وہ (زینب بنت جحش) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی تھیں، آپ ان سے بے حد لگاؤ رکھتے، وہ ایک نیک، بہت زیادہ صوم و صلاۃ کا اہتمام کرنے والی، ہنر مند اور مسکینوں پر بہت زیادہ خرچ کرنے والی خاتون تھیں۔

ابن سعد نے ہی عروہ سے روایت کی ہے کہ جب زینب بنت جحش کا انتقال ہوا تو اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ان کا ذکر کر کے رونے لگیں اور ان کے لئے اللہ سے رحمت کی دعا کرنے لگیں۔ جب عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس بابت پوچھا گیا تو بولیں: وہ ایک نیک خاتون تھیں۔

میں (عروہ) نے پوچھا اے خالہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چہیتی بیوی کون تھی؟ بولیں: میں اس بات کو زیادہ اہمیت نہیں دیتی، البتہ زینب بنت جحش اور اُم سلمہ کا آپ کے یہاں مقام تھا، اور جہاں تک میں سمجھتی ہوں، میرے بعد وہ دونوں آپ کی سب سے محبوب بیویاں تھیں۔ [۲]

---

[۱] ابن سعد (۸/۱۰۳)

[۲] ''الطبقات'' (۸/۱۱۴)

تقویٰ و پرہیز گاری

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''الإصابۃ'' میں میمونہ بنت حارث سے روایت کی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین کی ایک جماعت کے بیچ مالِ غنیمت تقسیم فرمارہے تھے، اسی دوران زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بول پڑیں، تو عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! جانے دو، کیوں کہ وہ بہت زیادہ اللہ کے سامنے گریہ وزاری اور دعا کرنے والی ہے۔[۱]

بخاری[۲] میں واقعۂ افک میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے میرے معاملے میں پوچھا کہ اے زینب! تم عائشہ کے بارے میں کیا جانتی ہو؟ اس کے سلسلے میں تمہاری رائے کیا ہے؟

توانہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اپنے کان اور نگاہ کو اس بہتان سے بچاتی ہوں، اللہ کی قسم! میں اس کے تعلق سے اچھائی کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتی۔

---

[۱] (۴٦٨)(٨/٩٣)اور طبرانی نے ''الکبیر'' (۳۹/۲۴) میں روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر گئے، آپ کے ساتھ عمر بن الخطاب بھی تھے، آپ نے دیکھا کہ زینب بنت جحش نماز پڑھ رہی ہیں اور دعا کررہی ہیں، یہ دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک وہ بہت زیادہ دعا کرنے والی ہے۔ اسے ہیثمی نے ''مجمع الزوائد'' (۹/۱۵۳۵۰) میں روایت کی ہے اور کہا ہے کہ اسے طبرانی نے روایت کی ہے، اس کی سند منقطع ہے، اس میں یحییٰ بن عبد اللہ البابلی ہے جو ضعیف ہے۔

[۲] صحیح بخاری (۲٦٦۱)

عائشہ کہتی ہیں: زینب مقام و مرتبہ میں میرے برابر کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی نیکی کی وجہ سے میرے معاملے میں کچھ غلط کہنے سے بچالیا۔

مسلم [۱] وغیرہ نے روایت کی ہے کہ اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی بیویوں نے فاطمہ بنت رسول ﷺ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا، انہوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی، آپ میرے ساتھ بڑی چادر میں لیٹے ہوئے تھے، آپ نے انہیں اجازت دے دی۔

بولیں: اے اللہ کے رسول! آپ کی بیویوں نے مجھے بھیجا ہے، وہ ابو قحافہ کی بیٹی کی بابت آپ سے انصاف چاہتی ہیں۔ میں خاموش تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: بیٹی! کیا تمہیں اس سے محبت نہیں جس سے مجھے محبت ہے؟ بولیں: کیوں نہیں، ضرور، فرمایا: تو تم بھی عائشہ سے محبت کرو۔

عائشہ کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کی یہ بات سن کر فاطمہ کھڑی ہوگئیں اور نبی کریم ﷺ کی بیویوں کے پاس جاکر ماجرا بیان کیا، ان لوگوں نے فاطمہ سے کہا کہ آپ نے ہمیں کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچایا، واپس جایئے اور ان سے کہئے کہ آپ کی بیویاں ابو قحافہ کی بیٹی کے سلسلے میں آپ سے انصاف کی طلب گار ہیں، فاطمہ بولیں: اللہ کی قسم! اب کبھی بھی اس سلسلے میں میں آپ سے بات نہیں کروں گی۔

فاطمہ کے انکار کے بعد ان خواتین نے آپ کی بیوی زینب بنت جحش کو بھیجا، رسول اللہ ﷺ کے نزدیک مقام و مرتبہ میں ان تمام خواتین میں وہی میرے ہم پلّہ تھیں۔ میں نے دین کے معاملے میں زینب سے بہتر کوئی عورت نہیں دیکھی، وہ بہت زیادہ اللہ سے ڈرنے والی، سچ بولنے والی، صلہ رحمی کرنے والی، بہت زیادہ صدقہ و خیرات کرنے والی تھیں، البتہ ان میں بہت جلد غصہ ہو جانے کی صفت تھی لیکن جلد ہی وہ اس پر قابو پالیتی تھیں۔

---

[۱] صحیح مسلم (۲۴۴۲)

خیر انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اندر آنے کی اجازت چاہی، آپ میرے ساتھ چادر میں اسی حالت میں تھے جس حالت میں فاطمہ داخل ہوئی تھیں، آپ نے انہیں اجازت دے دی، انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کی بیویوں نے مجھے بھیجا ہے، وہ ابو قحافہ کی بیٹی کے سلسلے میں آپ سے انصاف چاہتی ہیں۔

پھر وہ مجھے کچھ کہنے لگیں اور کچھ زیادہ ہی بات کہہ دی، میں کبھی رسول اللہ ﷺ اور کبھی آپ کی نگاہ کو دیکھتی کہ مجھے کچھ کہنے کی اجازت دیں، عائشہ کہتی ہیں: زینب مسلسل بولتی رہیں یہاں تک کہ میں جان گئی کہ اگر میں جواب میں کچھ بولتی ہوں تو رسول اللہ ﷺ کو برا نہیں لگے گا، چنانچہ جب میں نے بولنا شروع کیا تو انہیں کچھ بولنے کا موقع ہی نہیں دیا۔

رسول اللہ ﷺ میرا انداز دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا آخر ابو بکر کی بیٹی ہے۔

تنبیہ: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان خواتین کا مطالبہ دلی محبت میں برابری کرنے کا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ افعال اور شب گذاری وغیرہ میں تمام بیویوں کے بیچ برابری سے کام لیتے تھے، لیکن جہاں تک دل کی محبت کی بات ہے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان تمام کے مقابلے میں زیادہ چاہتے تھے۔

مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ دل کی محبت کے معاملے میں انسان مکلف نہیں، اس لئے کہ کسی شوہر پر بیویوں کے درمیان دلی محبت میں برابری کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی کیونکہ دل پر صرف اللہ تعالیٰ کا اختیار ہوتا ہے، شوہر کو صرف افعال میں برابری کا حکم دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی بیماری میں بھی تمام بیویوں کے پاس جاتے یہاں تک کہ جب آپ کمزور ہو گئے تو ان سے اجازت مانگی کہ آپ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر رہنے دیا جائے اور آپ کو یہ اجازت دے دی گئی۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی چاہت

امام مسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم (بیویوں) میں مجھ سے سب سے پہلے وہ ملے گی جس کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ہو گا۔"

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

ہم بیویاں آپس میں اپنا ہاتھ ناپا کرتیں کہ کس کا ہاتھ زیادہ لمبا ہے۔ ہم نے پایا کہ ہم میں سب سے لمبا ہاتھ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا ہے۔ چونکہ وہ اپنے ہاتھ سے کما کر اللہ کی راہ میں خرچ کرتی تھیں۔ [۱]

اس حدیث کو امام احمد، امام بخاری، امام نسائی نے کتاب الزکاۃ اور دوسرے محدثین نے بھی روایت کی ہے، جس میں عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول ہے کہ ہم لوگوں نے ایک چھڑی لے کر اپنے ہاتھ ناپنے شروع کئے۔ تو سودہ بنت زمعہ (رضی اللہ عنہا) کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ہوا، بعد میں ہم لوگوں کی سمجھ میں آیا کہ ہاتھ کی لمبائی سے مراد صدقہ کرنا ہے، زینب بنت جحش ہم میں سب سے پہلے وفات پائیں۔ ان کے اندر صدقہ و خیرات کرنے کی بہت زیادہ چاہت تھی۔

مذکورہ حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک روشن معجزہ اور زینب رضی اللہ عنہا کی واضح فضیلت کا علم ہوتا ہے، چونکہ اُمہات المؤمنین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے پہلے ملنے والی (یعنی آپ کے بعد وفات پانے والی) زینب ہی ہیں، ان کی وفات عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ہوئی۔

---

[۱] مسند احمد (۹/۲۴۹۵۳)، صحیح بخاری (۱۴۲۰)، نسائی (۲۵۴۰) اور کتاب الزکاۃ۔

امام ذہبی فرماتے ہیں:

"كانت صالحة، صوّامة، بارّة ويقال لها أم المساكين" (زینب ایک نیک، بہت زیادہ روزہ رکھنے والی اور بہت زیادہ نماز پڑھنے والی، اطاعت گذار خاتون تھیں، لوگ انہیں اُم المساکین کہا کرتے تھے)۔

اسی حدیث کو حاکم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب ہم کسی (بیوی) کے گھر میں اکٹھا ہوتے تو دیوار پر اپنے ہاتھ پھیلا کر ناپا کرتے، ہم ایسا کرتے رہے یہاں تک کہ اُم المؤمنین زینب بنت جحش کا انتقال ہو گیا، وہ ایک چھوٹے قد کی خاتون تھیں، ہم میں سب سے زیادہ لمبی نہیں تھی، اس وقت ہمیں سمجھ میں آیا کہ ہاتھ کی لمبائی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد صدقہ کرنا تھا۔

کہتی ہیں: زینب ایک ہنر مند خاتون تھیں، چمڑوں کو دباغت دیتیں اور ہاتھ سے سینے کا کام کرتیں اور جو کچھ اس سے حاصل ہوتا اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالتیں۔[۱]

ابن سعد نے اپنی "طبقات" میں روایت کی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ زینب بنت جحش پر رحم فرمائے، انہوں نے اس دنیا میں وہ مقام حاصل کیا جہاں نہیں پہنچا جا سکتا، اللہ نے ان کی شادی اپنے نبی سے کرائی، ان کے بارے میں قرآن نازل ہوا، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ آپ نے فرمایا: تم میں سب سے پہلے مجھ سے وہ ملے گی جس کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ہوگا، گویا انہیں سب سے پہلے آپ سے ملنے کی خوشخبری دی اور وہ جنت میں آپ کی بیوی ہوں گی۔[۲]

---

[۱] حاکم (۴/۶۷۷)

[۲] "طبقات" (۱۰۸/۸)

روایتِ حدیث

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

دین داری، پرہیز گاری، فیاضی اور بھلائی کرنے میں زینب رضی اللہ عنہا کا شمار گنتی کی خواتین میں ہوتا ہے۔ ان کی روایت کردہ احادیث کُتب ستہ میں ہیں۔[۱]

اُم حبیبہ بنت ابی سفیان کی سند سے روایت ہے کہ اُم المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے نکلے، آپ کا چہرہ سرخ تھا، آپ کہہ رہے تھے: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، عربوں کے لئے تباہی ہے اس شر سے جو قریب آچکا ہے، آج یا جوج ماجوج کی دیوار سے اس مقدار میں کھول دیا گیا ہے پھر آپ نے انگوٹھے اور اس کے نزدیک والی انگلی سے دائرہ بنایا۔

میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے جب کہ ہمارے درمیان نیک لوگ ہوں گے؟ فرمایا: ہاں، جب کھوٹ زیادہ ہو جائے گا۔

ان کی ایک دوسری حدیث میں احمد، عبدالرزاق، مالک، امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، اور نسائی وغیرہ نے زینب بنت ابی سلمہ سے روایت کی ہے:

---

[۱] امام احمد (۲۶۸۱۳ سے ۱۰/۲۶۸۱۶) تک اور (۲۷۴۸۳ سے ۱۰/۲/۲۷۴۸۶)، بخاری (۳۳۴۶)، مسلم (۲۸۸۰)، عبدالرزاق "مصنف" (۲۰۷۴۹)، حمیدی (۳۰۸)، ابن ماجہ (۳۹۵۳)، ترمذی (۲۱۸۷)، ابن ابی شیبہ (۱۹۰۶۱)، ابن حبان (۸۲۷)، البیہقی "السنن الکبریٰ" (۱۰/۹۳)، بغوی "شرح السنہ" (۴۲۰۱) وغیرہ۔

جب زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بھائی کا انتقال ہوا تو وہ ان کے پاس آئیں، زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے خوشبو منگوایا، اسے لگایا اور پھر فرمایا:

"اللہ کی قسم! مجھے خوشبو کی ضرورت نہیں، لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ سوگ منائے، ہاں مگر شوہر کی موت پر"۔[۱]

ان کے علاوہ اور بھی بہت ساری احادیث زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں۔

صحابۂ کرام کے نزدیک ان کا مقام، دنیا سے بے رغبتی اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق

ابن سعد نے برزہ بنت رافع سے روایت کی ہے کہ جب عطیے جاری ہوئے، تو عمر بن الخطاب نے زینب بنت جحش کے پاس ان کا حصہ بھیجا، جب ان کے یہاں ان کا عطیہ گیا تو بولیں: اللہ عمر کی مغفرت فرمائے، میری دوسری بہنیں مجھ سے زیادہ اس کی حق دار ہیں۔ لوگوں نے جب ان سے کہا کہ یہ سارا عطیہ آپ کا ہے، تو کہنے لگیں: سبحان اللہ! پھر ایک کپڑے سے اس سے خود کو آڑ کر لیا، اور بولیں کہ اس پر کوئی کپڑا ڈال دو۔ مجھ سے کہا کہ اس میں سے ایک مٹھی اٹھاؤ اور فلاں فلاں کے یہاں لے جاؤ، جو ان کے رشتے دار یا ان کے یتیم بچے تھے، یہاں تک کہ کپڑے کے

---

[۱] مسند امام احمد (۱۰/۲۶۸۱۶)، عبدالرزاق (۱۲۱۳۰) مالک "الموطا" (۱۲۶۸)، صحیح بخاری (۵۳۳۵)، صحیح مسلم (۱۴۸۷)... ، ابوداؤد (۲۲۹۹)، ترمذی (۱۱۹۵)، نسائی (۳۵۰۰)... وغیرہ۔

نیچے تھوڑا بچ گیا، میں نے عرض کیا: اُم المؤمنین! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔ واللہ! اس میں ہمارا بھی حق ہے۔ بولیں: جو کپڑے کے نیچے ہے وہ تمہارا ہے، ہم نے پایا کہ وہ پچاسی درہم تھے۔ پھر انہوں نے آسمان کی جانب ہاتھ اٹھایا اور دعا کی: اِس سال کے بعد مجھے عمر کا عطیہ نہ پہنچے، اس کے بعد ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ اس طرح وہ نبی کریم ﷺ کی بیویوں میں سب سے پہلے آپ سے ملنے والی تھیں۔[۱]

ابن سعد ہی نے روایت کی ہے کہ زینب بنت جحش کا عطیہ بارہ ہزار درہم تھا۔ انہوں نے صرف ایک سال اسے لیا، جب ان کے پاس یہ بارہ ہزار درہم پہنچے تو کہنے لگیں: اے اللہ! مجھے اس دولت کے قبول کرنے کے لائق نہ چھوڑ کیوں کہ یہ فتنہ ہے۔ پھر انہوں نے اپنے رشتہ داروں اور ضرورت مندوں میں اسے تقسیم کر دیا۔ جب عمر کو یہ بات معلوم ہوئی تو بولے: یہ خاتون خیر طلب کئے جانے کے لائق ہیں، وہ آکر ان کے دروازے پہ کھڑے ہوئے، سلام بھیجا اور کہا کہ عطیہ تقسیم کرنے کی بات مجھے معلوم ہوئی ہے۔ پھر انہوں نے ایک ہزار درہم مزید بھیجے اور اسے بھی انہوں نے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔

ابن سعد نے ہی عبداللہ جحشی سے روایت کی ہے کہ زینب بنت جحش نے اپنے پیچھے کوئی درہم یا دینار نہیں چھوڑا، چونکہ ان کے پاس جو کچھ ہوتا اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالتیں، وہ ناداروں کی پناہ گاہ تھیں۔ صرف ایک گھر چھوڑا جسے ولید بن عبدالملک نے مسجد نبوی کی توسیع کے لئے پچاس ہزار درہم میں خریدا۔[۲]

---

[۱] "طبقات" (۸/۱۰۹/۱۱۰)

[۲] ابن سعد (۸/۱۱۴)

وفات

ابن سعد نے روایت کی ہے کہ عکاشہ بن محصن کی والدہ سے پوچھا گیا کہ وفات کے وقت زینب بنت جحش کی عمر کتنی تھی؟ بولیں: جس وقت ہم مدینہ آئے تھے ان کی عمر تیس سے کچھ زائد تھی اور سن بیس ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔[۱]

محمد بن عثمان کہتے ہیں: میرے والد کہا کرتے تھے کہ زینب بنت جحش کا انتقال ترپن سال کی عمر میں ہوا۔

ابن سعد ہی نے روایت کی ہے: جب زینب بنت جحش کا انتقال ہوا، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انتقال کرنے والی پہلی خاتون تھیں، جب انہیں قبر میں ڈالا جا رہا تھا تو عمر رضی اللہ عنہ ان کی قبر کے نزدیک کھڑے ہوئے، اللہ کی تعریف کی پھر کہا: جب یہ خاتون بیمار پڑیں تو میں نے اُمہات المؤمنین کے پاس خبر بھیجی کہ کون ان کی تیمارداری کرے گا؟ ان لوگوں نے جواب بھیجا کہ ہم لوگوں نے پایا کہ انہوں نے تیمارداری کا حق ادا کر دیا، جب ان کا انتقال ہوا تو پھر میں نے خبر بھیجی کہ کون انہیں نہلائے گا اور کفن پہنائے گا؟ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ، میں نے پایا کہ اس میں بھی انہوں نے کوتاہی نہیں کی، پھر میں نے ان کے پاس آدمی بھیجا کہ کون انہیں قبر میں ڈالے گا؟ ان لوگوں نے کہا: جس کے لئے ان کی زندگی میں ان کے پاس جانا جائز تھا۔ میں نے پایا کہ اس میں بھی وہ حق بجانب ہیں، لہٰذا اے لوگو! الگ ہو جاؤ، پھر ان کے رشتہ دار میں سے دو لوگوں نے انہیں قبر میں ڈالا۔[۲]

---

[۱] "طبقات" (۸/۱۱۴-۱۱۵)

[۲] ابن سعد (۸/۱۱۰-۱۱۱)

ابن سعد ہی نے عمرۃ بنت عبد الرحمٰن سے روایت کی ہے کہ جب زینب بنت جحش کا آخری وقت ہوا تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے ان کے پاس پانچ کپڑے بھجوائے کہ جو پسند ہو چن لیں، اسی میں ان کو کفن دیا گیا اور جو کفن انہوں نے خود تیار کیا اسے ان کی بہن حمنہ نے صدقہ کر دیا۔ عمرہ بنت عبد الرحمٰن کہتی ہیں: جب ان کا انتقال ہوا تو میں نے سیدہ عائشہ کو کہتے سنا: آج وہ انتقال کر گئی جو قابل تعریف اور یتیموں و بیواؤں کی ہمدرد تھی۔ [۱]

ابن سعد ہی نے عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ سے روایت کی ہے کہ میں نے سن بیس ہجری میں ایک بے حد گرم دن میں عمر بن الخطاب کو زینب بنت جحش کی نماز جنازہ پڑھاتے دیکھا تھا، میں نے دیکھا کہ ان کی قبر پر ایک کپڑا پھیلایا گیا تھا، عمر قبر کے کنارے کھڑے تھے، ان کے نزدیک زینب بنت جحش کے نابینا بھائی ابو احمد قبر کے کنارے بیٹھے تھے۔ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکابر صحابہ بھی کھڑے تھے۔ عمر بن محمد بن عبد اللہ بن جحش، اسامہ، عبد اللہ بن ابی احمد بن جحش اور محمد بن طلحہ بن عبد اللہ قبر میں داخل ہوئے۔

طبرانی نے محمد بن اسحاق کی سند سے روایت کی ہے کہ اُم المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا انتقال سن بیس ہجری میں ہوا۔ [۲]

---

[۱] ابن سعد (۸/۱۱۰)

[۲] "الکبیر" (۲۴/۳۸)

۸

اُمّ المؤمنین

جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

عبادت گزار، پاک باز اور
اپنی قوم کی سب سے بابرکت خاتون

جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”میرے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے تین رات قبل میں نے خواب میں دیکھا کہ چاند یثرب کی جانب سے چلتا ہوا آیا اور میری گود میں آکر گرا“

اُمّ المومنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

نام ونسب

جویریہ بنت حارث بن أبی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن جذیمہ ابن المصطلق، قبیلۂ خزاعہ سے تعلق رکھتی ہیں۔

ان کی شادی چچا زاد بھائی مسافع بن صفوان سے ہوئی تھی، غزوۂ مُریسیع میں کفر کی حالت میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔

حاکم نے محمد بن عمر کی سند سے روایت کی ہے:

''جویریہ بنت حارث بن أبی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن جذیمہ بن المصطلق، قبیلۂ خزاعہ سے تعلق رکھتی ہیں، ان کی شادی مسافع بن صفوان سے ہوئی تھی جو غزوۂ مُریسیع میں مارے گئے''۔ [۱]

حاکم نے ہی ابن اسحاق کی سند سے روایت کی ہے کہ جویریہ بنت حارث کا اصل نام بَرّہ تھا، ان کی شادی اپنے چچازاد بھائی مسافع بن صفوان سے ہوئی تھی۔ [۲]

[۱] حاکم(۴/۶۷۸۰)
[۲] حاکم(۴/۶۷۸۲)

رسول اللہ ﷺ سے شادی

امام احمد اور ابو داؤد وغیرہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے: [۱]

جویریہ بنت حارث، ثابت بن قیس بن شماس یا ان کے چچا زاد بھائی کے حصہ میں آئی تھیں، جویریہ نے ان سے مکاتبت [۲] کی، وہ ایک خوبصورت خاتون تھیں، انہیں نظر لگ جایا کرتی تھی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

جویریہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنی مکاتبت [۳] کے سلسلے میں آئیں، جب دروازے پہ پہنچیں تو میں نے اسے دیکھا، اس کی موجودگی مجھے اچھی نہ لگی، میں جان گئی کہ رسول اللہ ﷺ بھی اس کی وہ خوبصورتی دیکھیں گے جو میں دیکھ چکی تھی، خیر! انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں حارث کی بیٹی جویریہ ہوں، میرا معاملہ آپ کو معلوم ہی ہے، میں ثابت بن قیس بن شماس کے حصہ میں پڑی ہوں، میں نے اپنی ذات پر مکاتبت کی ہے، میں اس سلسلے میں آپ سے تعاون کی درخواست لے کر آئی ہوں۔

---

[۱] امام احمد (۱۰/۲۶۴۲۵) اور ابو داؤد (۳۹۳۱)

[۲] مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس نے اپنے آقا کے ساتھ ایک تحریری معاہدہ کیا ہو کہ وہ قسطوں میں اپنے آقا کو ایک متعینہ مقدار مال ادا کرے گا اور ساری قسطوں کی ادائیگی کے بعد وہ آزاد ہو جائے گا۔

[۳] وہ رسول اللہ ﷺ سے معاہدہ کی رقم کی ادائیگی میں مدد حاصل کرنے کے لئے آئی تھیں، کیوں کہ وہ خود معزز اور ایک معزز کی بیٹی تھیں، انہیں غلامی قطعاً گوارہ نہ تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کیا اس سے بھی بہتر بات نہ بتاؤں؟ بولیں: کیا اے اللہ کے رسول؟ فرمایا: تمہاری مکاتبت کی رقم میں ادا کر دیتا ہوں اور تم سے شادی کر لیتا ہوں، بولیں: ٹھیک ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب لوگوں کے کانوں تک یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جویریہ سے شادی کر لی ہے، تو ان کے حصوں میں جو بھی لونڈیاں تھیں انہیں آزاد کر دیا اور کہا کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سسرال والے ہیں۔ میں نے کوئی ایسی عورت نہیں دیکھی جو جویریہ سے زیادہ اپنی قوم کے لئے بابرکت ثابت ہوئی ہو، جویریہ کی وجہ سے بنی المصطلق کے سو گھرانے آزاد ہوئے۔ (ابوداؤد کے الفاظ کا ترجمہ ہے)

ابن سعد نے محمد بن یزید کی دادی (جویریہ بنت حارث کی آزاد کردہ لونڈی) سے روایت کی ہے کہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کے وقت میری عمر بیس سال تھی۔[۱]

غزوۂ بنی مصطلق کے اسباب

"السیرۃ النبویہ" میں ابن ہشام نے روایت کی ہے[۲]: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ بنی مصطلق آپ سے جنگ کی تیاری کر رہے ہیں، ان کا سردار حارث بن ابی ضرار تھا، جو اُم المؤمنین جویریہ کا باپ تھا۔

---

[۱] ابن سعد "طبقات" (۱۲۰/۸) اور اسے امام ذہبی نے "سیر أعلام النبلاء" (۲۶۳/۲) میں روایت کی ہے۔ اس کی سند صحیح ہے اور مراسیل میں سے ہے۔

[۲] "السیرۃ النبویہ" (۳۳۴/۳)

آپ ﷺ یہ خبر سنتے ہی صحابہ کا لشکر لئے ان کی طرف روانہ ہوئے اور مقامِ مُریسیع (ایک چشمہ کا نام) میں دونوں لشکروں کی مڈ بھیڑ ہوئی، یہ جگہ ساحل سمندر کے قریب قدید کے کنارے پر ہے۔

دونوں لشکروں میں خوب جنگ ہوئی، جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غالب کیا، بہت سارے مشرکین قتل ہوئے، آپ ﷺ نے ان کی عورتوں اور بچوں کو گرفتار کرلیا۔

بنی کلیب میں سے ایک مسلمان ہشام بن حبابہ کو عبادہ بن صامت کے گروہ میں سے ایک انصاری نے دشمن سمجھ کر غلطی سے قتل کردیا۔

جب رسول اللہ ﷺ نے بنی مصطلق کی لونڈیوں کو تقسیم فرمایا تو جویریہ بنت حارث، ثابت بن قیس بن شماس یا ان کے چچازاد بھائی کے حصہ میں آئیں، جویریہ نے اپنی ذات پر مکاتبت کی، وہ ایک خوبصورت خاتون تھیں، جو کوئی انہیں دیکھتا ان کی محبت میں گرفتار ہو جاتا، وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنی مکاتبت میں تعاون کی درخواست لے کر آئیں۔

بیٹی کو چھڑانے کیلئے حارث بن ضرار نبی کریم ﷺ کے پاس آتے ہیں

ابن سعد نے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جویریہ بنت حارث کو قید کرلیا، ان کے والد نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ میری بیٹی جیسی عورت قید کئے جانے لائق نہیں، کیونکہ لوگوں میں میری عزّت ہے، اس لئے اسے چھوڑ دیجئے، فرمایا: اگر ہم اسے اختیار دے دیں تو کیا ہم نے اس کے ساتھ اچھا معاملہ نہیں کیا؟[۱]

---

[۱] ابن سعد "طبقات" (۱۱۸/۸)

حارث بولے: کیوں نہیں؟ آپ نے اپنا حق ادا کر دیا۔ پھر جویریہ کے والد ان کے پاس آئے اور بولے: اس شخص نے تمہیں اختیار دے دیا ہے، ہمیں رُسوا نہ کرنا۔

بولیں: میں نے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چن لیا ہے۔ کہا: اللہ کی قسم! تم نے ہمیں رُسوا کیا۔

ابن ہشام کہتے ہیں:

کہا جاتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بنی مصطلق سے لوٹے تو آپ کے ساتھ جویریہ بنت حارث بھی تھیں، ذات الجیش [۱] پہنچ کر جویریہ کو ایک انصاری شخص کے یہاں رکھ دیا، اور ان کی نگرانی کا حکم دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے۔ ان کے والد حارث بن ابی ضرار اپنی بیٹی کا فدیہ لے کر آئے، جب عقیق [۲] پہنچے تو اپنے اونٹوں پر نگاہ ڈالی جنہیں فدیہ میں دینے کے لئے لائے تھے، ان اونٹوں میں انہیں دو اونٹ بے حد پسند آئے اور ان دونوں کو عقیق کی ایک گھاٹی میں چھپا دیا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: اے محمد! آپ لوگوں نے میری بیٹی کو گرفتار کیا ہے، یہ رہا اس کا فدیہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لیکن وہ دو اونٹ کہاں ہیں جنہیں تم نے عقیق کی فلاں گھاٹی میں چھپا رکھا ہے؟

حارث بولے: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں، کیوں کہ اللہ کی قسم! اس بات کو اللہ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا۔

---

[۱] **ذات الجیش:** مدینہ منورہ کے نزدیک ایک جگہ ہے۔

[۲] **عقیق:** مدینہ منورہ کے کنارے ایک جگہ جہاں چشمے اور کھجور کے پیڑ تھے۔

چنانچہ حارث اسلام لے آئے، ان کے ساتھ ان کے دونوں لڑکے اور ان کی قوم کے بہت سارے لوگ بھی اسلام لے آئے، اس نے ان دونوں اونٹوں کو منگوایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دیا، ان کی بیٹی جویریہ بھی انہیں لوٹا دی گئیں، وہ بھی اسلام لے آئیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے والد کو شادی کا پیغام دیا، ان کے والد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی شادی کر دی اور ان کا مہر چار سو درہم مقرر کیا۔ [۱]

ابن اسحاق کہتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس سفر سے واپس لوٹے اور مدینہ کے نزدیک تھے (اس سفر میں عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں) کہ اسی دوران بہتان لگانے والوں نے جو کچھ کہنا تھا کہا۔ [۲]

مَہر

ابن سعد نے زکریا بن عامر کی سند سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جویریہ بنت حارث کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا اور بنی مصطلق کے ہر غلام کی آزادی کو اپنی مہر قرار دیا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آزاد کردہ لونڈی تھیں۔ [۳]

[۱] ''السیرۃ النبویہ'' (۳/ ۳۴۰-۳۴۱) اسے ''أسد الغابۃ'' (۱/ ۳۳۵) میں بھی اختصار کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔

[۲] ''السیرۃ النبویہ'' (۳/ ۳۴۱)

[۳] ابن سعد ''طبقات'' (۸/ ۱۱۸)

طبرانی نے شعبی کی سند سے روایت کی ہے کہ جویریہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی تھیں، آپ نے انہیں آزاد کر کے شادی کر لی، ان کی آزادی کو ہی ان کا مہر قرار دیا اور بنی مصطلق کے ہر قیدی کو بھی آزاد کر دیا۔[۱]

ابن سعد نے ہی مجاہد سے روایت کی ہے کہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کی بیویاں مجھ پر فخر کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے شادی نہیں کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں نے تمہارے مہر میں بڑی رقم ادا نہیں کی؟ کیا میں نے تمہاری قوم کے چالیس غلام آزاد نہیں کئے؟[۲]

شادی کا سال

ابن اسحاق کہتے ہیں: غزوۂ بنی مصطلق میں واقعۂ افک سن چھ ہجری کی بات ہے، اور کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خزاعہ کے بنی مصطلق سے شعبان سن چھ ہجری میں جنگ کی۔[۳]

''غزوۂ بنی مصطلق کا نام غزوۂ مُریسیع بھی ہے''۔[۴]

---

[۱] اسے طبرانی نے ''الکبیر'' (۲۴/۵۹) میں روایت کی ہے، اور ہیثمی نے ''مجمع الزوائد'' (۹/۱۵۳۷۰) میں روایت کر کے کہا ہے کہ طبرانی نے اسے مرسلاً روایت کی ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

[۲] ابن سعد (۸/۱۱۷) اور ہیثمی نے ''مجمع الزوائد'' (۹/۱۵۳۶۹) میں روایت کی ہے۔

[۳] ''السیرۃ النبویہ'' (۳/۳۳۳-۳۴۱)

[۴] صحیح بخاری، کتاب المغازی باب (۳۳)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: [ا] بیہقی نے قتادہ، عروہ اور دوسرے لوگوں سے روایت کی ہے کہ یہ غزوہ شعبان پانچ ہجری میں ہوا، اسی طرح ابو معشر نے اسے غزوۂ خندق سے قبل بتایا ہے۔

ابن عبدالبر رحمہ اللہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار کو غزوۂ مُریسیع کے دن قید کر لیا، آپ نے انہیں دوسری بیویوں کی طرح پردہ کا حکم دیا اور ان کیلئے باری مقرر کی، ابو عبیدہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جویریہ سے سن پانچ ہجری میں شادی کی۔ یہی اکثر اہلِ علم کی رائے ہے۔ [۲]

غزوۂ مُریسیع میں مناۃ کا انہدام

طبرانی نے سہل بن حنیف کی سند سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق کی جویریہ بنت حارث کو اسی غزوہ میں قید کیا تھا جس میں مناۃ (بت) کو منہدم کیا یعنی غزوۂ مُریسیع میں۔ [۳]

مناۃ ایک بت کا نام تھا جس کی عرب لوگ پوجا کرتے تھے، قرآن کریم میں اس کا ذکر آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[ا] "فتح الباری" (۸/۱۹۵)

[۲] "الاستیعاب" (۴/۳۶۷)

[۳] طبرانی نے "الکبیر" (۵۵۸۸) اور اسے ہیثمی نے "مجمع الزوائد" (۹/۱۵۳۶۷) میں روایت کی ہے اور کہا ہے کہ اسے طبرانی نے اپنے شیخ القاسم بن عبداللہ بن مہدی سے روایت کی ہے جو ضعیف ہے، کچھ لوگوں نے ان کی توثیق بھی کی ہے، سند کے باقی رجال ثقہ ہیں۔

﴿ اَفَرَءَيۡتُمُ اللّٰتَ وَ الۡعُزّٰى ۙ﴿۱۹﴾ وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الۡاُخۡرٰى ﴿۲۰﴾ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَ لَهُ الۡاُنۡثٰى ﴿۲۱﴾ تِلۡكَ اِذًا قِسۡمَةٌ ضِيۡزٰى ﴿۲۲﴾ اِنۡ هِىَ اِلَّاۤ اَسۡمَآءٌ سَمَّيۡتُمُوۡهَاۤ اَنۡتُمۡ وَ اٰبَآؤُكُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ ؕ اِنۡ يَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ مَا تَهۡوَى الۡاَنۡفُسُ ۚ وَ لَقَدۡ جَآءَهُمۡ مِّنۡ رَّبِّهِمُ الۡهُدٰى ﴾

''اے کفار مکہ! کیا تم نے لات و عزیٰ کے بارے میں غور کیا ہے اور منات پر غور کیا ہے جو تیسرا بت ہے، کیا تمہارے لئے بیٹے ہیں اور اللہ کے لئے بیٹیاں، یہ تو ایک غیر منصفانہ تقسیم ہے، یہ تو محض نام ہیں، جنہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ وہ لوگ محض وہم و گمان کی پیروی کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔'' (النجم: ۱۹-۲۳)

مسلمان ہونے سے پہلے ان کا نام

ابن سعد نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کا نام برّہ تھا، جسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر جویریہ رکھ دیا۔ آپ کو لوگوں کا یہ کہنا ناپسند ہوا کہ برّہ کے پاس سے نکلا۔[۱]

ابن عبدالبر نے بھی ''الاستیعاب'' میں یہی بات لکھی ہے کہ ان کا نام برّہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر جویریہ رکھ دیا۔

---

[۱] ابن سعد ''طبقات'' (۸/۱۱۸-۱۱۹)۔ اسی طرح حاکم نے ''المستدرک'' (۴/۶۷۸۳) میں زینب بنت ابی سلمہ کی سند سے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے جب کہ شیخین میں سے کسی نے اسے اپنی کتابوں میں جگہ نہیں دی ہے۔ ذہبی نے ''التلخیص'' میں حاکم کی بات کی تائید کی ہے۔

ایک خواب ایک کرامت

امام حاکم نے حزام بن ہشام کی سند سے روایت کی ہے، جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میرے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے تین رات قبل میں نے خواب میں دیکھا کہ چاند یثرب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل مدینہ منورہ کا نام یثرب تھا) کی جانب سے چلتا ہوا آیا اور میری گود میں آکر گرا، مجھے اچھا نہیں لگا کہ کسی کو یہ خواب بتاؤں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہاں آئے اور ہم قید کر لئے گئے تو مجھے امید ہو گئی کہ اب میرا خواب شرمندۂ تعبیر ہو گا۔[ا]

ان کی قوم بنی مصطلق کی وجہ سے قرآن کا نزول

ابن اسحاق کہتے ہیں:

بنی مصطلق کے اسلام لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو بھیجا، جب ان لوگوں نے ان کی آمد کی خبر سنی تو ان کی طرف چل پڑے، جب ولید نے سنا کہ بنی مصطلق ان کے پاس آرہے ہیں تو وہ ڈر گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ کر بتایا کہ ان لوگوں نے ان کو مارنا چاہا اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔

یہ خبر سن کر مسلمانوں میں بنی مصطلق سے جنگ کرنے کا جذبہ پیدا ہوا، یہاں تک کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ وہ لوگ اسی حالت میں تھے کہ بنی مصطلق کا ایک وفد

[ا] امام حاکم (۴/۶۷۸۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جب آپ نے اپنا قاصد بھیجا اور ہم نے اس کے آنے کی خبر سنی تو ہم لوگ نکل پڑے کہ اس کو خوش آمدید کہیں اور اپنی زکوٰۃ اسے دے دیں لیکن وہ تیزی سے لوٹ گیا اور ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو قتل کرنے کے لئے نکلے تھے، اللہ کی قسم! ہم اس کے لئے نہیں نکلے تھے۔

اس واقعہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝٦ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ﴾

"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے، تو اس کی تحقیق کر لو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو نادانی میں نقصان پہنچا دو، پھر اپنے کئے پر تمہیں ندامت اٹھانی پڑے۔ اور تم جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ کے رسول موجود ہیں، اگر وہ بہت سے امور میں تمہاری بات مان لیں، تو تم مشکل میں پڑ جاؤ، لیکن اللہ نے تمہارے لئے ایمان کو محبوب بنا دیا، اور تمہارے دلوں میں اس کی زینت وخوبی بیٹھا دی، اور تمہارے لئے کفر و نافرمانی اور گناہ کو قابلِ نفرت بنا دیا ہے۔ یہی لوگ راہِ راست پر گامزن ہیں"۔ (الحجرات: ۶، ۷)

واحدی اپنی کتاب "اسباب النزول" میں لکھتے ہیں:

یہ آیتیں ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے انہیں بنی مصطلق کے یہاں زکوٰۃ جمع کرنے کے لئے بھیجا تھا،ان کے اور بنی مصطلق کے درمیان زمانۂ جاہلیت میں دشمنی رہ چکی تھی۔ جب بنی مصطلق والوں نے ان کی آمد کی خبر سنی تو اللہ اور اس کے رسول کی تعظیم کے لئے نکل پڑے (چونکہ وہ اللہ کے رسول کا قاصد تھا) لیکن ان کے دل میں شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ وہ لوگ اسے قتل کرنا چاہتے ہیں چنانچہ ان سے ڈر کر راستے ہی سے رسول اللہ ﷺ کے پاس لوٹ آئے اور بولے کہ بنی مصطلق نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور مجھے جان سے مارنا چاہا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ ناراض ہوگئے اور بنی مصطلق سے جنگ کا ارادہ کیا۔ جب ان لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے قاصد کے لوٹنے کی خبر پہنچی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا:

ہم نے آپ کے قاصد کے آنے کی خبر سنی تو اس کو خوش آمدید کہنے، اس کی تعظیم کرنے اور اسے زکوٰۃ کا مال ادا کرنے کے لئے نکل پڑے، لیکن وہ لوٹ گیا، ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ اس بنا پر راستے سے لوٹ گیا ہو کہ ہم سے آپ کی ناراضگی کا کوئی خط اسے ملا ہو جب کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کی ناراضگی سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ ﴾

”اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے“ (الحجرات:٦) یعنی ولید بن عقبہ [١]

---

[١] محققین علماء کے نزدیک ولید بن عقبہ کے تعلق سے اس قسم کی ساری روایات ضعیف ہیں۔

خیبر کے مالِ غنیمت میں جویریہ رضی اللہ عنہا کا حصہ

ابن سعد نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کو خیبر کے مالِ غنیمت میں سے اَسّی وسق کھجور اور بیس وسق جو دیا تھا۔[۱]

شوقِ عبادت

امام مسلم اور دوسرے محدثین نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، جویریہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ کر ان کے پاس سے نکلے، اس وقت وہ جائے نماز پر تھیں، پھر چاشت کے وقت لوٹے تو وہ ابھی بھی اپنی جائے نماز پر بیٹھی عبادت میں مشغول تھیں، آپ نے فرمایا:

جب میں تمہارے پاس سے نکلا تھا اس وقت سے تم اسی حالت میں ہو؟[۲]

بولیں: ہاں۔

فرمایا: میں نے تمہارے یہاں سے جانے کے بعد تین مرتبہ چار ایسے کلمات کہے کہ تم نے صبح سے جو کچھ پڑھا ہے، وزن میں اس کے برابر ہوں گے۔ یہ کلمات ہیں:

---

[۱] ابن سعد "طبقات" (۱۱۹/۸)

[۲] مسلم "صحیح" (۲۷۲۶)

((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ ، عَدَدَ خَلْقِهِ ، وَرِضَا نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ))

صحیح مسلم کی دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

((سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهِ ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ))

امام نووی فرماتے ہیں: ''عدد خلقہ، زنۃ عرشہ اور مداد کلماتہ'' جیسی تعبیرات سے کثرت میں مبالغہ مقصود ہے۔

امام بخاری اور دوسرے محدثین [1] نے جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن ان کے پاس آئے، وہ روزے سے تھیں، آپ نے پوچھا: کیا تم نے کل روزہ رکھا تھا؟ بولیں: نہیں، کیا کل روزہ رکھنے کا ارادہ ہے؟ بولیں: نہیں، فرمایا: تب تم آج کا روزہ توڑ دو۔

اپنی ذات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ترجیح

امام مسلم نے عبید بن اسباق کی سند سے روایت کی ہے:

اُم المؤمنین جویریہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے اور پوچھا کہ کچھ کھانا ہے؟ بولیں: نہیں، اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول، ہمارے پاس کچھ بھی کھانا نہیں البتہ میری آزاد کردہ

[1] بخاری (۱۹۸۶) اور اسے احمد (۲۶۸۱۷/۱۰)، ابوداؤد (۲۴۲۲)، نسائی ''الکبریٰ'' (۲۷۵۳-۲۷۵۴)، ابن خزیمہ (۲۱۶۲)، ابن حبان (۳۶۱۱) اور بیہقی (۳۰۲/۴) وغیرہ نے روایت کی ہے۔

لونڈی بکری کا گوشت دے گئی ہے جو صدقے کا ہے! فرمایا: لاؤ، کیوں کہ وہ کھانا اپنی جگہ پر پہنچ چکا ہے۔[۱]

مطلب یہ ہے کہ اس کھانے سے صدقے کا حکم زائل ہو چکا ہے اور ہمارے لئے حلال ہے۔

روایتِ حدیث

امام ذہبی فرماتے ہیں:

ان سے سات حدیثیں مروی ہیں، جن میں سے ایک بخاری میں اور دو مسلم میں ہیں۔[۲]

امام احمد کی مسند میں ان کی روایت کردہ حدیثیں جن میں ایک حدیث یہ بھی ہے کہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من لبس ثوب حریر ألبسه الله ثوباً من النار يوم القيامة))

''جس نے ریشم کا لباس پہنا اللہ قیامت کے دن اسے آگ کا لباس پہنائے گا''۔[۳]

---

[۱] مسلم ''صحیح'' (۱۰۷۳)

[۲] ''سير أعلام النبلاء'' (۲/۲۶۳)

[۳] مسند امام احمد (۱۰/۲۶۸۱۷ سے ۱۰/۲۶۸۲۰) تک۔

وفات

طبرانی میں شباب عصفری سے روایت ہے کہ اُم المؤمنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کا انتقال ۵٦ھ میں ہوا۔[۱]

امام ذہبی فرماتے ہیں:

اُم المؤمنین جویریہ ۵۰ میں وفات پائیں، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سن چھپن ۵٦ھ ہجری میں۔[۲]

ابن سعد نے روایت کی ہے کہ اُم المؤمنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کا انتقال معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ربیع الأول (۵٦ھ) میں ہوا نماز جنازہ مدینہ منورہ کے فرمانروا مروان بن الحکم نے پڑھائی۔[۳]

ابن عبد البر کہتے ہیں:

ان کا انتقال (۵٦ھ) میں ہوا۔[۴]

---

[۱] طبرانی "الکبیر" (۵۹/۲۴) اور اسے ہیثمی نے "مجمع الزوائد" (۹/۱۵۳۷۱) میں روایت کی ہے اور اس پر کوئی کلام نہیں کیا ہے۔

[۲] "سیر أعلام النبلاء" (۲٦۳/۲)

[۳] ابن سعد "طبقات" (۱۲۰/۸)

[۴] "الاستیعاب" (۳٦۷/۴)

٩

اُمُّ المؤمنین

اُم حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا

ہجرت کی سعادت سے سرفراز،
صبر و شکیبائی کی پیکر، ایمان و عمل کی مثال

امام ذہبی فرماتے ہیں:

”صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کا بے حد اونچا مقام و مرتبہ تھا، خاص طور سے ان کے بھائی معاویہ بن ابی سفیان کی حکومت میں“

اُمُّ المؤمنین اُم حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا

نام و نسب

رملہ بنت ابی سفیان بن حرب بن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی۔

والدہ کا نام

صفیہ بنت ابی العاص بن اُمیہ بن عبد شمس، یہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ہیں۔ رملہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دور کی چچازاد بہن ہیں، آپ کی بیویوں میں ان سے زیادہ آپ کی کوئی قریبی رشتہ دار نہیں تھی۔

پہلی شادی اور حبشہ

ابن سعد نے لکھا ہے: ان کی شادی عبید اللہ بن جحش بن ریاب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ، حرب بن امیہ کے حلیف سے ہوئی تھی۔ ان سے ''حبیبہ'' پیدا ہوئیں، جن کے نام پر ان کی کنیت اُم حبیبہ پڑی۔ اور حبیبہ کی شادی داؤد بن عروہ بن مسعود ثقفی سے ہوئی۔ عبید اللہ بن جحش نے اُم حبیبہ کے ساتھ حبشہ ہجرت کی تھی۔ یہ دوسری ہجرتِ حبشہ کی بات ہے۔ وہاں جا کر یہ اسلام سے منحرف ہو گئے اور عیسائیت اختیار کر لی۔ حبشہ ہی کی سرزمین پر ان

کا انتقال ہو گیا۔ اُم حبیبہ اپنے دین و ہجرت پر ثابت قدم رہیں۔ ہجرت کے دوران اپنی بیٹی حبیبہ کو ساتھ لے گئی تھیں اور ساتھ مکہ واپس لائیں۔ [۱]

خواب اور کرامت

ابن سعد نے بیان کیا ہے: اُم حبیبہ فرماتی ہیں، میں نے خواب میں اپنے شوہر عبیداللہ بن جحش کو انتہائی بری اور خستہ حالت میں دیکھا، میں گھبرائی، میں نے دل میں کہا، اللہ کی قسم! ان کی حالت بدل گئی ہے، جب صبح ہوئی تو وہ کہہ رہے ہیں، اُم حبیبہ! میں نے مذاہب پر غور کیا تو مجھے عیسائی مذہب سے بہتر کوئی مذہب نہیں دکھائی دیا، میں بولی، اللہ کی قسم! یہ آپ اچھا نہیں کہہ رہے ہیں۔ پھر میں نے انہیں اپنا خواب بتایا، جس کی انہوں نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ اس کے بعد شراب نوشی میں لگ گئے، یہاں تک کہ ان کی موت ہو گئی۔ ایک رات خواب میں دیکھتی ہوں کہ کوئی مجھے ''اُمّ المؤمنین'' کہہ رہا ہے، میں نے اس کی تعبیر یہ کی کہ رسول اللہ ﷺ مجھے اپنی زوجیت میں لینے کا اعزاز بخشیں گے۔ [۲]

عدت ختم ہونے کے کچھ ہی دنوں بعد میرے دروازے پر نجاشی کے قاصد نے اندر آنے کی اجازت مانگی، میں نے دروازہ کھولا تو پایا کہ ابرہہ نام کی ایک خادمہ ہے، جو نجاشی کے ملبوسات اور عطریات کی تحویل دار تھی۔ اس نے بتایا: بادشاہ سلامت نے آپ سے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے خط لکھا ہے کہ میں ان سے تمہاری شادی کر دوں۔

---

[۱] ابن سعد ''طبقات'' (۹۷/۹۶/۸)

[۲] ابن سعد ''طبقات'' (۹۸/۹۷/۸)

میں نے کہا: اللہ تمہارا بھلا کرے، خادمہ بولی: بادشاہ سلامت نے مزید کہا ہے کہ آپ شادی کے لئے اپنا کوئی وکیل بنالیں۔ میں نے خالد بن سعید بن العاص کے پاس آدمی بھیجا اور انہیں اپنا وکیل بنایا، میں نے ابرہہ کو اس خوشخبری سے خوش ہو کر چاندی کے دو کنگن، پازیب اور چاندی کی کچھ انگوٹھیاں دی جو میرے پیر کی انگلیوں میں تھیں۔

شام میں نجاشی نے جعفر بن ابی طالب اور وہاں موجود مسلمانوں کو بلوایا، اور یہ خطبہ پڑھا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ ، أَشْهَدُ أَنْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأَنَّهُ الَّذِيْ بَشَّرَ بِهِ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ﷺ)) أما بعد:

رسول اللہ ﷺ نے مجھے لکھا ہے کہ میں اُم حبیبہ بنت ابی سفیان کو ان کی زوجیت میں دے دوں، میں نے رسول اللہ ﷺ کا فرمان قبول کیا اور میں ان کی طرف سے چار سو دینار بطور مہر دے رہا ہوں۔

پھر اس نے حاضرین کے سامنے دینار پیش کر دیئے۔ اس کے بعد خالد بن سعید کھڑے ہوئے اور یہ خطبہ پڑھا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ أحمده وأستعينه وَاسْتَنْصِرُهُ أَشْهَدُ أَنْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ۔ أَرْسَلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔ أما بعد:

میں نے رسول اللہ ﷺ کا فرمان قبول کیا اور اُم حبیبہ بنت ابی سفیان کو ان کی زوجیت میں دیا۔ اللہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں برکت عطا فرمائے۔

نجاشی نے دینار خالد بن سعید کو دیا، جسے انہوں نے اپنے قبضے میں لے لیا۔

حاضرین جب جانے لگے تو نجاشی نے کہا، ٹھہریئے! انبیاء کی سنت رہی ہے کہ نکاح کے بعد کھانے کا اہتمام ہوتا ہے۔ نجاشی نے کھانا منگوایا اور حاضرین کھانا کھا کر رخصت ہوئے۔

اُم حبیبہ کہتی ہیں: جب رقم میرے پاس پہنچی تو میں نے ابرہہ کو بلوا بھیجا اور اس سے کہا کہ اس دن جب میں نے تمہیں اپنے زیور دیئے اس وقت میرے پاس نقد رقم نہیں تھی۔ یہ پچاس مثقال ہیں، انہیں لے لو اور اپنے کام میں خرچ کرو۔ اس نے لینے سے انکار کر دیا اور اپنے پاس سے ایک تھیلی نکالی جس میں میرا دیا ہوا زیور تھا۔ اس نے یہ کہتے ہوئے واپس لوٹا دیا کہ بادشاہ سلامت نے مجھ سے یہ وعدہ لیا ہے کہ میں آپ سے کچھ بھی نہ لوں، میں ان کے ملبوسات اور عطریات کی ذمہ دار ہوں، میں اسلام لا چکی ہوں، بادشاہ نے اپنی بیویوں کو بھی حکم دیا ہے کہ وہ اپنی عطریات آپ کو بھیج دیں۔

دوسرے دن وہ میرے پاس عود، ورس، عنبر اور زباد نام کی ڈھیر ساری عطریات لائی، میں سب کچھ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، آپ ان اشیاء کو میرے پاس دیکھتے اور نکیر نہیں فرماتے۔ پھر ابرہہ نے مجھ سے کہا کہ میرا ایک کام کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا اسلام پہنچا دیں اور بتا دیں کہ میں نے ان کا دین اپنا لیا ہے۔

رملہ کہتی ہیں: پھر وہ مجھ سے بہت مانوس ہوگئی، اسی نے مجھے رخصتی کے لئے تیار کیا، سجایا اور سنوارا۔ جب بھی میرے پاس آتی تو کہتی کہ میرا کام مت بھولئے گا۔

جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو انہیں خطبوں اور ابرہہ کے برتاؤ کے بارے میں بتایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے، میں نے اس کا سلام آپ کو پہنچایا تو آپ نے فرمایا: وعلیہا السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ابن عساکر نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ اُم حبیبہ کو حبشہ سے مدینہ منورہ خالد بن سعید بن العاص صلح حدیبیہ کے سال لائے۔ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُم حبیبہ کو مدینہ منورہ لانے والوں میں شرحبیل بن حسنہ اور ابو عامر الاشعری بھی تھے۔[۱]

---

[۱] ابن عساکر "تاریخ دمشق" (۱۴۶/۶۹)

اُم حبیبہ کا کارواں مدینہ منورہ پہنچتا ہے

ابن عساکر نے روایت کی ہے: جب اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ پہنچیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو ان کے اونٹ کی مہار پکڑنے کا حکم دیا، بلال رضی اللہ عنہ نے انہیں اس گھر میں آتارا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا، جب اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا اس میں داخل ہوئیں تو دیکھا کہ اس میں کوڑا کرکٹ ہے۔ انہوں نے اپنی ایک آزاد کردہ لونڈی سے کہا کہ اگر چاہو تو میں خود پانی پی لوں اور تم جھاڑو دے دو اور چاہو تو تم مجھے پانی پلادو اور میں خود جھاڑو دے لوں؟

راوی کہتا ہے: اُم حبیبہ نے گھر کو صاف کیا، بال کا ایک بستر بچھایا، پھر اوپر سے کوئی چیز بچھائی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شربت بنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے پاس جانے کی اجازت دی گئی، آپ اندر گئے تو خوشبو کا احساس ہوا، آپ نے فرمایا:

"یہ قریشی خواتین ہیں، بطحا اور اُم القریٰ سے تعلق رکھتی ہیں، دیہاتی اور بدوی نہیں ہیں"[۱]

ابن عساکر کی ہی روایت ہے کہ جب اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا مدینہ تشریف لائی تھیں، اس وقت ان کی عمر تیس سال سے کچھ زائد تھی۔ ابن سعد کی روایت کے مطابق یہ ۷ھ کی بات ہے۔

ابوعبیدہ معمر بن مثنی کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم حبیبہ سے ۶ھ میں شادی کی۔

ابن عبدالبر نے روایت کی ہے کہ جب ابوسفیان کو معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بیٹی سے شادی کی ہے، تو بولا: "وہ ہمارے برابر کا آدمی ہے"

---

[۱] ابن عساکر "تاریخ" (۶۹/۱۴۶/۱۴۷)

کمالِ ایمان کا نادر نمونہ

ابن عساکر نے اپنی سند سے روایت کی ہے:

ابو سفیان مدینہ آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور بولا، محمد! میں صلح حدیبیہ میں نہیں تھا، دراصل ہم لوگ معاہدہ کی پابندی اور اس کی مدت میں توسیع چاہتے ہیں۔[۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو سفیان! کیا اسی غرض سے تمہارا مدینہ آنا ہوا ہے؟

ابو سفیان بولا: ہاں!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہم حدیبیہ میں طے شدہ معاہدہ اور مدت کے پابند ہیں، اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو گی''

پھر ابو سفیان آپ کے پاس سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی بیٹی اُم حبیبہ کے گھر پہنچا، جب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر بیٹھنا چاہا تو اُم حبیبہ نے بستر لپیٹ دیا۔

ابو سفیان: بیٹی میں سمجھا نہیں، کیا اس بستر کو مجھ سے دور رکھنا چاہتی ہو یا مجھے بستر سے؟

اُم حبیبہ: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اور آپ ایک ناپاک مشرک آدمی ہیں۔

ابو سفیان: بیٹی: لگتا ہے مجھ سے جدا ہونے کے بعد تجھے کچھ ہو گیا ہے۔

---

[۱] ابن عساکر ''تاریخ دمشق'' (۶۹/۱۵۰/۱۵۱)

اُم حبیبہ: نہیں مجھے کچھ نہیں ہوا ہے، بلکہ اللہ نے مجھے اسلام کی ہدایت دی، ابا جان! آپ قریش کے سربراہ و سردار ہیں پھر بھی کیسے آپ اسلام سے دور ہیں۔ اور پتھر کی پوجا کر رہے ہیں جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے؟

ابو سفیان: حیرت ہے! اب یہ بات بھی تم کہو گی کیا میں اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر محمد کے دین کی پیروی کرنے لگوں؟ پھر وہاں سے ابو سفیان چلتا بنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج

امام مسلم، نسائی، اور دگر ائمۂ حدیث نے عطاء کی سند سے روایت کی ہے کہ ابن شوال نے کہا:

میں اُم حبیبہ کے پاس گیا تو انہوں نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رات میں مزدلفہ سے منیٰ روانہ کیا تھا۔[۱]

ایک دوسری روایت ان الفاظ میں ہے:

اُم حبیبہ فرماتی ہیں: ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کیا کرتے تھے کہ رات ہی میں مزدلفہ سے منیٰ روانہ ہو جاتے۔[۲]

[۱] مسلم "صحیح" (۱۹۹۲)، نسائی "المجتبیٰ" (۳۰۳۵) اور "الکبریٰ" (۲/۴۰۳۹)

[۲] اس حدیث کو امام احمد (۱۰/۲۷۴۶۵) نے بھی روایت کی ہے۔

مرویات

امام ذہبی فرماتے ہیں:

ان سے پینسٹھ احادیث مروی ہیں، دو حدیثیں بخاری و مسلم دونوں نے نقل کی ہیں اور دو حدیث تنہا امام مسلم نے نقل کی ہیں۔ [۱]

ان سے منقول ایک حدیث وہ ہے، جسے امام احمد، امام بخاری اور امام مسلم نے زینب بنت ابی مسلم کی سند سے روایت کی ہے۔

[جب شام سے ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر آئی تو اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے تیسرے دن خوشبو منگوایا اپنے رخسار اور بازوؤں پر لگایا اور فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی کسی خاتون کے لئے درست نہیں کہ مرنے والے پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے مگر شوہر کی موت پر چار ماہ دس دن تک] [۲]

اور احمد، مسلم، ابوداؤد اور دیگر ائمۂ حدیث نے اُم حبیبہ سے روایت کی ہے:

انہوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جس نے ایک دن اور رات میں بارہ رکعتیں پڑھی، اس کے بدلے اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔ [۳]

---

[۱] بخاری (۵۱۰۱،۵۳۳۹)، مسلم (۱۹۴۹،۱۴۸۶،۷۲۸، ۱۲۹۲) اور مسند احمد (۲۷۴۶۳-۲۷۴۸۲/۱۰)

[۲] مسند امام احمد (۲۷۴۶۷/۱۰)، بخاری (۱۲۸۰) اور مسلم (۱۴۸۶)

[۳] مسند امام احمد (۲۷۴۶۴/۱۰)...، مسلم (۷۲۸) اور ابوداؤد (۱۲۵۰)

اُم حبیبہ کہتی ہیں:

جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی، یہ بارہ رکعتیں نفل کبھی نہ چھوڑی۔

مسلم کے الفاظ میں اس طرح ہے:

جس مسلمان نے اچھی طرح وضو کیا، پھر فرض نمازوں کو چھوڑ کر ایک دن میں بارہ رکعتیں نفل پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ اُم حبیبہ کہتی ہیں کہ اس کے بعد کبھی مجھ سے یہ بارہ رکعتیں نہ چھوٹیں۔

اور احمد وغیرہ نے صحیح کی سند سے اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"فرشتے اس جماعت کے ساتھ نہیں رہتے ہیں جس میں گھنٹی ہو"[۱]

ان کے علاوہ بھی بہت ساری احادیث اُم حبیبہ سے مروی ہیں جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔

اُم حبیبہ نے جس طرح مدینہ منورہ میں حدیث بیان کی اسی طرح شام میں بھی بیان کی۔

ابن عساکر نے ابوزرعہ کا قول نقل کیا ہے کہ جن خواتین نے شام میں حدیث بیان کی ہے ان میں اُم المؤمنین اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا بھی ہیں۔[۲]

امام ذہبی فرماتے ہیں:

اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے متعدد احادیث روایت کی ہیں۔

---

[۱] مسند امام احمد (۱۰/۲۷۴۶۹)

[۲] ابن عساکر "تاریخ" (۱۳۵/۶۹)

ان سے ان کے بھائی معاویہ بن ابوسفیان، عنبسہ، بھتیجا عبداللہ بن عتبہ بن ابوسفیان، عروہ بن زبیر، ابوصالح سمّان، صفیہ بنت شیبہ، زینب بنت ابوسلمہ، شتیر بن شکل، ابوالملیح عامر ھندلی اور دوسرے لوگوں نے روایت کی ہے۔[۱]

خلیفہ بن خیاط کہتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے سن چھ ہجری میں اُم حبیبہ سے شادی کی اور سن سات ہجری میں ان کے ساتھ شبِ عروسی کی۔

اُم حبیبہ نے نبی کریم ﷺ سے براہ راست حدیث روایت کی اور زینب بنت جحش کے واسطے سے بھی، اُم حبیبہ سے زینب بنت ابی سلمہ بن عبدالأسد نے جنائز، نکاح، طلاق، بدء الخلق، صفة النبی ﷺ اور فتن کے ابواب میں حدیثیں روایت کی ہیں۔[۲]

خیبر کے مال غنیمت میں ان کا حصہ

ابن سعد کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ خیبر کی کھجوروں میں سے اُم حبیبہ کو بھی سالانہ اسّی وسق کھجوریں اور بیس وسق جو دیا کرتے تھے۔[۳]

---

[۱] ''سیر أعلام النبلاء''(۲/۲۱۹)

[۲] ''تاریخ دمشق''لابن عساکر(۶۹/۱۳۶)

[۳]ابن سعد ''طبقات''(۸/۱۰۰)

وَسَق، ساٹھ صاع کا ہوتا ہے جو اہل حجاز کے یہاں تین سو بیس رطل اور اہل عراق کے نزدیک چار سواسی رطل کے برابر ہے۔[۱]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اِن کا مقام

امام ذہبی فرماتے ہیں: صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کا بے حد اونچا مقام و مرتبہ تھا، خاص طور سے ان کے بھائی معاویہ بن ابی سفیان کی حکومت میں۔ اُم حبیبہ سے ان کے رشتہ کی بنا پر لوگ انہیں مسلمانوں کا ماموں کہا کرتے تھے۔[۲]

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے معاملے سے اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کو بڑی دلچسپی تھی، اور اس بابت ان سے ایک ایسی کرامت ظاہر ہوئی، جو ان کے ایمانی عظمت کی شہادت دیتی ہے۔ ابن عساکر نے بیان کیا ہے: جب عثمان رضی اللہ عنہ کو محصور کیا گیا تو اُم المؤمنین اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا ان کے پاس آئیں، ایک آدمی ان کے پردہ میں جھانک کر لوگوں کو ان کا حلیہ بیان کرنے لگا۔ اُم المؤمنین نے فرمایا: ہائے! اللہ اس کا ہاتھ کاٹ دے اور اس کی شرم گاہ ظاہر کر دے۔[۳]

اتنے میں ایک آدمی آیا اور جھانکنے والے پر اپنی تلوار چلا دی، وہ اپنے دائیں ہاتھ سے بچنا چاہا لیکن اس کا ہاتھ کٹ گیا، پھر وہ اپنے منہ یا بائیں ہاتھ سے اپنی لنگی پکڑے لوگوں کو اپنی شرمگاہ دکھاتا ہوا بھاگا۔

---

[۱] ”الاستیعاب“(۴/۴۰۳)

[۲] ”سیر أعلام النبلاء“(۲/۲۲۲)

[۳] ابن عساکر ”تاریخ“(۶۹/۱۵۱)

آپ رضی اللہ عنہا کی وفات

ابن سعد نے اپنی ''طبقات'' میں عوف بن حارث کی سند سے روایت کی ہے:

میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے ہوئے سنا کہ اُم حبیبہ نے مجھے اپنی موت کے وقت بلوایا اور کہا کہ ہمارے بیچ وہ سب کچھ ہوا جو سوتنوں میں باہم ہو جایا کرتا ہے، ایسا جو بھی ہوا اس کے لئے اللہ مجھے اور تمہیں معاف فرمائے۔ میں نے کہا اللہ تمہاری اس قسم کی ساری باتوں کو معاف فرمائے، درگذر کرے اور تمہیں ان سے بری کرے۔

اُم حبیبہ بولیں: تم نے مجھے خوش کیا اللہ تمہیں خوش کرے۔ پھر انہوں نے اُم سلمہ کو بلوا بھیجا اور ان سے بھی یہی بات کہی، ۴۴ھ میں معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ان کا انتقال ہو گیا۔

ابن عساکر نے روایت کی ہے:

حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں اپنے والد علی بن ابی طالب کے گھر میں داخل ہوا، ہم نے کمرے کے ایک گوشہ میں کھدائی کی تو ایک پتھر ملا جس پر لکھا تھا: ''یہ رملہ بنت صخر کی قبر ہے'' تو ہم نے اس پتھر کو اس کی جگہ پر واپس لوٹا دیا۔[۱]

[۱] ابن عساکر نے ''تاریخ'' (۶۹/۱۵۳) اور ''الاستیعاب'' (۴/۴۰۳) میں بھی یہ واقعہ ہے۔

(۱۰)

اُمُّ المؤمنین

صفیہ بنت حُیَیّ رضی اللہ عنہا

اللہ کے پیغمبر ہارون علیہ السلام کے خاندان کی بیٹی،

ایک بے حد عقل مند، بُردبار اور باکمال خاتون

ابن سعد اور ذہبی نے صحیح مرسل سند سے روایت کی ہے:

"نبی کریم ﷺ مرض الموت میں تھے۔ آپ کی بیویاں اکٹھا تھیں، صفیہ بنت حیی بولیں: اے اللہ کے نبی! اللہ کی قسم! میری خواہش ہے کہ آپ کو جو تکلیف ہے وہ مجھے ہوتی"

اُمُّ المومنین صفیہ بنت حُیَیؓ

نام ونسب

آپ حُییُ بن اخطب بن سعیہ بن عامر بن عبید بن کعب بن خزرج بن اُبی حبیب بن نضیر بن نُحّام بن تنخوم (جو اسرائیلی ہیں اور ہارون بن عمران علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں) کی صاحب زادی ہیں۔

والدہ کا نام

آپ کی والدہ کا نام برّہ بنت سموأل ہے، جو رفاعہ بنت سموأل (یہ قرظی ہیں اور نضیر کے بھائی ہیں) کی ہم شیرہ ہیں۔[۱]

اور ابن عبدالبر کہتے ہیں:

آپ حُییُ بن اُخطب بن شعبہ، بن ثعلبہ، بن عبید بن کعب بن خزرج بن ابی حبیب بن نضیر بن نحّام بن تنخوم کی صاحب زادی ہیں، جو اسرائیلی ہیں اور ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام برّہ بنت سموأل ہے۔[۲]

---

[۱] ''طبقات ابن سعد''(۱۲۰/۸)

[۲] ''الاستیعاب''(۴۲۶/۴)

اور ابن الاثیر کہتے ہیں: آپ حُیی بن أخطب، بن سعنہ بن ثعلبہ بن عبید بن کعب بن خزرج بن ابی حبیب بن نضیر بن نحام بن تنخوم کی صاحب زادی ہیں۔ ناخوم کی جگہ کچھ لوگوں نے تنخوم اور کچھ لوگوں نے نخوم پڑھا ہے، پہلا قول یہود ہے، جو اپنی زبان کے ہم سے زیادہ جانکار ہیں۔ یہ اسرائیلی خاندان ہے، لاوی بن یعقوب اور پھر موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون بن عمران کی اولاد میں سے ہے، آپ کی والدہ برّہ بنت سموائل ہے۔ [۱]

اور امام ذہبی فرماتے ہیں:

أم المؤمنین صفیہ بنت حُیی بن أخطب بن سعیہ، اللہ کے نبی اسرائیل [۲] بن اسحاق بن ابراہیم اور پھر اللہ کے پیغمبر ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ [۳]

پہلی شادی

ابو عبیدہ کہتے ہیں: صفیہ بنت حُیی سلام بن مشکم کی بیوی تھیں، یہ شاعر تھا۔ ان سے طلاق کے بعد کنانہ بن أبی الحقیق کی زوجیت میں آئیں، یہ بھی شاعر تھا اور غزوۂ خیبر میں مارا گیا۔ [۴]

---

[۱] ''أسد الغابۃ'' (۵/۴۹۰)

[۲] اللہ کے نبی اسرائیل خود یعقوب علیہ السلام ہیں، اللہ تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ﴾ (ہود: ۷۱)

[۳] ''سیر أعلام النبلاء'' (۲/۲۳۱)

[۴] ''الاستیعاب'' لابن عبد البر (۴/۴۲۶)

ابن سعد کہتے ہیں: صفیہ کی پہلی شادی سلّام بن مشکم قرظی سے ہوئی تھی، جس نے انہیں طلاق دے دی، پھر کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق نضری نے ان سے شادی کی، جو خیبر کے دن مارا گیا۔[۱]

سلام بن مشکم قرظی نے صفیہ کو طلاق دینے کے بعد زینب بنت حارث یہودیہ سے شادی کی تھی اور یہی وہ عورت ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کا زہر آلود گوشت بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔

ان کا دوسرا شوہر کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق نضری، خیبر کے یہود کے خزانے کا نگراں تھا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے چھپا دیا اور اس کی پاداش میں اس کا قتل ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں

ابن سعد نے ابوہریرہ، انس بن مالک اور اُم سنان اسلمیہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے: جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی جنگ لڑی، اور اللہ نے آپ کو ان کا مالِ غنیمت دیا تو قیدی خواتین میں صفیہ اور ان کی چچازاد بہن تھی (جو قموص نامی قلعہ میں رہتی تھی)، آپ نے بلال کو حکم دیا کہ ان دونوں کو اپنے خیمہ میں لے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر مالِ غنیمت میں سے بہترین چیز چن لینے کا حق حاصل تھا۔ چنانچہ صفیہ خیبر کے مالِ غنیمت میں سے چن لی گئی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے یہ بات رکھی کہ اگر تم اسلام قبول کر لو گی تو تمہیں آزاد کر دیا جائے گا۔ بولیں: میں نے اللہ اور اس کے رسول کو چن لیا اور اسلام کو گلے سے لگا لیا، آپ نے وعدہ کے مطابق انہیں آزاد کر دیا اور ان سے نکاح کر لیا اور ان کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کے چہرہ پر آنکھ کے نزدیک ایک ہرا نشان دیکھا، پوچھا یہ کیا ہے؟ بولیں: ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ یثرب سے ایک

[۱] "طبقات ابن سعد" (۱۲۰/۸)

چاند نکلا اور آکر میری گود میں گرا، میں نے اس خواب کا ذکر اپنے شوہر کنانہ سے کیا تو بولا: کیا تم اس بادشاہ کی بیوی بننا چاہتی ہو جو مدینہ سے آتا ہے؟ پھر اس نے مجھے طمانچہ مارا جس کا یہ نشان ہے۔[۱]

صفیہ نے ایک حیض سے عدت گزاری اور رسول اللہ ﷺ خیبر سے ابھی روانہ بھی نہ ہوئے تھے کہ وہ حیض سے پاک ہو چکی تھیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے خیبر سے روانہ ہونے کا ارادہ کیا اور آپ نے ان سے خلوت نہیں کی، پھر جب آپ کے پاس اونٹ لایا گیا تاکہ آپ اس پر سوار ہوں تو آپ نے اونٹ پر صفیہ کے چڑھنے کیلئے اپنی ران کو زینہ بنایا تاکہ وہ آپ کی ران پر پیر رکھ کر اونٹ پر چڑھ جائیں مگر اس طرح چڑھنے سے انہوں نے انکار کر دیا کیوں کہ یہ خلاف ادب ہے۔ البتہ اپنا گھٹنا آپ کی ران پر رکھ کر چڑھ گئیں۔ آپ نے ان کیلئے پردہ کا اہتمام کیا اور انہیں اپنی چادر اڑھا کر اس کے کونے اپنے پیر کے نیچے باندھ لیئے اور دوسری اُمہات المؤمنین کی طرح انہیں اپنی سواری پر پردہ کے ساتھ بیٹھا کر لے گئے۔ جب آپ تبار نامی جگہ پہنچے، جو خیبر سے ۶/ میل دور ہے تو آپ نے ان سے خلوت چاہی مگر انہوں نے انکار کر دیا، جس سے نبی کریم ﷺ کے دل میں تھوڑا ملال پیدا ہوا، پھر جب آپ ''صہبا'' میں پہنچے جو خیبر سے کئی برید دور ہے تو آپ نے اُم سلیم کو حکم دیا کہ صفیہ کو دلہن بنائیں۔ چنانچہ اُم سلیم نے انہیں کنگھی کے ذریعہ چوٹی سے آراستہ کر دیا، یہاں آپ نے ان سے خلوت چاہی۔

اُم سلیم کہتی ہیں: ہمارے پاس نہ خیمہ تھا نہ خیمے کی قناتیں، میں نے دو کمبل یا دو چادریں لے کر دونوں کو ایک درخت سے باندھ دیا اور خیمہ جیسا بنا دیا، پھر میں نے صفیہ کی کنگھی کی، چوٹی باندھی، اور ان کو عطر میں بسایا، اُم سنان اسلمیہ کہتی ہیں: میں بھی اس شادی میں موجود تھی، ہم لوگوں نے ہی انہیں سجایا سنوارا اور خوشبو میں بسایا تھا، یہ کم سن تھیں اور بھڑک دار زینت پسند کرتی تھیں، اس

---

[۱] ابن سعد ''طبقات'' (۱۲۲/۱۲۰/۸)

رات جیسی بھینی بھینی اور دل ربا خوشبو کسی رات محسوس نہیں کی گئی۔ ہمیں اس وقت معلوم ہوا جب اعلان کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیوی کے پاس تشریف لے جارہے ہیں۔ ہم نے انہیں بنا سنوار کر دلہن بنایا تھا۔ ہم اس وقت ایک جھاڑ دار بیری کے سایہ میں تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف پیدل چل کر آئے اور وہ آپ کے استقبال کے لئے کھڑی ہو کر آپ کی طرف بڑھیں، ہم نے انہیں یہی بات سمجھادی تھی، پھر ہم دونوں کے پاس سے نکل آئے، اور آپ نے ان سے خلوت کی اور ان کے پاس اسی جگہ رات گذاری، جب صبح صبح ہی دلہن کے پاس گئے تو وہ غسل کرنے کا ارادہ فرما رہی تھیں، پھر ہم انہیں لے گئے یہاں تک کہ ہم لشکر سے چھپ گئے اور غسل کر لیا۔ میں نے پوچھا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا دیکھا؟ بولیں: مجھ سے آپ خوش تھے اور اس رات آپ بالکل نہیں سوئے اور مجھ سے برابر باتیں کرتے رہے اور آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے مقام تبار میں کیوں انکار کر دیا تھا؟ جب میں نے تم سے خلوت چاہی تھی، بولیں: مجھے آپ پر یہودیوں کے قریب ہونے کی وجہ سے ڈر تھا۔ اس بات نے آپ کے دل میں میری اور قدر بڑھادی۔ صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ ولیمہ کیا، ولیمہ میں صرف ''حیس'' تھا اور ان کے پاس پیالے نہ تھے محض دسترخوان ہی تھا۔ اس دن لوگوں نے ناشتہ کر لیا اور پھر زوال کے بعد آپ روانہ ہوگئے اور قصیبہ میں ٹھہرے جو خیبر سے سولہ میل دور ہے۔

ابن سعد نے ہی آمنہ بنت ابی قیس غفاریہ سے روایت کی ہے کہ جن خواتین نے صفیہ کو دلہن بنایا تھا ان میں میں بھی تھی، اس وقت صفیہ سترہ سال کی بھی نہ تھیں۔ [۱]

---

[۱] ابن سعد ''طبقات'' (۱۲۹/۸) اس معنی کی ایک روایت امام حاکم نے اپنی ''مستدرک'' (۴/۶۷۸۸) میں نقل کی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی طرف سے صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کی دل جوئی

طبرانی نے صحیح سند سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث نقل کی ہے: صفیہ کی آنکھ کے قریب ہرا نشان تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: تمہاری آنکھ کے نزدیک یہ ہرا نشان کیسا ہے؟ بولیں: میرے شوہر کا ہے، میں نے نیند میں دیکھا کہ ایک چاند آکر میری گود میں گرا، یہ سن کر اس نے مجھے تھپڑ ماری اور کہا کہ کیا تم یثرب کے بادشاہ کو چاہتی ہو؟

صفیہ فرماتی ہیں: مجھے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کسی سے نفرت نہیں تھی، آپ نے میرے والد اور میرے شوہر کو قتل کرایا تھا، لیکن اللہ کے رسول مجھ سے کہا کرتے تھے: صفیہ! تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے باپ نے سارے عرب کو میرے خلاف بھڑکایا اور ایسا کیا اور ایسا کیا۔ آپ کے اس طرح کہنے سے میرے دل سے آپ کی نفرت ختم ہوگئی۔ [۱]

نبی کریم ﷺ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کو اختیار دیتے ہیں

ابن سعد روایت کرتے ہیں: جب صفیہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں تو آپ نے ان سے فرمایا: تمہارا باپ یہودیوں میں میرا سب سے بڑا دشمن تھا، یہاں تک کہ اللہ نے اسے قتل کر دیا، بولیں: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے:

---

[۱] طبرانی "الکبیر" (۲۴/۱۷۷) اور اسے ہیثمی نے "مجمع الزوائد" (۹۹/۱۵۳۷۳) میں روایت کی ہے اور کہا ہے کہ اسے طبرانی نے روایت کی ہے اور اس کے رجال صحیح ہیں۔

﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴾

"کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا"۔ (الأنعام: ۱۶۴)

پھر آپ نے ان سے فرمایا: دو باتوں میں سے کوئی ایک پسند کرلو، اگر اسلام پسند کرلو گی تو میں تمہیں اپنے لئے روک لوں گا، اور اگر یہودیت پر برقرار رہو گی تو تم کو آزاد کردوں گا اور تم اپنی قوم سے جاملو گی، بولیں: اے اللہ کے رسول! آپ کی دعوت سے پہلے ہی مجھے اسلام سے محبت ہوگئی تھی اور میں نے آپ کو سچا سمجھ لیا تھا، جب میں آپ کے خیمہ میں گئی تھی، اب مجھے یہودیت کی کیا ضرورت ہے۔ وہاں میرا باپ ہے نہ بھائی، آپ نے مجھے کفر اور اسلام میں اختیار دیا ہے تو آزادی سے اور اپنی قوم میں واپس جانے سے مجھے اللہ اور اس کا رسول بہت پیارا ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے لئے روک لیا۔ صفیہ کی والدہ بنی قینقاع کی ایک عورت تھیں اور قینقاع بنی عمرو کا ایک شخص تھا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی صفیہ کے والد کا ایسے الفاظ سے ذکر نہیں کیا جو صفیہ کو ناگوار ہو۔ شروع میں یہ سلام بن مشکم کے نکاح میں تھیں پھر طلاق ہوجانے کے بعد کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں آئیں۔ (تیسرا نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا)۔[۱]

خیبر وغیرہ کے مالِ غنیمت میں ان کا حصہ

ابن سعد نے محمد بن عمر کی سند سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفیہ رضی اللہ عنہا کو بھی خیبر کی کھجوروں میں سے سالانہ اسی وسق کھجوریں اور بیس وسق جو (بقول دگر گیہوں) دیا کرتے تھے۔

---

[۱] ابن سعد "طبقات" (۸/۱۲۳)

ابن سعد ہی نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کے لئے پردہ کا اہتمام کیا اور دیگر اُمہات المؤمنین کی طرح ان کے لئے بھی باری مقرر کر رکھی تھی۔[۱]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض بیویوں کی ان سے غیرت

امام احمد، عبدالرزاق، ترمذی اور دوسرے محدثین نے شیخین کی شرط پر سند سے روایت کی ہے (یہاں احمد کے الفاظ کا ترجمہ ہے)[۲]

انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

صفیہ کو معلوم ہوا کہ حفصہ نے انہیں "یہودی کی بیٹی" کہا ہے، تو وہ رونے لگیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے، وہ رو رہی تھیں، پوچھا: کیا ہوا ہے؟

بولیں: حفصہ نے مجھے "یہودی کی بیٹی" کہا ہے!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس میں رونے کی کیا بات ہے، تم تو نبی کی بیٹی ہو، تمہارے چچا نبی تھے اور تم ایک نبی کی بیوی ہو، وہ تم پر کیسے فخر کرسکتی ہے؟

پھر آپ نے حفصہ سے فرمایا: حفصہ! اللہ سے ڈرو۔

ترمذی نے صفیہ کے آزاد کردہ غلام کنانہ سے روایت کی ہے کہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا:

---

[۱] ابن سعد "طبقات" (۱۲۷/۸)

[۲] امام احمد، عبدالرزاق اور ترمذی (۳۸۹۴)

رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے، مجھے معلوم ہوا تھا کہ حفصہ اور عائشہ نے میرے سلسلے میں کچھ کہا ہے، میں نے اس کا تذکرہ نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا: تم نے کیوں نہیں کہا کہ تم دونوں مجھ سے بہتر کیسے ہو سکتی ہو، کیوں کہ میرے شوہر محمد، میرے والد ہارون اور میرے چچا موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ [۱]

امام احمد نے صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے: نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں کے ساتھ حج کیا، جب راستے میں کسی جگہ تھے کہ ایک آدمی اپنی سواری سے اترا اور اُمہات المؤمنین کی سواریوں کو ہانکنے لگا، اس نے ہانکنے میں جلدی کی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آب گینوں (خواتین) کا خیال رکھو اور تیزی سے نہ ہانکو، قافلہ چل رہا تھا کہ اسی دوران صفیہ بنت حیی کا اونٹ بیٹھ گیا، جب کہ ان کی سواری سب سے خوبصورت سواری تھی، وہ رونے لگیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آئے اور اپنے دست مبارک سے ان کے آنسو پونچھنے لگے، لیکن وہ اور زیادہ رونے لگیں، آپ انہیں رونے سے روکتے رہے لیکن جب وہ بہت زیادہ رونے لگیں تو آپ نے سختی سے منع کیا اور ڈانٹا، آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ قافلہ روک دیں۔ لوگ اپنی سواریوں سے اتر گئے، حالانکہ وہاں قیام کا ان کا ارادہ نہیں تھا، لیکن وہ ٹھہر گئے اس دن میری باری تھی۔ جب لوگ اپنی سواریوں سے اترے تو نبی کریم ﷺ کے لئے خیمہ تیار کیا گیا اور آپ اس میں داخل ہو گئے۔ [۲]

کہتی ہیں: میں نہیں سمجھ پارہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ سے بات کا آغاز کیسے کروں؟ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میرے تعلق سے آپ کے دل میں غبار نہ آجائے، میں عائشہ کے پاس آئی اور کہا کہ آپ جانتی

---

[۱] ترمذی (۳۸۹۲) اور اسے حاکم نے ''مستدرک'' (۴/۶۷۹۰) میں روایت کی ہے اور ذہبی نے ''سیر أعلام النبلاء'' (۲/۲۳۳) میں نقل کیا ہے۔

[۲] امام احمد نے ''مسند'' (۱۰/۲۶۹۳۰-۲۶۹۳۱)

ہیں کہ میں کبھی بھی اپنی باری کسی بھی چیز کے بدلے کسی کو نہیں دے سکتی، لیکن آج میں اپنی باری آپ کو دے رہی ہوں، اس شرط پر کہ آپ رسول اللہ ﷺ کو میری طرف سے منالیں، عائشہ بولیں: ٹھیک ہے۔

عائشہ نے اپنی اوڑھنی لی، اسے زعفران سے بھگویا تاکہ اس کی خوشبو تیز ہو جائے، پھر اپنے کپڑے پہنے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں خیمہ کا کنارہ اٹھایا، آپ نے فرمایا: عائشہ آج تمہاری باری نہیں ہے۔ بولیں: ﴿ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ (الجمعۃ: ۴) یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

جب شام ہوئی تو آپ نے زینب بنت جحش سے فرمایا کہ زینب! اپنی بہن صفیہ کو کوئی اونٹ دے دو، دراصل زینب کے پاس زیادہ سواریاں تھیں، وہ بولیں: میں اس یہودی کو دے دوں؟ نبی کریم ﷺ ان کی یہ بات سن کر ناراض ہو گئے۔

ان سے قطع تعلق کرلیا، یہاں تک کہ مکہ تشریف لائے، منیٰ میں چند دن گزارے، اور مدینہ لوٹ آئے، آپ نے زینب کو محرم اور صفر دو ماہ چھوڑے رکھا، نہ ان کے پاس آتے نہ ان کے لئے باری مقرر فرماتے۔ یہاں تک کہ وہ آپ سے مایوس ہو گئیں۔ جب ربیع الاول کا مہینہ آیا تو آپ ان کے یہاں گئے، جب انہوں نے آپ کا سایہ دیکھا تو کہنے لگیں کہ یہ تو مرد کا سایہ ہے۔ نبی کریم ﷺ میرے پاس آتے نہیں ہیں۔ پھر یہ کون ہے؟ نبی کریم ﷺ ان کے پاس پہنچے تو بولیں: اے اللہ کے رسول! مجھے سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ آپ کی آمد پر میں کیا کروں؟ کہتی ہیں: میری ایک لونڈی تھی، جسے میں نبی کریم ﷺ سے چھپایا کرتی تھی، میں نے کہا اے اللہ کے رسول! یہ لونڈی میری طرف سے آپ کو ہدیہ ہے، نبی کریم ﷺ زینب بنت جحش کی چارپائی کی طرف بڑھے، جسے اٹھا کر رکھ دیا گیا تھا۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے اس چارپائی کو رکھا اور پھر اپنی بیوی سے ضرورت پوری کی۔

رسول اللہ ﷺ سے والہانہ محبت

ابن سعد اور ذہبی نے صحیح مرسل سند سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ مرض الموت میں تھے۔ آپ کی بیویاں اکٹھی تھیں، صفیہ بنت حیی بولیں: اے اللہ کے نبی! اللہ کی قسم! میری خواہش ہے کہ آپ کو جو تکلیف ہے وہ مجھے ہوتی، یہ سن کر نبی کریم ﷺ کی بیویوں نے آپس میں آنکھ ماری، رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا: تم سب کلی کرو، بولیں: کیوں؟ اے اللہ کے نبی! فرمایا: تم لوگوں نے اپنی سوتن کی بات پر آنکھ ماری ہے اس کی وجہ سے۔ اللہ کی قسم! وہ اپنی بات میں سچی ہے۔[۱]

کشادہ قلبی، دریادلی اور درگزر کرنے کی خوبیاں

ابن عبدالبر فرماتے ہیں: صفیہ ایک بردبار، عقل مند اور بڑی خوبیوں والی خاتون تھیں، ان کی ایک لونڈی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور بولی کہ صفیہ سنیچر کے دن سے محبت کرتی ہے اور یہودیوں سے روابط رکھتی ہے!

عمر بن الخطاب نے ان کے پاس معاملہ کی تحقیق کے لئے آدمی کو بھیجا، وہ بولیں: جہاں تک سنیچر کی بات ہے تو جب سے اللہ نے اس کے بدلے جمعہ کا دن دیا ہے میں سنیچر سے محبت نہیں کرتی، اور رہی بات یہود کی تو میرے ان میں کچھ رشتہ دار ہیں جن کے ساتھ میں رشتہ داری نبھاتی ہوں۔[۲]

---

[۱] ابن سعد "طبقات" (۱۲۸/۸) اور ذہبی "سیر أعلام النبلاء" (۲۳۵/۲)

[۲] ابن عبدالبر "الاستیعاب" (۴۲۷/۴)

پھر انہوں نے لونڈی سے پوچھا کہ تم نے کیوں عمر سے میری شکایت کی؟ بولی: شیطان نے مجھ سے ایسا کرایا۔

صفیہ بولیں: جاؤآج سے تم آزاد ہو۔

ابن سعد نے سعید بن المسیب کی سند سے روایت کی ہے: جب صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا آئیں تو ان کے کان میں سونے کی بالیاں تھیں، انہوں نے ان میں سے فاطمہ رضی اللہ عنہا اوران کے ساتھ کی عورتوں کو کچھ بالیاں تحفہ کے طور پر دیں۔

امام ذہبی فرماتے ہیں: صفیہ ایک معزز، عقل منداور اونچے خاندان کی خوبصورت اور دین دار خاتون تھیں۔ رضی اللہ عنہا۔ [۱]

فتنہ کے زمانہ میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دفاع

ابن سعد، ذہبی اور ابن حجر نے صفیہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام کنانہ سے روایت کی ہے کہ میں صفیہ کا خچر لے جارہا تھا کہ آپ عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے صفائی بیان کریں، راستے میں ملعون اشتر مل گیا، اس نے ان کے خچر کے منہ پر اس قدر زور سے مارا کہ صفیہ جھک گئیں، اور فرمانے لگیں: مجھے واپس لے چلو، یہ مجھے رسوانہ کرے۔ پھر آپ نے اپنے گھر اور عثمان کے گھر کے درمیان تختہ رکھ لیا۔ جس سے آپ انہیں کھانا پانی پہنچایا کرتی تھیں۔ [۲]

---

[۱] ابن سعد نے "طبقات" (۱۲۷/۸) "سیر أعلام النبلاء" (۲۳۲/۲)

[۲] ابن سعد "طبقات" (۱۲۸/۸)، ذہبی "السیر" (۲۳۷/۲) اور ابن حجر "الإصابہ" (۱۲۷/۸)

دین کی سمجھ اور حدیث کی روایت

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حدیث کی کتابوں میں ان سے مروی دس احادیث ملتی ہیں، جن میں ایک متفق علیہ ہے۔

ان میں سے ایک حدیث وہ ہے جسے احمد، بخاری، مسلم اور دوسرے محدثین نے صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں تھے، میں ایک رات آپ سے ملنے آئی، میں نے آپ سے گفتگو کی، جب میں لوٹنے کیلئے کھڑی ہوئی تو آپ بھی مجھے چھوڑنے کے لئے کھڑے ہوگئے، اس وقت صفیہ کی رہائش اسامہ بن زید کے گھر میں تھی، اتنے میں دو انصاری صحابہ کا گذر ہوا، جب ان لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اپنے قدم تیز کردیئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ٹھہرو، یہ صفیہ بنت حیی ہے، دونوں نے عرض کیا: سبحان اللہ! اے اللہ کے رسول! (یعنی آپ کے بارے میں غلط گمان کیسے ہوسکتا ہے؟) فرمایا: بے شک شیطان انسان کے اندر خون کی طرح دوڑتا ہے، مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ تمہارے دل میں برائی نہ ڈال دے، یا فرمایا کوئی چیز نہ ڈال دے۔ [۱]

ایک دوسری حدیث امام احمد وغیرہ نے روایت کی ہے: صُہیرہ بنت جیفر کہتی ہیں، حج سے فارغ ہونے کے بعد ہم مدینہ لوٹ آئے اور صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، ہم نے پایا کہ وہاں پہلے سے کوفہ کی چند عورتیں ہیں۔

---

[۱] احمد (۱۰/۲۶۹۲۷)، بخاری (۲۰۳۵)، مسلم (۲۱۷۵)، دارمی (۱۷۸۰)، ابوداؤد (۲۴۷۰)، ابن خزیمہ (۲۲۳۲)، ابن حبان (۳۶۷۱)، عبد الرزاق (۸۰۴۵) اور بیہقی (۴/۳۲۱-۳۲)... وغیرہ نے بھی روایت کی ہے۔

ان خواتین نے ہم سے کہا کہ اگر چاہو تو آپ کچھ پوچھیں اور ہم سنیں گے اور اگر چاہو تو ہم سوال کریں اور آپ لوگ سنیں، ہم نے کہا: آپ ہی پوچھئے، ان خواتین نے صفیہ سے بیوی اور شوہر کے معاملہ اور حیض سے متعلق کچھ پوچھا، پھر گھڑے میں تیار شدہ نبیذ کے بارے میں پوچھا۔
صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: عراق والیو! آپ نے گھڑے کی نبیذ کے متعلق بہت بار پوچھا، ایسا کیوں نہیں کرتے کہ کھجور پکالو، پھر اسے کوٹ لو، پھر اسے صاف کر کے مشکیزہ میں ڈال کر بند کر دو، جب وہ عمدہ ہو جائے تو خود پیو اور اپنے شوہر کو پلاؤ۔ صفیہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ حدیثیں مسند احمد بن حنبل میں ہیں۔[۱]

جن علماء کرام نے صفیہ سے حدیثیں روایت کی ہیں، ان میں چند ہیں: زین العابدین علی بن الحسین، اسحاق بن عبداللہ بن الحارث، صفیہ کے آزاد کردہ غلام کنانہ اور یزید بن معتب، مسلم بن صفوان، صُہیرہ بنت جیفر اور شمیسہ یا سمیہ یا سمینہ۔

آپ رضی اللہ عنہا کی وفات

ابن عبدالبر فرماتے ہیں:

صفیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں رمضان المبارک پچاس ہجری میں ہوا۔[۲]

جب کہ ابن سعد کہتے ہیں: ان کا انتقال معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ۵۲ ھ میں ہوا اور بقیع میں دفن ہوئیں۔[۳] اللہ ان پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے۔

---

[۱] مسند احمد بن حنبل (۲۶۹۲۲/ ۱۰ سے ۲۶۹۳۱/ ۱۰) تک۔

[۲] ”الاستیعاب“ (۴/ ۴۲۷)

[۳] ”الطبقات“ (۸/ ۱۲۹) ”الإصابۃ“ (۸/ ۱۲۷)

(۱۱)

اُمُّ المؤمنین

میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

پاک باز، صبر گذار، پیکرِ ایمان، نہایت پرہیز گار، صلہ رحمی کرنے والی اور حوصلہ مند خاتون تھیں

صحیح بخاری وغیرہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے:

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالتِ احرام میں میمونہ سے شادی کی اور حالتِ حِلّت میں شب عروسی گذاری، اور انتقال سرف میں ہوا“

اُمُّ المؤمنین میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

نام ونسب

آپ حارث بن حزن بن بجیر بن ہرم بن رویبہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن حفصہ بن قیس عیلان بن مضر کی بیٹی ہیں۔

والدہ کا نام

آپ کی والدہ ہند بنت عوف بن زہیر بن حارث بن حماطہ ہیں، جو قبیلہ حُمیر یا کنانہ سے تعلق رکھتی ہیں۔

آپ کی سگی بہنیں درج ذیل ہیں:

① اُم الفضل، لبابۃ الکبریٰ بنت حارث بن حزن، عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی بیوی۔

② لبابۃ الصغریٰ بنت حارث، ولید بن مغیرہ مخزومی کی بیوی اور خالد بن ولید کی ماں۔

③ عصماء بنت حارث، ابی بن خلف جمحی کی بیوی، جن سے ابان وغیرہ پیدا ہوئے۔

④ عزہ بنت حارث بن حزن، زیاد بن عبداللہ بن مالک ہلالی کی بیوی۔

یہ ساری میمونہ رضی اللہ عنہا کی سگی بہنیں ہیں اور ان سارے کی والدہ ہند بنت عوف ہیں۔

میمونہ رضی اللہ عنہا کی ماں شریک بہنیں درج ذیل ہیں:

① اسماء بنت عمیس، یہ جعفر بن ابی طالب کی بیوی تھیں، ان سے عبداللہ، عون اور محمد پیدا ہوئے۔ان کی دوسری شادی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوئی جن سے محمد پیدا ہوئے اور تیسری شادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے ہوئی، جن سے یحیٰ پیدا ہوئے۔

② سلمی بنت عمیس خثعمیہ، یہ اسماء کی ہمشیرہ ہیں، حمزہ بن عبدالمطلب کی زوجہ تھیں، جن سے، اُمۃ اللہ بنت حمزہ پیدا ہوئیں۔ دوسری شادی شداد بن امامہ بن ہادی لیثی سے ہوئی، جن سے عبداللہ اور عبدالرحمٰن پیدا ہوئے۔

③ سلامہ بنت عمیس، اسماء اور سلمیٰ کی ہمشیرہ، عبداللہ بن کعب بن منبہ خثعمی کی زوجہ تھیں۔

④ زینب بنت خزیمہ، میمونہ کی ماں شریک بہن ہیں۔[۱]

ان سارے کی ماں ہند بنت عوف بن زہیر بن حارث ہیں، جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ داماد کے اعتبار سے روئے زمین کی سب سے خوش نصیب خوش دامن ہند بنت عوف ہیں، کیوں کہ ان کے داماد محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حمزہ بن عبدالمطلب، عباس بن عبدالمطلب، جعفر بن ابی طالب اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم ہیں۔

[۱] ''الاستیعاب'' لابن عبدالبر (۴/۴۶۷-۴۶۸)

پہلی شادی

ابن سعد کہتے ہیں:

مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی نے زمانۂ جاہلیت میں میمونہ سے شادی کی تھی، پھر اس نے میمونہ کو طلاق دے دی۔ دوسری شادی ابورہم بن عبدالعزیٰ بن ابی قیس بن بنی مالک بن حسل بن عامر بن لوئی سے ہوئی، جس کے انتقال کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آئیں۔ شادی کرانے والے عباس بن عبدالمطلب تھے جو میمونہ کے سرپرست تھے، کیوں کہ میمونہ کی سگی بہن اُم الفضل بنت حارث ہلالیہ، عباس بن عبدالمطلب کی زوجہ تھیں۔ سیرت نگاروں کے مطابق جس وقت میمونہ کے شوہر ابورہم بن عبدالعزیٰ کا انتقال ہوا، میمونہ کی عمر چھبیس سال تھی۔ ابورہم ایک مشرک اور کافر آدمی تھا۔ میمونہ رضی اللہ عنہا ان لوگوں میں سے تھیں جنہوں نے مکہ میں رہ کر اپنا ایمان چھپائے رکھا اور مدینہ ہجرت نہیں کی، ان کی تمنا تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت سے شرف یاب ہوں۔ [۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے مدینہ لوٹے تو ربیع الأول، ربیع الآخر، جمادی الأولیٰ، جمادی الآخرہ، رجب، شعبان، رمضان اور شوال مدینہ میں ہی گزرا، اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف اطراف میں سرایا بھیجتے رہے۔

---

[۱] ابن سعد "طبقات" (۳۲/۸)

پھر عمرۂ قضا کے لئے ذی القعدہ میں مکہ کی طرف نکلے۔ یہ وہی مہینہ تھا جس میں مشرکین نے آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب کو مکہ جانے سے روک دیا تھا۔[۱] آپ کے ساتھ وہ سارے مسلمان نکلے، جو گذشتہ سال کے عمرہ کے سفر میں آپ کے ساتھ تھے۔ یہ ۷ھ کی بات ہے۔

جب مکہ والوں نے آپ کی آمد کی خبر سنی تو وہ اپنے گھروں سے نکلے، قریش کا کہنا تھا کہ محمد اور اس کے ساتھی مشقت و پریشانی اور تنگ دستی میں ہیں۔

ابن عباس کہتے ہیں: مکہ والوں نے خانۂ کعبہ کے سامنے دارالندوہ کے نزدیک ایک جگہ چنی، جہاں سے وہ آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب کو دیکھ سکیں۔[۲] جب رسول اللہ ﷺ مسجد حرام میں داخل ہوئے تو آپ نے داہنی بغل سے چادر کو نکال کر بائیں کندھے پہ ڈالا، اور داہنے بازو کو نکالا، پھر فرمایا: اللہ اس شخص پہ رحم فرمائے جس نے آج لوگوں کو اپنی طاقت دکھلادی۔

پھر رکن کو چوما، اور تیز قدموں سے نکلے، ساتھ میں صحابہ بھی تیز چلنے لگے، یہاں تک کہ خانۂ کعبہ نے آپ کو لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل کر دیا۔ آپ نے رکن یمانی کو داہنے ہاتھ سے چھولیا، اور چلتے رہے یہاں تک کہ رکن اسود کو چوما، پھر تیز قدموں سے چلنے لگے اور اس طرح تین چکر لگایا اور چلے۔[۳]

---

[۱] رسول اللہ ﷺ سن ۶ھ میں عمرہ کے مقصد سے نکلے تھے، لیکن قریش نے آپ ﷺ کو مکہ پہنچنے سے پہلے ہی ''حدیبیہ'' میں روک دیا تھا۔ اس شرط پر کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھی اگلے سال عمرہ کے لئے آئیں۔ صلح حدیبیہ کی تفصیل اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے باب میں گزر چکی ہے۔

[۲] یہ دارالندوہ وہی جگہ ہے جہاں وہ لوگ باہمی مشورہ کے لئے اکٹھا ہوا کرتے تھے۔

[۳] ابن عباس کہا کرتے تھے کہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ اضطباع اور تین چکر لگانا ضروری نہیں، کیوں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایسا قریش کے لوگوں کو دکھانے کے لئے کیا تھا جو یہ سمجھتے تھے کہ محمد اور ان

ابن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسی سفر میں میمونہ سے شادی کی، جب کہ آپ محرم تھے۔ عباس بن عبد المطلب نے آپ کی شادی میمونہ سے کرائی تھی۔[۱]

ابن ہشام کہتے ہیں: میمونہ نے اپنا معاملہ اپنی بہن اُم الفضل کے سپرد کر دیا تھا، جو عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں، اُم الفضل نے ان کا یہ معاملہ عباس کے سپرد کر دیا۔ چنانچہ عباس نے میمونہ کی شادی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ میں ہی کر دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ کو مہر میں چار سو درہم دیا۔

صحیح بخاری وغیرہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ انہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالتِ احرام میں میمونہ سے شادی کی اور حالتِ حلت میں شبِ عروسی گزاری، میمونہ کا انتقال سرف میں ہوا۔[۲]

صحیح مسلم وغیرہ میں یزید بن اُصم کی حدیث ہے کہ مجھ سے میمونہ بنت حارث نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالتِ احرام میں ان سے شادی کی۔[۳]

یزید بن اُصم کہتے ہیں: وہ میری اور ابن عباس کی خالہ تھیں۔

''طبقات ابن سعد'' میں عطاء خراسانی کا قول ہے کہ میں نے ابن مسیب سے کہا: عکرمہ کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ سے حالتِ احرام میں نکاح کیا، فرمایا: خبیث جھوٹا ہے، اسے

کے ساتھی پریشانی، تنگی اور محتاجگی کے حالت سے دوچار ہیں۔ یہاں تک کہ جب آپ نے حجۃ الوداع کیا، تو اپنے اس عمل پہ قائم رہے اور یہ سنت چل پڑی۔ ''السیرۃ النبویہ'' لابن ہشام (۴۲۵/۳)

[۱] ابن اسحاق ''السیرۃ النبویہ'' (۴۲۶/۳)

[۲] صحیح بخاری (۴۲۵۸)

[۳] صحیح مسلم (۱۴۱۱)

جا کر ڈانٹو، میں تم سے حدیث بیان کرتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ احرام باندھ کر تشریف لائے اور احرام کھولنے کے بعد نکاح کیا۔ [۱]

ابن اسحاق کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اس سفر میں مکہ میں تین دن قیام فرمایا۔ حویطب بن عبد العزیٰ قریش کے کچھ لوگوں کے ساتھ تیسرے دن آپ ﷺ کے پاس آیا (قریش نے رسول اللہ ﷺ کو مکہ سے نکالنے کی ذمہ داری اسے سونپ رکھی تھی)۔

ان لوگوں نے آپ سے کہا: آپ کی مدت ختم ہو گئی، لہٰذا یہاں سے چلے جایئے!

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''کاش تم لوگ مجھے رہنے دیتے، میں تمہارے بیچ شبِ عروسی گزارتا، تمہارا کھانا تیار کراتا اور تم لوگ میری دعوتِ ولیمہ میں شریک ہوتے۔''

ان لوگوں نے کہا: ہمیں آپ کے کھانے کی کوئی ضرورت نہیں، آپ چلے جائیں۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ مکہ سے نکل پڑے، اپنے آزاد کردہ غلام ابو رافع کو میمونہ کا خیال رکھنے کو کہا، یہاں تک کہ سرف [۲] میں ان سے خلوت کی۔

ابن ہشام کہتے ہیں:

جیسا کہ ابو عبیدہ نے مجھے بتایا کہ اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں:

---

[۱] ''طبقات ابن سعد'' (۱۳۵/۸)

[۲] سرف: مکہ سے تین میل کی دوری پر ایک جگہ ہے، جب کہ دوسرا ایک قول ہے کہ سات یا نو یا بارہ میل کی دوری پر ہے۔

﴿ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴾[١]

''اللہ نے اپنے رسول کا برحق خواب سچ کر دکھایا، اگر اللہ نے چاہا تو تم یقیناً مسجدِ حرام میں داخل ہو گے، اس حال میں کہ تم امن میں ہو گے، اپنے سروں کو منڈائے یا کٹائے ہو گے، تم خوف زدہ نہیں ہو گے، پس اسے وہ معلوم تھا جو تم نہیں جانتے تھے، چنانچہ اس نے اس سے پہلے تمہیں ایک قریب کی فتح عطا کی''۔ (الفتح: ٢٧)

ابن سعد نے علی بن عبداللہ بن عباس کی سند سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے عمرۃ القضاء کے سال مکہ جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے اوس بن خولی اور ابو رافع کو عباس کے پاس بھیجا اور عباس نے آپ کا نکاح میمونہ سے کر دیا۔ ان دونوں کے اونٹ کھو گئے اور دونوں بطن رابغ [٢] میں چند دن ٹھہرے، یہاں تک کہ قدید میں آپ نے ان دونوں کو پالیا اور دونوں اونٹوں پر سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل پڑے اور مکہ پہنچ گئے اور آپ نے عباس کو بلا بھیجا اور میمونہ سے شادی کا ذکر کیا، میمونہ نے رسول اللہ ﷺ کو اختیار دے دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ عباس کے گھر آئے اور عباس سے میمونہ کے لئے پیغام دیا، چنانچہ عباس نے آپ کا نکاح ان سے کر دیا۔ [٣]

---

[١] ''السیرۃ النبویہ'' لابن ہشام (٤٢٦/٣-٤٢٧)

[٢] جحفہ میں ایک وادی ہے، یہ جحفہ سے دس میل کی دوری پر ہے، عزور کی راہ سے آنے والے حاجی اسے پار کرتے ہیں۔

[٣] ابن سعد ''طبقات'' (١٣٢/٨)

نام بدل گیا

ابن عبدالبر نے ابن عباس کی سند سے روایت کی ہے کہ میمونہ کا نام برّہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر میمونہ رکھ دیا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس قسم کی حدیث منقول ہے۔

البتہ جویریہ کے بارے میں کوئی دورائے نہیں کہ ان کا نام بّرہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر جویریہ رکھ دیا تھا۔[۱]

ابن الاثیر کہتے ہیں: میمونہ کا نام برہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر میمونہ رکھ دیا، یہ بات کریب نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔ میمونہ، ابن عباس اور خالد بن ولید کی خالہ ہیں۔[۲]

تقویٰ وپرہیز گاری

ابن سعد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ساری بہنیں مومنہ ہیں: میمونہ، اُم الفضل اور اسماء۔[۳]

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: مذکورہ حدیث کی سند صحیح ہے، امام حاکم نے بھی اسے ذکر کرنے کے بعد یہی بات کہی ہے اور ذہبی نے ان کی تائید کی ہے۔[۴]

---

[۱] ابن عبدالبر ''الاستیعاب''(۴/۴۶۸)

[۲] ابن الاثیر ''اسد الغابۃ''(۵/۵۵۰)

[۳] ابن سعد ''طبقات''(۸/۱۳۸)

[۴] حافظ ابن حجر ''اِلاصابۃ''(۸/۱۹۲) اور امام حاکم (۴/۶۸۰۱)

ابن سعد نے ہی خالد بن مخلد کی سند سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ سے ان کی لونڈی کے بارے میں پوچھا، بولیں: اسے آزاد کر دیا۔ فرمایا: لونڈی طاقت ور اور صبر گزار تھی، اگر تم اپنے کسی عزیز کو دے دیتیں تو بہت خوب تھا۔[۱]

ابن سعد ہی نے یزید بن اصم سے روایت کی ہے کہ میں اور طلحہ بن عبید اللہ کے بیٹے نے عائشہ کا استقبال کیا اور ہم مدینہ کے ایک باغ میں گھس گئے، اور اس میں سے کچھ لے کر نکلے۔ عائشہ کو خبر لگ گئی، آپ اپنے بھانجے (طلحہ بن عبید اللہ کے بیٹے) کو طعن و تشنیع اور لعنت و ملامت کرنے لگیں۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر پر اثر نصیحت کی، فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو ہانک کر لایا، حتی کہ تم کو اپنے نبی کے گھر میں مقرر فرمایا، اللہ کی قسم! میمونہ تمہاری رسی تمہارے کندھے پر ڈال کر فوت ہو گئیں، واقعی وہ ہم سب سے زیادہ پرہیز گار اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی تھیں۔[۲]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: [۳]

ابن سعد ہی نے یزید بن اُصم کی سند سے روایت کی ہے کہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا کوئی عزیز آپ کے پاس آیا، آپ نے اس سے شراب کی بو محسوس کی، فرمایا: اگر تم مسلمانوں سے ملوگے تو مسلمان تمہیں

---

[۱] ابن سعد (۱۳۸/۸)

[۲] ابن سعد (۱۳۸/۸) اور اس حدیث کو حاکم نے بھی "مستدرک" (۴/۶۷۹۹) میں روایت کی ہے اور مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ امام ذہبی نے بھی "تلخیص" میں اس کی تائید کی ہے۔

[۳] حافظ ابن حجر نے "الإصابہ" (۱۹۲/۸-۱۹۳) میں لکھا ہے: اس کی سند صحیح ہے۔

کوڑے لگائیں گے یا یہ فرمایا کہ تجھے پاک کر دیں گے، خبر دار (اس حالت میں) میرے گھر کبھی نہ آنا۔ [۱]

ابن سعد نے ہی یزید بن اَصم کی سند سے روایت کی ہے: اُم المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کا مسواک ہمیشہ پانی میں رہتا، اگر آپ کسی کام یا نماز میں مشغول رہتیں تو خیر، ورنہ مسواک لے کر مسواک ہی کرتی رہتی تھیں۔ [۲]

ابن سعد ہی کی روایت ہے کہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے زمین پر انار کا ایک دانہ پڑا ہوا دیکھا اور اسے اٹھا کر فرمایا: اللہ تعالیٰ بگاڑ کو پسند نہیں فرماتا۔

ابن سعد نے ہی ابن عباس کے آزاد کردہ غلام کریب سے روایت کی ہے کہ مجھے ابن عباس نے میمونہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کا ساربان بنا کر بھیجا (حج کے دوران)، میں برابر آپ کی زبان سے جمرۂ عقبہ پر رمی تک لبیک سنتا رہا۔ [۳]

عبداللہ خولانی سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا میمونہ ایک پورے کرتے میں نماز پڑھ رہی ہیں اور تہ بند باندھے ہوئے نہیں ہیں۔ [۴]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ عبداللہ خولانی میمونہ رضی اللہ عنہا کو کرتے اور دوپٹہ میں بلا تہہ بند کے نماز پڑھتے دیکھتے تھے۔ (عبداللہ خولانی، میمونہ رضی اللہ عنہا کے زیر تربیت تھے)

---

[۱] ابن سعد (۱۳۹/۸) اور اسے امام ذہبی نے "سیر أعلام النبلاء" (۲۴۴/۲) میں نقل کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

[۲] ابن سعد (۱۳۹/۸)

[۳] ابن سعد (۱۳۹/۸) اور اسے امام ذہبی نے "سیر أعلام النبلاء" (۲۴۴/۲) میں روایت کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

[۴] "طبقات ابن سعد" (۱۳۹-۱۳۸/۸) ذہبی "السیر" (۲۴۳/۲) اور اس کی سند صحیح ہے۔

خیبر کے مالِ غنیمت میں ان کا حصہ

ابن سعد نے روایت کی ہے، عبدالرحمٰن أعرج نے مدینہ کی ایک مجلس میں فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے میمونہ بنت حارث کو خیبر کی کھجوروں میں سے سالانہ اَسّی وسق کھجوریں اور بیس وسق جو یا گیہوں دیا۔[۱]

دین کی سمجھ اور حدیث کی روایت

امام ذہبی فرماتے ہیں:

میمونہ رضی اللہ عنہا معزز اور با اثر خواتین میں سے تھیں، انہوں نے متعدد احادیث روایت کی ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں عبداللہ بن عباس، اور دوسرے بھانجے عبداللہ بن شداد بن ہاد، عبید بن السباق، ایک چوتھے بھانجے یزید بن أصم، عبدالرحمٰن بن سائب ہلالی عبداللہ بن عباس کے آزاد کردہ غلام کریب، خود میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام سلیمان بن یسار، ان کے بھائی عطاء بن یسار اور دوسرے حضرات ہیں۔

ان کی روایت کردہ سات حدیثیں "صحیحین" میں ہیں، جب کہ صرف بخاری میں ایک اور مسلم میں پانچ ہیں، ان کی روایت کردہ کل حدیثیں تیرہ ہیں۔[۲]

---

[۱] ابن سعد "طبقات" (۱۴۰/۸)

[۲] "سیر أعلام النبلاء" (۲۳۹/۲-۲۴۵)، بخاری: کتاب الحیض (۳۰۳) اور مسلم (۲۹۵) "صحیحین" کی حدیثیں بخاری (۳۰۳)، مسلم (۲۹۵، ۳۳۷، ۳۵۶، ۵۱۳، ۲۷۰، ۹۹۹، ۱۱۲۴) اور دوسری جگہوں میں ہیں۔

⊙ مسند احمد بن حنبل میں ان کی ایک حدیث انہی کے بھتیجے عبدالرحمٰن بن السائب الہلالی سے مروی ہے کہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا کہ بھتیجے! کیا تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رقیہ (جھاڑنے کی دعاء) نہ سکھاؤں؟ میں نے عرض کیا: ضرور! [۱]

بولیں:

«بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ، وَاللّٰهُ يَشْفِيْكَ مِنْ كُلِّ دَاءٍ فِيكَ أَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ، وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي، لَا شَافِيَ إِلَّا أَنْتَ»

⊙ ان کی روایت کردہ ایک اور حدیث احمد، مسلم اور دوسرے ائمۂ حدیث کے یہاں ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا:

"میری اس مسجد میں نماز دوسری مساجد کی نماز سے ایک ہزار درجہ افضل ہے، سوائے خانۂ کعبہ کے۔" [۲]

⊙ امام احمد اور دوسرے ائمۂ حدیث کے یہاں ان کی ایک حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کردہ ہے کہ اُم المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جمے ہوئے گھی میں چوہا گر جانے کے سلسلے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: چوہا اور اردگرد کا گھی پھینک دو اور باقی گھی استعمال کرو۔ [۳]

---

[۱] مسند احمد بن حنبل (۱۰/۲۶۸۸۵)

[۲] مسند احمد (۱۰/۲۶۸۹۹)، مسلم (۱۳۹۶)

[۳] مسند احمد (۱۰/۲۸۶۶)

حج سے واپسی اور وفات

ابو یعلیٰ نے صحیح سند سے یزید بن اُصم سے روایت کی ہے کہ میمونہ رضی اللہ عنہا مکہ میں بیمار پڑ گئیں، ان کے پاس ان کا کوئی بھتیجا نہیں تھا۔ بولیں: مجھے مکہ سے لے چلو، میں یہاں نہیں مر سکتی، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا ہے کہ میں مکہ میں نہیں مروں گی۔

لوگ انہیں لے کر چلے، یہاں تک کہ انہیں لے کر سرف میں اس درخت کے پاس پہنچے جس کے نیچے خیمہ بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے خلوت کی تھی۔

وہاں ان کا انتقال ہو گیا، جب ہم نے انہیں قبر میں رکھا تو میں نے اپنی چادر اتاری اور قبر میں ان کے رخسار کے نیچے رکھ دیا، عبد اللہ بن عباس نے وہ چادر لے کر پھینک دی۔[۱]

ابو یعلیٰ ہی کی ایک دوسری روایت میں صحیح سند سے ہے، یزید بن الأصم میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پاکی کی حالت میں ان سے نکاح کیا اور پاکی کی حالت ہی میں خلوت کی۔ ان کی وفات سرف میں اسی رات ہوئی جس تاریخ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ شبِ عروسی گذاری تھی، وہ میری خالہ تھیں میں اور ابن عباس (جو میمونہ کی بہن اُم الفضل کے بیٹے تھے) ان کی قبر میں اترے، جب ہم نے قبر میں انہیں رکھ دیا، تو ان کا سر لڑھک گیا، میں نے اپنی چادر اتاری،

[۱] ابو یعلیٰ (۱۳/۷۱۱۰) اور اس حدیث کو حافظ ابن حجر نے "المطالب العالیہ" (۴۱۴۷،۹۷۷) اور اختصار کے ساتھ (۹۷۷) میں نقل کی ہے، ہیثمی نے اسے "مجمع الزوائد" (۹/۱۵۳۶۲) میں روایت کی ہے اور ابو یعلیٰ کی طرف منسوب کیا ہے، اور کہا ہے کہ اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

لپیٹ کر آپ کے سرہانے رکھ دیا، لیکن ابن عباس نے چادر کھینچ کر پھینک دی اور آپ کے سر کے نیچے نرم پتھر رکھ دیا، حج کے دوران انہوں نے اپنا سر منڈایا تھا جس کی وجہ سے ان کا پورا سر کالا تھا۔[۱]

احمد وغیرہ نے مختصراً یزید بن الأصم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے حالتِ پاکیزگی میں نکاح کیا اور حالتِ پاکیزگی میں ہی ان کے ساتھ خلوت کی۔ ان کا انتقال "سرف" میں ہوا۔ ہم نے انہیں اسی پیڑ کے نیچے دفن کیا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ شبِ عروسی گذاری تھی، قبر میں میں اور ابن عباس اترے۔[۲]

حاکم وغیرہ نے صحیح سند سے عطاء سے روایت کی ہے کہ ہم ابن عباس کے ساتھ سرف میں میمونہ رضی اللہ عنہا کے جنازے میں حاضر تھے، ابن عباس نے فرمایا:

"خبردار! یہ میمونہ ہیں، جب ان کی نعش اٹھانا تو زور سے نہ ہلانا۔"[۳]

ابن عبد البر کہتے ہیں: میمونہ رضی اللہ عنہا کا انتقال "سرف" میں اسی جگہ پہ ہوا جہاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ شبِ عروسی گذاری تھی، یہ سن اکاون (۵۱ھ) کی بات ہے۔

---

[۱] ابو یعلیٰ (۷۱۰۵)۔ انہوں نے سر کیوں منڈایا تھا، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جان سکتا ہے، کیوں کہ حلق (سر منڈانا) مردوں کے لئے ہے اور تقصیر (بال چھوٹا کرنا) خواتین کے لئے اور یہ بات خلافِ عقل لگتی ہے کہ انہیں یہ حکم معلوم نہ ہو۔

[۲] مسند احمد (۱۰/۲۶۸۹۲)

[۳] حاکم (۴/۶۸۰۲) اور اسے ابن سعد نے "طبقات" (۸/۱۴۰) میں اور ذہبی نے "السیر" (۲/۲۴۵) میں روایت کی ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ سن چھیاسٹھ(٦٦ھ)میں اور تیسری روایت میں ہے کہ سن ترسٹھ (٦٣ھ) میں سرف میں ان کا انتقال ہوا۔ جنازے کی نماز عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے پڑھائی۔ ان کی قبر میں ان کے بھانجے عبداللہ بن عباس، یزید بن الأصم، عبداللہ بن شداد اوران کے زیر پرورش رہنے والے عبیداللہ خولانی اترے۔ [١]

"طبقات ابن سعد" میں ہے کہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی وفات یزید بن معاویہ کے زمانۂ خلافت میں سن اکسٹھ (٦١ھ) میں ہوئی، نبی کریم ﷺ کی بیویوں میں سب سے اخیر میں انہی کی وفات ہوئی، وفات کے وقت ان کی عمر اسی (٨٠) یا اکاسی (٨١) سال تھی اور یہ بہت مضبوط دل ودماغ والی تھیں۔ [٢]

حافظ ابن حجر نے میمون بن مہران سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میمونہ رضی اللہ عنہا سے سرف میں شادی کی، اور وہیں ایک خیمہ میں ان سے خلوت کی، ان کا انتقال سرف میں ہوا اور خیمہ ہی کی جگہ پہ دفن کی گئیں، ان کی وفات سن اکاون ہجری (٥١ھ) میں ہوئی۔ [٣]

ان کی تاریخِ وفات کے سلسلے میں کئی روایات ہیں۔ اللہ انہیں اپنے رحم وکرم کے سائے میں جگہ دے، اور ہمیں اور انہیں جنت الفردوس میں اونچا مقام عطا کرے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين-

---

[١] "الاستیعاب" (٤/٤٦٩-٤٧٠)

[٢] "طبقات ابن سعد" (٨/١٤٠)

[٣] حافظ ابن حجر "الإصابہ" (٨/١٩٣)

محمد
المصطفى

تعددِ زوجات رسول ﷺ کے اسباب اور حکمتیں

از قلم: علامہ ڈاکٹر محمد لقمان السلفی

نبی کریم ﷺ کی بیویوں سے متعلق گفتگو کا یہ تتمہ سمجھا جاتا ہے کہ آپ کی متعدد شادیوں کے اسباب اور اس کی حکمتوں پر روشنی ڈالی جائے جن کے پیش نظر آپ ﷺ نے متعدد شادیاں کیں، تاکہ بعض مسلمانوں اور غیر مسلم مستشرقین اور ان سے ذہنی طور پر مرعوب ومتاثر ہونے والوں کے سامنے رسول کریم ﷺ کی عظمت اور وہ بلند وبالا اغراض ومقاصد واضح ہوں جو ان میمون ومبارک شادیوں کے ماوراء کار فرما تھے۔

اور اس گفتگو کی تمہید کے طور پر ضروری ہے کہ پہلے نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ پر ہلکی روشنی ڈالی جائے، جب سے آپ نے ہوش سنبھالا، یہاں تک کہ اُم المؤمنین خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے عنفوان شباب میں شادی کی جب آپ کی عمر پچیس سال تھی۔

عہدِ جوانی کے دورِ عنفوان میں جب کہ بالعموم آدمی جنسی لذت کے حصول کی طرف نہایت تیزی کے ساتھ لپکتا ہے، نبی کریم ﷺ عفت وپاکدامنی، شرافتِ نفسی اور روح کی پاکیزگی کی نادر ترین مثال تھے، اور ہر اس شک وشبہ سے بعید تر تھے جس سے آدمی کی عزت وآبرو داغدار ہوتی ہے، شادی سے پہلے پچیس سالہ زندگی اہلِ مکہ کے ساتھ آپ نے گزاری لیکن کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ آپ کو کسی ایسے کام سے متہم کرتا جسے آپ کی شرافت داغدار ہوتی اور عفت وپاکدامنی پر حرف آتا۔

جب نبی کریم ﷺ نے خدیجہ بنت خویلد سے ان کی رغبت وچاہت کی بناپر شادی کرنی چاہی، تو خوب جانتے تھے کہ آپ ابتدائے شباب کے دور سے گزر رہے ہیں، اور خدیجہ ایک بیوہ عورت ہیں جو اپنی عمر کے چالیس سال گزار چکی ہیں، اور آپ سے پہلے دو باران کی شادی ہو چکی ہے، اور گزشتہ شوہر سے ان کی اولاد بھی ہے۔ان سب باتوں کے باوجود آپ ﷺ نے شادی کرنے کی حامی بھرلی۔

یہ ایک ایسی بات تھی جوکسی بھی سنجیدہ انسان کو سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ آپ کی اس شادی سے پہلی غرض جنسی خواہش کی تکمیل نہیں تھی، اور نہ ہی آپ ﷺ جنسی ہوس کے مریض تھے (اور کیسا شقی وبد بخت ہوگا وہ انسان جو اس طرح گندی اور بد بودار بات آپ کے بارے میں اپنے منہ سے نکالے گا) بلکہ آپ ایک ستودہ صفات، صحت مند اور سنجیدہ انسان تھے۔آپ ﷺ کے بارے میں یہ سوچنا کہ آپ خواہشاتِ نفس کی پیروی کرتے تھے غایت درجہ کی خباثت ودناءت ہوگی۔

آپ ﷺ نے تو صرف خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرنے پر تقریباً پچیس سال تک اکتفا کیا،اس لئے کہ ان کی وفات ہجرتِ مدینہ سے صرف تین سال پہلے ہوئی جب ان کی عمر پینسٹھ (۶۵) سال ہو چکی تھی۔ آپ ﷺ کا خدیجہ سے شادی کا مقصدِ اول یہ تھا کہ وہ آپ ﷺ کی دعوتِ اسلامیہ کے لئے بنیادی ستون اور آپ کی رازدار بنیں، اور جب نبی کریم ﷺ کا خوف وہراس انتہائی شدید ہو جائے اور ہر طرف سے گھٹاٹوپ تاریکی آگھیرے، تو آپ ﷺ ان کے جلو میں پناہ لیں، اور ان سے آپ ﷺ کو تعاون ملے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اللہ کی قسم! خدیجہ اس وقت مجھ پر ایمان لے آئیں جب لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی، مجھے پناہ دی جب لوگوں نے مجھے پناہ دینے سے انکار کردیا، اور میری تصدیق کی جب لوگوں نے میری تکذیب کی۔[۱]

[۱] "الطبرانی فی الکبیر" (۱۳/۲۳) "الاستیعاب" لِابن عبد البر (۱۸۴۲/۴)

ایک بار آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک بات کے جواب میں کہا: اللہ نے مجھے خدیجہ سے بہتر بیوی نہیں دی ہے، وہ تو اس وقت مجھ پر ایمان لائی جب لوگوں نے انکار کیا، میری تصدیق کی جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا، اور اپنے مال کے ذریعہ میری دلدہی کی جب لوگوں نے مجھے محروم کیا، اور اللہ نے مجھے اس کے بطن سے اولاد دی جب دوسری عورتوں کے بطن سے پیدا شدہ اولاد سے مجھے محروم رکھا۔[۱]

رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیثیں سچی اور صریح دلیل ہیں کہ آپ ﷺ کا خدیجہ سے شادی کا مقصدِ اول ہرگز جنسی خواہش کی تکمیل نہیں تھی، جیسا کہ میں ابھی اوپر لکھ آیا ہوں، بلکہ اس کے پیچھے بلند دعوتی اَغراض اور عظیم اسلامی مقاصد تھے، اور مقصدِ اول توحیدِ خالص اور دینِ اسلام کی طرف دعوت کی تقویت تھی۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا جب وفات پا گئیں تو آپ کی پھوپھیوں اور دیگر رشتہ داروں نے جو مشرکوں کی شدید عداوت اور ان کے بغض وسازش کے سبب آپ کی حالت پر ترس کھاتے تھے، سوچا کہ آپ ﷺ کو دوسری شادی کر لینی چاہئے جو آپ کا خیال کرے اور آپ کی دلدہی کرتی رہے، اور ہجومِ غم واَلم کے وقت جس کے پاس آپ تھوڑی دیر سکون حاصل کریں، جیسا کہ خدیجہ کا آپ ﷺ کے ساتھ معاملہ تھا۔ چنانچہ سب نے مل کر ایک بیوہ عورت کا انتخاب کیا جن کا شوہر بحیثیت مسلمان مہاجر حبشہ میں وفات پا گیا تھا ان کا نام سودہ بنت زمعہ قرشیہ تھا۔ انہیں بھی ایک شوہر کی ضرورت تھی جن کے پاس وہ پناہ لیتیں اور سکون حاصل کرتیں۔

انہی جیسے بلند مقاصد نبی کریم ﷺ کی تمام اُمہات المؤمنین کے ساتھ شادی کے پیچھے کارفرما تھے۔ ذیل میں ان مخصوص اسباب اور حکمتوں کو اختصار کے ساتھ پیش کرتا ہوں:

---

[۱] مسند احمد (۶/۱۱۷-۱۱۸) والطبرانی فی الکبیر (۲۳/۱۳)

① عربوں کی عادتِ حسنہ تھی کہ وہ ازدواجی رشتوں کا بڑا پاس ولحاظ رکھتے تھے، اور سسرالیوں کی مخالفت اور دشمنی کو گالی اور عار سمجھا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے دینِ اسلام کی بہتری کے لئے اس قبائلی عادت سے استفادہ کرنا چاہا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے عائشہ بنت ابو بکر اور حفصہ بنت عمر سے شادی کی، اور فاطمہ کی شادی علی بن ابی طالب سے کی، اور اپنی بیٹی رقیہ اور ان کے انتقال کے بعد اپنی بیٹی اُمّ کلثوم کی شادی عثمان سے اسی نقطۂ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے کی، تاکہ آپ ﷺ کا رشتہ ان چاروں کبارِ صحابہ سے ہمیشہ کے لئے استوار ہو جائے جن کا اخلاص اور اسلام کے لئے فدائیت اسلام کے روزِ اول سے مشہور تھی۔

اُمّ سلمہ سے بھی آپ ﷺ نے شادی شاید انہی مقاصد عظمیٰ کو مدّ نظر رکھتے ہوئے کی تھی، اس لئے کہ وہ قبیلۂ مخزوم کی تھیں جن سے تعلق خالد بن ولید اور ابو جہل کا تھا۔

اُمّ حبیبہ سے آپ ﷺ کی شادی کا مقصدِ اول غالباً یہی کچھ تھا۔ اس لئے کہ وہ ابو سفیان کی بیٹی تھیں جو اللہ اور اس کے رسول کا بدترین دشمن تھا، اور جب اس کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی بیٹی اُمّ حبیبہ سے شادی کرلی ہے تو اس کی عداوت کی آگ دھیمی پڑ گئی۔

اور بنی مصطلق کی جویریہ جن سے رسول اللہ ﷺ نے انہیں آزاد کرنے کے بعد شادی کرلی، اللہ کی مشیت کے بعد بنی مصطلق کو اسلام سے قریب کرنے کی بڑی سبب بنیں، اس لئے کہ صحابہ کرام نے جب سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی ایک لڑکی سے شادی کرلی ہے تو بنی مصطلق کے تقریباً سو گھروں کے افراد کو آزاد کر دیا جو غزوۂ بنی مصطلق کے بعد گرفتار ہو گئے تھے۔ اور اس طرح نبی کریم ﷺ اور دینِ اسلام کی محبت تمام بنی مصطلق کے دلوں میں گھر کر گئی۔

① نبی کریم ﷺ نے اُمّ حبیبہ، اُمّ سلمہ، میمونہ اور زینب اُمّ المساکین جیسی بیوائوں سے شادی اس لئے کی تاکہ انہیں اپنے سایۂ عاطفت میں جگہ دیں، ان کے آنسو پونچھیں، اور ان کی دیکھ بھال کریں۔

اسی طرح آپ ﷺ نے صفیہ اور جویریہ رضی اللہ عنہما سے اس لئے شادی کی کہ ان کے آنسو پونچھیں، ان کے شوہروں کی وفات سے انہیں جو غم لاحق ہوا تھا اس کا مداوا کریں۔ حُیَیّ بن اخطب (صفیہ کا باپ) اس لئے قتل کیا گیا تھا کہ وہ سرزمین پر اسلام اور مسلمانوں کا بدترین دشمن اور اللہ کی نگاہ میں اکابر مجرمین میں سے تھا۔

③ زینب بنت جحش جو آپ ﷺ کی پھوپھی اُمَیمہ بنت عبد المطلب کی بیٹی تھیں، ان سے آپ ﷺ نے شادی اس لئے کی کہ عہدِ جاہلیت میں منہ بولا بیٹا بنانے کی عادت کا خاتمہ کیا جائے۔ اس لئے کہ عہدِ جاہلیت میں عربوں کے نزدیک منہ بولے بیٹے کو صُلبی بیٹے کی طرح تمام حُرمتیں اور حقوق حاصل ہوتے تھے، دونوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں ہوتی تھی۔ انہی حُرمتوں میں سے متبنّی کی بیوی سے شادی کی حرمت تھی، اور یہ نظریہ لوگوں کے دلوں میں ایسا جڑ پکڑ چکا تھا کہ اس کا بدلنا آسان نہ تھا۔ جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس فاسد اور قبیح عادت کا ابطال کرنا چاہا اس لئے کہ یہ اسلام کے ان اصول و مبادی کے مخالف تھا جنہیں شریعت اسلامیہ نے نکاح و طلاق اور میراث کے سلسلہ میں مسلمان خاندانوں کے حفظ و بقاء کے لئے مقرر کر دیا ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین ﷺ کو حکم دیا کہ وہ زینب بنت جحش سے شادی کر لیں جنہیں ان کے شوہر زید بن حارثہ نے طلاق دے دی تھی جو اسلام آنے سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے منہ بولے بیٹا تھے۔ رسول اللہ ﷺ پر یہ امرِ الٰہی شاق گزرا (حالانکہ وہ پہلے سے بذریعہ وحی واقف تھے کہ یہ

شادی ہو کر رہے گی) اس لئے کہ آپ ﷺ بشری مزاج کے مطابق ڈرتے تھے کہ منافقین اور مشرکینِ یہود اس خبر کو لے اڑیں گے، اور لوگوں میں خوب پھیلائیں گے کہ محمد نے اپنے متبنّٰی کی بیوی سے شادی کرلی ہے، اور یہ کہ وہ پہلے سے ہی اس عورت پر ریجھا ہوا تھا، اور یہ کہ محمد نے ہی زینب کو زید کی نافرمانی پر اکسایا تھا تاکہ وہ مجبور ہو کر اسے طلاق دے دے، اور اس سے شادی کرنے کیلئے فضا ہموار ہو جائے اور ان باتوں سے آپ کی دعوت اور نیک شہرت کو نقصان پہنچے گا۔

لیکن رسول اللہ ﷺ کے اختیار میں اللہ کی طاعت و بندگی کے سوا کچھ بھی نہ تھا، اللہ نے آپ ﷺ پر یہ شادی واجب کر دی تھی، بلکہ اللہ نے خود ہی آپ ﷺ کی شادی زینب سے سات آسمانوں کے اوپر کر دی تاکہ عربوں کی سوسائٹی سے اس جاہلی عادت کا خاتمہ ہو، جس کے سبب اصحابِ حقوق ورثہ محروم ہو جاتے تھے اور متبنّٰی وارث بن بیٹھتا تھا، اور آدمی ایک ایسی عورت کو اپنے نکاح میں نہیں لا سکتا تھا جو اس کے لئے حلال تھی اس زعمِ باطل کے سبب کہ یہ تو اس کے متبنّٰی کی بیوی رہ چکی ہے۔

اس حقیقت کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیتِ کریمہ میں فرمائی ہے:

﴿ وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَ اتَّقِ اللّٰهَ وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ ۚ وَ اللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآىٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾ مَا كَانَ عَلَى النَّبِیِّ مِنْ حَرَجٍ فِیْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ ﴾

"اور جب آپ اس شخص سے کہتے تھے جس پر اللہ نے احسان کیا اور آپ نے بھی اس پر احسان کیا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس ہی رکھو، اور اللہ سے ڈرو، اور آپ اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ ظاہر کرنا چاہتا تھا، اور آپ لوگوں سے خائف تھے، حالانکہ اللہ زیادہ حقدار تھا کہ آپ اس سے

ڈرتے، پس جب زید نے اس سے اپنی ضرورت پوری کرلی، تو ہم نے اس سے آپ کی شادی کردی، تاکہ مومنوں کے لئے ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے شادی کرنے میں کوئی حرج باقی نہ رہے، جب وہ منہ بولے بیٹے ان بیویوں سے اپنی ضرورت پوری کرلیں، اور اللہ کے فیصلے کو بہر حال ہونا ہی تھا، نبی کے لئے اس کام کو کر گزرنے میں کوئی حرج نہیں جسے اللہ نے ان کے لئے ضروری قرار دیا ہے"۔(الأحزاب:۳۷-۳۸)

اس شادی کے ذریعہ صحابہ کرام اور ان کے علاوہ منافقین اور مشرکین ویہود کے لئے یہ بات واضح ہوگئی کہ کسی کو بیٹا بنالینے سے اسلام کے احکام نہیں بدل جاتے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے اتنی بیویاں حلال کی ہیں جو دیگر مسلمانوں کے لئے حلال نہیں کی گئی ہیں، ان اغراض اور حکمتوں کے سبب جن میں بعض کا اوپر ذکر ہوا ہے۔

④ نبی کریم ﷺ کے لئے تعددِ ازواج کو حلال کرنے کے اہم مقاصد میں سے یہ بھی تھا کہ یہ بیویاں نبی کے گھر میں داخل ہو کر اسلامی عقیدہ اور شریعتِ اسلامیہ کا علم حاصل کریں تاکہ ان کے ذریعہ وہ علوم امت میں پھیلیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ عقلمند اور صالحہ مسلمان عورتوں کی ایک جماعت نبی کے گھر میں داخل ہو تاکہ نبی کریم ﷺ ان کی تربیت کریں، انہیں اسلامی شرائع اور احکام کی تعلیم دیں، ان کا تزکیہ کریں اور وہ مدرسۂ رسول ﷺ سے فارغ ہو کر مسلمان عورتوں اور دیگر صحابہ کرام کو وہ احکام ومسائل سکھائیں جن کا تعلق عورتوں سے ہے، انہیں نبی کریم ﷺ کے نجی سلوک وبرتاؤ کی باتیں بتائیں، انہیں بتائیں کہ آپ ﷺ اپنی بیگمات، بچیوں، نواسوں اور نوکروں چاکروں سے کیسا معاملہ کرتے تھے، نیز بہت سے ایسے احکام ومسائل جنہیں بیویوں کے سوا کوئی نہیں جان سکتا تھا۔

یہ اُمہات المؤمنین مسجدِ نبوی کے جوار میں اپنے چھوٹے کمروں میں رہتی تھیں، پانچوں نمازوں کی اذانیں سنتی تھیں، صحابہ کرام کو آتے جاتے دیکھتی تھیں، جو نبی کریم ﷺ کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے، آپ ﷺ کی حدیثیں سنتی تھیں، اور اپنے گھروں میں اسلامی تعلیمات کا بالعموم اور عورتوں سے متعلق تعلیمات کا بالخصوص علم حاصل کرتی تھیں۔

اس طرح ان اُمہات المؤمنین کی دعوت الی اللہ کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کے لئے تربیت ہوتی رہی اور تبلیغِ دین اور مسلمان مردوں اور عورتوں کو ان کے دین کی تعلیم دینے کی اہلیت ان میں پیدا ہوتی رہی۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوات اور جنگی اسفار میں جاتی رہیں۔ وہاں یہ اللہ کی نیک بندیاں زخمیوں کا علاج کرتیں، مریضوں کی تیمارداری کرتیں، بھلائی کا سب کو حکم دیتیں، اور پریشانی کے وقت مجاہدین کی ڈھارس بندھاتیں۔

مختصر یہ کہ دین کا تقریباً ایک تہائی حصہ ان اُمہات المؤمنین کے ذریعہ محفوظ ہوا جس کا تعلق بالخصوص نبی کریم ﷺ کی خانگی اور ازواجی زندگی سے تھا۔ صحابہ کرام کو یہ علم انہیں مؤمنات صالحات کے ذریعہ حاصل ہوا۔

ان میں خاص طور پر اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا کا مقام عالی ہے، جو غایت درجہ ذہین وفطین تھیں۔ انہوں نے اسلام کی بہت ساری تعلیمات کو اپنے حافظہ میں محفوظ کر لیا، چنانچہ ان سے مروی احادیث کی تعداد دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) تک پہنچتی ہیں۔

اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی احادیث کی تعداد تین سو اٹھتّر (۳۷۸) ہے۔ اور میمونہ رضی اللہ عنہا نے چھہتّر (۷۶) حدیثیں روایت کی ہیں، اور اُمّ حبیبہ نے پینسٹھ (۶۵) اور حفصہ بنت عمر نے ساٹھ (۶۰) اور زینب بنت جحش نے نو (۹) حدیثیں روایت کی ہیں، اور صفیہ نے دس (۱۰) اور تقریباً یہی بات دیگر ازواجِ

مطہرات کی بھی تھی۔ اور ان حدیثوں کی حیثیت احکام و شرائعِ اسلام اور عقیدہ و مبادیٔ اسلامیہ کی تعلیم کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی تھی۔

حافظ ذہبی عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں لکھتے ہیں: عائشہ اکابرِ فقہائے صحابہ میں سے تھیں، فقہائے صحابہ بسااوقات ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ قبیصہ بن ذؤیب کہتے ہیں: عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سب سے زیادہ علم تھا، اکابر صحابہ ان سے پوچھتے تھے۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم صحابۂ رسول اللہ کو جب بھی کسی حدیث کے سلسلے میں کوئی مشکل پیش آتی تو عائشہ کی طرف رجوع کرتے اور ان کے پاس اس کے بارے میں ضرور علم ہوتا جس سے وہ ہمیں مستفید کرتیں۔ حسّان کہتے ہیں: میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کے پاس قرآن کا علم، احکامِ شرعیہ اور حلال و حرام کا علم، اور شعر و روایاتِ عرب اور نسب کا علم نہیں پایا۔[۱]

⑤ تعدّدِ ازواجِ رسول اللہ ﷺ کی ایک اور بہت بڑی حکمت ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے: رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سارے عالم کے لئے بشیر ونذیر بنا کر مبعوث فرمایا تھا، آپ ﷺ ایک ایسے عہد میں مبعوث ہوئے تھے جس میں انسانیت خودکشی کی راہ پر تیزی کے ساتھ آگے بڑھی جارہی تھی۔ انسان اپنے خالق کو فراموش کر چکا تھا، اور اپنے آپ سے اور اپنے انجام سے بے خبر ہو چکا تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا تاکہ آپ تاریکی کا خاتمہ کردیں اور دنیا کو نور و ہدایت سے بھر دیں، اور توحیدِ خالص اور دینِ اسلام کی تعلیمات کو چہار دانگِ عالم میں پہنچائیں، تاکہ بھٹکی ہوئی انسانیت اپنے خالق کی طرف رجوع کرے، اور آدم کے بیٹے اللہ کے نیک بندے بن کر دنیا کو بھلائی اور نیکی کے ذریعہ آباد کریں۔

---

[۱] دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ، حافظ ذہبی: (ج/ ص/ ۲۷-۲۸)

اور چونکہ نبی کریم ﷺ آخری نبی تھے، اور دینِ اسلام اللہ کا آخری دین، اس لئے آپ ﷺ رہتی دنیا تک کے لئے نمونہ تھے تاکہ ابن آدم کو کسی دوسرے رہنما اور مُصلح کی ضرورت نہ پڑے، اور ضروری تھا کہ آپ ﷺ کے آئیڈیل اور نمونہ ہونے کی شہادت وہ لوگ دیں جن کا آپ ﷺ سے گہرا ربط و تعلق تھا۔ اور بیوی سے زیادہ کسی کا بھی گہرا ربط و تعلق نہیں ہوتا۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیٔ خاتم کے لئے چار سے زیادہ بیویوں کی اجازت دی، اور ان بیویوں کو نبی کے گھر میں داخل کردیا تاکہ یہ نہایت قریب سے آپ ﷺ کی نجی اور خانگی زندگی کو دیکھیں، اور آپ ﷺ کے لئے کرم نوازی، شرافت نفسی، رأفت ورحمت، اپنے رب کی جناب میں غایت درجہ خشوع و خضوع، رِقت وعبادت اور تذلّل و تضرع اور راتوں کو اٹھ کر اپنے خالق کے حضور گڑگڑانے کی گواہی دیں۔

اور یہ لکھنا بھول نہ جاؤں کہ اکثر اُمہات المؤمنین نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد زندہ رہیں، بعض کچھ سالوں کے لئے اور بعض بہت سالوں کیلئے۔ ان سبھوں نے زہد و تقویٰ، صبر وشیکبائی، قناعت و کفایت شعاری کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے لئے غایت درجہ اخلاص و وفاداری کی زندگی گزاری، ان میں سے کسی کی زبان سے رسول اللہ ﷺ کے خلاف کوئی ادنیٰ سا بُرا کلمہ نہ نکلا، بلکہ ان میں سے جس سے بھی کبھی آپ ﷺ کے بارے میں کوئی سوال کیا گیا تو انہوں نے آپ ﷺ کے لئے ہر خیر اور ہر بھلائی کی گواہی دی، اور آپ کی غایتِ تعظیم و محبت میں ان کا سر جھکا رہا۔

نبی کریم ﷺ کی بیگمات کی طرف سے آپ ﷺ کی عظمتوں اور ہزار خوبیوں کی یہ گواہیاں یقیناً آپ کی عظمت وبلندی کی شاہدِ عدل تھیں، اس لئے کہ انسان چاہے جتنی بھی کوشش کرے، ممکن نہیں کہ اپنے عیوب، بدسلوکیوں، بداخلاقیوں اور بداعمالیوں کو اپنی بیوی سے چھپا سکے۔

یہ گواہیاں ان اُمہات المؤمنین کی ہیں جو آپ ﷺ کے لئے لباس کی حیثیت رکھتی تھیں، ان سب نے گھر میں نبی کریم ﷺ کی عالی ظرفی، خُلقِ حسن، رقّتِ طبع اور رأفت ورحمت کی گواہی دی۔ ذیل میں ان گواہیوں سے متعلق کچھ روایات وواقعات سنئے:

① عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ کیا کرتے تھے؟ کہا: اپنے گھر والوں کی خدمت ومدد میں لگے رہتے تھے، اور جب نماز کا وقت آتا تو نماز کے لئے مسجد میں تشریف لے جاتے۔ [۱]

② عائشہ ایک دوسری حدیث میں کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنا جوتا گانٹھتے تھے، اپنا کپڑا سیتے تھے، جس طرح تم لوگ اپنے گھروں میں کرتے ہو۔ [۲]

نیز کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے لئے بہتر ہے، اور میں تم سب سے زیادہ بہتر ہوں اپنے اہل وعیال کے لئے۔ [۳] عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو کہا: آپ کا خُلقِ کریم قرآن تھا۔ [۴] سبحان اللہ کیسی عظیم گواہی ہے یہ، اور کیسی فصیح وبلیغ تعبیر ہے کہ نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی قرآنِ کریم کی تفسیر اور شریعتِ اسلامیہ کی تشریح تھی، اور آپ کا باطن ظاہر کے بالکل مطابق تھا۔

---

[۱] بخاری، باب الصلاۃ، حدیث: (۶۷۶، ۶۰۳۹، ۵۳۶۳)

[۲] مصنف عبدالرزاق، حدیث: (۲۰۴۹۲)

[۳] الترمذی، المناقب (۳۸۹۵)

[۴] مسلم، باب صلاۃ اللیل (۷۴۶)، نسائی، باب قیام اللیل (۱۶۰۱)

③ بخاری ومسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ کچھ دیہاتی عرب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا: کیا آپ لوگ اپنے بچوں کو چومتے ہیں؟ صحابہ نے کہا: ہاں، دیہاتیوں نے کہا: ہم تو اللہ کی قسم! اپنے بچوں کو نہیں چومتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ نے تمہارے دلوں سے رحمت نکال دی ہے تو ہم کچھ نہیں کر سکتے۔[۱]

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے کہا: میں جانتا ہوں جب تم راضی رہتی ہو، اور جب ناراض رہتی ہو۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: آپ کیسے جان جاتے ہیں؟ فرمایا: جب تم راضی رہتی ہو تو کہتی ہو: ربِّ محمد کی قسم! اور جب ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو: ربِّ ابراہیم کی قسم! عائشہ نے کہا: ہاں، اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! میں صرف آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں۔[۲]

④ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں اور رسول اللہ ﷺ ایک برتن سے نہاتے تھے، اور آپ ﷺ ایسا میرے سوا کسی بیوی کے ساتھ نہیں کرتے تھے۔

⑤ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے تھے درانحالیکہ میں آپ کے سامنے سوئی رہتی تھی، ایسا آپ ﷺ میرے سوا کسی بیوی کے ساتھ نہیں کرتے تھے۔

⑥ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: اللہ تعالیٰ نے جب آپ ﷺ کی روح کو قبض کیا تو آپ ﷺ میرے پہلو اور میری گردن کے درمیان تھے۔[۳]

---

[۱] بخاری، کتاب الأدب (۵۹۹۸)، مسلم، کتاب الفضائل (۶۴/۲۳۱۷)

[۲] مسلم، باب فضل عائشہ (۲۴۳۹)

[۳] ”طبقات ابن سعد“ (۸/۶۳-۶۴)

⑦ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے ایک دن رسول اللہ ﷺ کو خوش طبع دیکھا تو کہا: اے اللہ کے رسول! میرے لئے دعا کر دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! عائشہ کے اگلے اور پچھلے، اور پوشیدہ اور ظاہر سب گناہ معاف کر دیجئے۔ عائشہ ہنسنے لگیں یہاں تک کہ مارے ہنسی کے ان کا سر ان کی گود میں جھک گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تمہیں میری دعا اچھی لگی؟ انہوں نے کہا: آپ کی دعا مجھے کیوں نہیں اچھی لگے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم! ہر نماز میں اپنی امت کے لئے میری یہی دعا ہوتی ہے۔ [۱]

⑧ نیز کہتی ہیں: عید کے دن کچھ سوڈانی لوگ ڈھال اور نیزہ سے مسجد نبوی میں کھیل رہے تھے، تو شاید میں نے رسول اللہ ﷺ سے طلب کیا، یا خود آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے کہا: ہاں، تو آپ ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑی کر لیا، میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا، اور آپ ﷺ نے کہا: اے بنی ارفدہ! اب کھیلو، اور جب میرا جی بھر گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اب کافی ہو گیا؟ میں نے کہا: ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ۔ [۲]

⑨ ابوسفیان بن حرب مدینۃ الرسول آیا تاکہ صلح حدیبیہ کی مدت میں اس کے لئے توسیع کر دی جائے، لیکن رسول اللہ ﷺ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ تو وہ اپنی بیٹی اُمّ حبیبہ کے پاس گیا، اور رسول اللہ ﷺ کے بستر پر بیٹھنا چاہا، اُمّ حبیبہ نے فوراً بستر کو لپیٹ دیا، ابوسفیان نے کہا: اے بیٹی! تم نے اس بستر کو میرے لائق نہیں سمجھا، یا مجھے اس بستر کے لائق نہیں سمجھا؟ اُمّ حبیبہ

---

[۱] "کشف الأستار للبزار" (۳/۲۳۸-۲۳۹)

[۲] مسلم، کتاب صلاۃ العیدین (۱۹/۸۹۲)

نے کہا: بلکہ یہ رسول اللہ ﷺ کا بستر ہے، اور آپ ایک ناپاک اور مشرک آدمی ہیں۔ ابو سفیان نے کہا: اے بیٹی! میرے بعد تمہیں کوئی بُری شئے لاحق ہو گئی ہے۔ [۱]

⑩ صفیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کے ساتھ حج کیا، راستہ میں ایک جگہ میرا اونٹ تھک کر بیٹھ گیا، تو میں رونے لگی، نبی کریم ﷺ میرے پاس آئے اور اپنی چادر اور ہاتھ سے میرا آنسو پونچھنے لگے، میں اور رونے لگی، اور مجھے منع کرنے لگے، جب میں زیادہ رونے لگی تو آپ ﷺ نے مجھے ڈانٹ پلائی۔ [۲]

⑪ ترمذی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: صفیہ کو خبر ملی کہ حفصہ نے انہیں ''یہودی کی بیٹی'' کہا ہے، تو وہ رونے لگیں، رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئے تو وہ رو رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیوں رو رہی ہو؟ انہوں نے بتایا کہ مجھے حفصہ نے ''یہودی کی بیٹی'' کہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم تو نبی کی بیٹی ہو، اور تمہارے چچا نبی تھے، اور تم نبی کی بیوی ہو، پھر کس چیز پر وہ تمہارے سامنے فخر کرتی ہے؟ آپ ﷺ نے پھر کہا: حفصہ تم اللہ سے ڈرو۔ [۳]

⑫ صفیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے ملنے کے لئے آئیں جب آپ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں مسجد میں حالتِ اعتکاف میں تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ ایک گھنٹہ تک گفتگو کی، پھر واپس جانے لگیں، تو رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر ان کو رخصت کیا۔ [۴]

---

[۱] ''صفۃ الصفوۃ'' (۲/۴۶)، ''طبقات ابن سعد'' (۸/۹۹-۱۰۰)

[۲] ''اسد الغابۃ'' (۷/۱۷۰)

[۳] ترمذی، المناقب (۳۸۹۱)، و مسند احمد (۲/۱۳۵-۱۳۶)

[۴] بخاری، کتاب الاعتکاف (۱۹۳۵)

⑬ جس بیماری میں رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی، آپ ﷺ کے پاس آپ کی بیویاں جمع تھیں۔ صفیہ نے کہا: اللہ کی قسم، اے اللہ کے نبی! کاش آپ کی بیماری مجھ میں منتقل ہو جاتی، تو دوسری اُمہات المؤمنین نے انہیں ٹھونکے لگا کر ایسی بات کرنے سے منع کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایسا کرتے دیکھ لیا اور فرمایا: تم سب کُلّی کر کے اپنے منہ صاف کرلو۔ انہوں نے پوچھا: کس چیز سے ہم کلی کریں اے اللہ کے رسول؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو بات تم نے صفیہ کے بارے میں کہی ہے اس سے، اللہ کی قسم، صفیہ سچی ہے۔[۱]

کتبِ احادیث کا مطالعہ کرنے سے اُمہات المؤمنین اور بالخصوص عائشہ کے ذریعہ مروی بہت سی احادیث میں اس بات کا ذکر ملتا ہے کہ نبی کریم ﷺ تہجد کے علاوہ تمام نوافل کا ان کے گھروں میں کتنا زیادہ اہتمام کرتے تھے، اور تہجد کی نماز کبھی طویل ہوتی اور کبھی مختصر، اور ان نمازوں میں آپ ﷺ اللہ کے حضور ابتہال کرتے اور گڑگڑاتے تھے، اور رات کی نمازوں میں اتنا طویل قیام کرتے تھے کہ آپ کے دونوں پاؤں پھٹ جاتے تھے۔ یہ سب دیکھ کر ایک بار عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں، آپ کے تو اگلے اور پچھلے سب گناہ اللہ نے معاف کر دیئے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟![۲]

⑭ اسی نبوی تربیت اور اُمہات المؤمنین کے ساتھ آپ ﷺ کی نرمی اور محبت وشفقت کا اثر تھا کہ سب نے بغیر کسی ادنٰی تردد وتاخیر کے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا، جب اللہ نے انہیں

---

[۱] "طبقات ابن سعد" (۷/۷۴۱)

[۲] بخاری، کتاب التفسیر (۴۸۳۷)، مسلم، الجنة والنار (۲۸۲۰)

اختیار دیا کہ وہ دنیا اور اس کی خوش رنگیوں اور اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کی خوشیوں میں سے کسی ایک کو اختیار کریں۔

چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے سورۂ احزاب کی اس سلسلہ کی دونوں مندرجہ ذیل آیتیں پڑھیں:

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿٢٨﴾ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾

"اے میرے نبی! آپ اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں دنیا کی زندگی اور اس کی خوش رنگیاں چاہیئے، تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دوں اور خوش اسلوبی کے ساتھ تمہیں رخصت کر دوں۔ اور اگر تمہیں اللہ اور اس کا رسول چاہیئے، اور آخرت کی بھلائی چاہیئے، تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیک عمل کرنے والیوں کے لئے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے"۔(الأحزاب:۲۸-۲۹)

اور کہا: جلدی نہ کرو، اور اپنے باپ ماں سے مشورہ کر لو، تو عائشہ نے کہا:

کیا میں اس بارے میں اپنے باپ ماں سے مشورہ کروں؟ میں اللہ اور اس کے رسول اور دارِ آخرت کو اختیار کرتی ہوں۔ اور عائشہ کے بعد دیگر تمام بیویوں نے بھی یہی موقف اختیار کیا۔ رضی اللہ عنهن جمیعاً۔[۱]

---

[۱] بخاری، کتاب التفسیر (۴۷۸۵، ۴۷۸۶)، مسلم (۱۴۷۵)

اہلِ مغرب کا بیمار فکر اور سیرتِ نبوی ﷺ

تعدّدِ ازواج نبوی کے جو معقول اسباب اور اونچے اغراض و مقاصد اب تک بیان کئے گئے ان سب کا ادراک تمام صحابہ کرام نے کیا اور پورے طور پر مطمئن ہوئے۔ اُمہات المؤمنین بھی ان اسباب اور حکمتوں کی قائل ہوئیں جب ہی تو ان میں سے کئی نے رسول اللہ ﷺ کی پہلے سے متعدد بیویاں ہونے کے باوجود اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے لئے ہبہ کر دیا، اور شدید تنگیٔ رزق اور ہزار دنیاوی پریشانیوں کے باوجود آپ ﷺ کے سایۂ عاطفت میں خوشی اور رضا مندی کے ساتھ زندگی گزارتی رہیں۔ اور کبھی ان میں سے کسی کے لب پر حرفِ شکایت نہیں آیا۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی نرم روٹی کھائی یہاں تک کہ اللہ سے جا ملے، اور نہ پوری بھُنی ہوئی بکری کبھی دیکھی، اور عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ہم تین چاند دیکھ لیتے تھے اور دو ماہ گزر جاتے تھے، اور رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں چولہا نہیں جلایا جاتا تھا۔ عُروہ نے پوچھا: کون سی چیز تم لوگوں کو زندہ رکھتی تھی؟ انہوں نے کہا: کھجور اور پانی۔[۱]

عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: محمد کے گھرانے والے مسلسل دو دن تک جَو کی روٹی کھا کر آسودہ نہیں ہوئے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ دنیا سے اٹھا لئے گئے۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: رسول اللہ اور آپ ﷺ کی بیویاں کئی کئی راتیں رات کا کھانا کھائے بغیر سو جاتی تھیں۔ اور ان کی روٹی اکثر جَو کی ہوتی تھی۔

---

[۱] بخاری، کتاب الرقاق (۶۴۵۷-۶۴۵۹)

اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے پاس کھجور لائی جاتی تھی، تو میں آپ ﷺ کو اس میں سے کھاتے ہوئے دیکھتا تھا، درانحالیکہ آپ ﷺ بھوک کی وجہ سے پیچھے کسی چیز سے ٹیک لگائے ہوتے تھے۔ [۱]

اور تعددِ ازواج کو فطرتِ سلیم اور اُس دور کا عربی سماج بخوشی قبول کرتا تھا، اور جیسا کہ ابھی اوپر بیان کیا گیا سوسائٹی کے اخلاقی تقاضے بھی یہی تھے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس کی اجازت دی۔ اس میں کسی قسم کی کوئی قباحت وشناعت نہیں تھی، نہ اخلاقی اعتبار سے، اور نہ ہی مسلم سوسائٹی کی مصلحتوں کی رُو سے، نہ کسی صحابی نے اس پر کوئی اعتراض کیا، نہ محدثین کرام اور ائمۂ عظام نے۔ گویا پوری امتِ مسلمہ نے اللہ کی طرف سے ایک حکمِ شرعی سمجھ کر اسے قبول کیا جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص تھا، اور جس کے اَن گنت فوائد ومنافع تھے جن کا تفصیل کے ساتھ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

لیکن یہود ونصاریٰ کو بالعموم اور ان کے کینہ پرور مستشرقین کو بالخصوص اس امر الٰہی میں بہت سے کیڑے نظر آنے لگے، اور اسلام اور نبیٔ اسلام کے خلاف اپنے اپنے گھٹیا اغراض ومقاصد کو پورا کرنے کے لئے بلادِ عربیہ کی اجتماعی زندگی اور شریعتِ اسلامیہ کے عائلی قوانین کو فسق وفجور اور زنا کے مرض میں مبتلا اپنے ذہنی افکار ومیزان سے تولنے لگے، اور دین اسلام کے احکامِ نکاح وطلاق کے بارے میں اپنے آراء وافکار سے امتِ مسلمہ کو نوازنے لگے، جن کی ہر چند مسلمانوں کو کوئی

---

[۱] دیکھئے: "مختصر الشمائل المحمدیہ" (۸۶-۸۷) یہ تمام حدیثیں صحیح ہیں، اور صحیحین اور دیگر کتبِ احادیث میں مروی ہیں۔

ضرورت نہیں اور نبی کریم ﷺ کے تعددِ ازواج پر زبان درازی کرنے لگے تاکہ مغرب زدہ لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات ڈالیں کہ دینِ اسلام کے نبی کریم ﷺ پیغام الٰہی کی ذمہ داری اٹھانے کے اہل نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ ایسی فکرِ کافری کے ساتھ دراز زبانوں کو ہمیشہ کے لئے گنگ کر دے۔

اہل مغرب کے لئے یہ چیز باعث ننگ وعار ہے کہ اخلاقی جرائم اور جنسی بے راہ رویوں اور انارکیوں سے بھرے ممالک میں رہنے والے خود تو فسق وفجور اور زناکاریوں کے سیلاب میں غلطاں وپیچاں ہیں، اور اپنے ان گندے ساجوں کی اصلاح کی بات نہ کر کے اپنی گندی زبانوں سے رسولِ ہاشمی فداہ ابی وامی اور پاکیزہ صفات اُمہات المؤمنین کے نام لیتے ہیں اور ان پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

زنا اہل مغرب کی زندگی کا ایک لازمی حصہ بن چکا ہے، ان کی فطرت مسخ ہو چکی ہے، ان کی زندگی سے خیر کے تمام نشانات مٹ چکے ہیں، وہ بندروں اور سُوروں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہیں، اور اللہ کے خلاف اظہارِ جرأت کرتے ہیں کبھی قرآن کریم میں شبہات پیدا کرتے ہیں تو کبھی نبی کریم ﷺ کی روشن وتابناک اور بے داغ زندگی پر جھوٹی تہمتیں لگاتے ہیں۔ سچ ہے، جو ایمان کی دولت سے محروم ہوتا ہے، اس کے لئے ہر گناہ ہلکا اور آسان ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ دن دور نہیں جب انہیں اللہ کا عذاب اپنی گرفت میں لے لے گا۔ وباللہ التوفیق.

إن الله على كل شيء قدير

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ
✪ تمہید	۵
... اُمُّ المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ...	
❀ اُمُّ المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	۹
نام ونسب	۹
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعارف	۹
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شام کا پہلا سفر	۱۱
خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجارت کے لئے راضی کرتی ہیں	۱۴
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شادی	۱۷
خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مہر	۱۸
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نسب سے ملتا ہے	۱۸
خدیجہ رضی اللہ عنہا کا شجرۂ نسب	۱۹
دعوتِ ولیمہ اور ابو طالب وورقہ بن نوفل کی تقریریں	۲۰
خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشے	۲۱
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انوکھا تحفہ :	
زید بن حارثہ	۲۳
ورقہ بن نوفل خدیجہ رضی اللہ عنہا کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی خوشخبری دیتے ہیں	۲۵
خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں خانۂ کعبہ کی ازسرِ نو تعمیر	۲۷
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے اختلاف کا خاتمہ	۳۱
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور خدیجہ کا برتاؤ	۳۴
بعثت نبوی اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کا کردار	۳۶
خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں علی بن ابی طالب اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کی پرورش	۴۴
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ رضی اللہ عنہا کو وضو اور نماز سکھاتے	۴۵

مضامین	صفحہ
رسول اللہ ﷺ، خدیجہ اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما منیٰ میں نماز پڑھتے ہیں	۴۶
اللہ کی راہ میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جاں فشانیاں وقربانیاں	۴۷
یہ رتبۂ بلند	۴۹
خدیجہ رضی اللہ عنہا جنت کی معزز ترین خاتون ہیں	۵۹
جوارِ رحمت میں	۶۱
خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جدائی کا غم اور زمانے کا ظلم وستم	۶۲
خدیجہ رضی اللہ عنہا کا آشیانہ	۶۴
... اُمّ المؤمنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ...	
❁ اُمّ المؤمنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا	۶۷
نام ونسب	۶۷
والدہ کا نام	۶۷
شوہر کے ساتھ حبشہ ہجرت	۶۷
خواب شرمندۂ تعبیر ہوتا ہے	۶۸
رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شادی	۶۹
شوہر کے ساتھ خوش طبعی	۷۰
آپ کی دریادلی	۷۱
رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج	۷۱
زید بن حارثہ کی معیت میں مدینہ ہجرت	۷۳
مدینہ منورہ میں سودہ رضی اللہ عنہا کا کاشانہ	۷۴
اپنی ذات پر محبوب کی محبوبہ کو تقدیم	۷۵
جگر گوشۂ رسول زینب بنت رسول ﷺ کے غسل میت میں	۷۷
سیدہ سودہ کی برکت سے نزول قرآن--- اور انہی کے گھر میں	۷۸
مرویات سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا	۷۹
لغزش اور معذرت	۸۰
رب کے سایۂ رحمت میں	۸۲
... اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ...	
❁ اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا	۸۵
نام ونسب	۸۵
والدہ کا نام	۸۵
رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں	۸۵

مضامین	صفحہ
رخصتی کے وقت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیافت	۹۳
عائشہ رضی اللہ عنہا کا مہر	۹۴
شادی کا مہینہ	۹۵
شادی کے بعد بھی سہیلیوں کے ساتھ کھیل	۹۵
عائشہ رضی اللہ عنہا دنیا و آخرت دونوں جہان میں آپ کی زوجہ ہیں	۹۷
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوڑ	۹۸
صحبت رسالت کے کچھ خاص لمحے	۹۸
لطیفہ	۱۰۲
عائشہ رضی اللہ عنہا سے دیگر اُمہات المؤمنین کی غیرت	۱۰۳
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شدت محبت اور غیرت	۱۰۶
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چہیتی بیوی	۱۱۱
عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت، برکت، عظمتِ شان اور بلند و بالا مقام	۱۱۸
جبریل علیہ السلام کا سلام عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام	۱۲۱
عائشہ رضی اللہ عنہا نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا تھا	۱۲۲
عائشہ رضی اللہ عنہا اور خدمت والدین	۱۲۴
عائشہ رضی اللہ عنہا میدان جہاد میں	۱۲۶
عائشہ رضی اللہ عنہا کا علمی مقام	۱۳۲
علمِ طب اور عائشہ رضی اللہ عنہا	۱۳۵
تقویٰ شعاری، دنیا سے بے زاری اور دریا دلی	۱۳۶
عائشہ رضی اللہ عنہا کی حق گوئی	۱۴۰
عفو و درگذر	۱۴۱
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقام	۱۴۴
عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت	۱۴۶
ذہانت و فصاحت	۱۵۰
آزمائش، عائشہ رضی اللہ عنہا کی ثابت قدمی اور ساتویں آسمان کے اوپر سے ان کی پاک دامنی کی شہادت	۱۵۲
واقعۂ افک کے تعلق سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نازل ہونے والی آیات	۱۵۹
عائشہ رضی اللہ عنہا کا گھر	۱۶۳
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں اور ان کی گود میں ہوئی	۱۶۵

مضامین	صفحہ

آپ رضی اللہ عنہا کی وفات ۱۷۰

خاتمہ اور تنبیہ ۱۷۲

.. اُمُّ المؤمنین حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا ...

اُمُّ المؤمنین حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا ... ۱۷۷

خاندان اور تاریخِ پیدائش ۱۷۷

نام و نسب ۱۷۷

والدہ کا نام ۱۷۷

پہلی شادی ۱۷۸

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی ۱۷۸

دین کی سمجھ اور روایتِ حدیث ۱۸۰

قرآن کریم کی حفاظت اور جمع و ترتیب میں
حفصہ رضی اللہ عنہا کا کردار ۱۸۳

جب حفصہ اور عائشہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں
قرآن نازل ہوا ۱۸۵

شعور کی پختگی اور قوتِ بصیرت ۱۸۷

حفصہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کی غیرت .. ۱۸۹

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طلاق کی خبر ۱۹۱

سخاوت و پرہیز گاری ۱۹۳

آپ رضی اللہ عنہا کی وفات ۱۹۴

... اُمُّ المؤمنین زینب بنت خزیمہ الھلالیۃ رضی اللہ عنہا ...

اُمُّ المؤمنین زینب بنت خزیمہ الھلالیۃ رضی اللہ عنہا ۱۹۷

اسم گرامی ۱۹۷

پہلی شادی ۱۹۷

شادی اور موت ۱۹۹

... اُمُّ المؤمنین اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا ...

اُمُّ المؤمنین اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا ۲۰۳

نام و نسب ۲۰۳

والدہ کا نام ۲۰۳

اسلام پر وارفتگی اور پہلی شادی ۲۰۴

جگر پارے ۲۰۶

شوہر کے ساتھ سوئے مدینہ ہجرت کی کہانی ۲۰۹

مضامین	صفحہ

اُمِّ سلمہ اور حدیث رسول ﷺ ۲۱۲
ابو سلمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت اور فراست ۲۱۵
ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات ۴ھ میں ۲۱۶
ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی جان کنی کے وقت نبی کریم ﷺ کی
تشریف آوری اور دعا ۲۱۷
شوہر کی وفات پر اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا غم ۲۱۸
رسول اللہ ﷺ کا پیغامِ نکاح ۲۱۹
شادی کی بابرکت گھڑی ۲۲۵
رسول اللہ ﷺ کا تحفہ ۲۲۵
رسول اللہ ﷺ کی محبت اور دیگر ازواج
کی غیرت ۲۲۶
صفیہ رضی اللہ عنہا سے اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی غیرت ۲۲۸
حق گوئی و بے باکی ۲۳۰
ذہانت و عقل مندی ۲۳۳
دینی بصیرت اور روایت حدیث ۲۴۰
سخاوت اور بچوں سے محبت ۲۴۱

مضامین	صفحہ

جب اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں قرآن نازل ہوا
اور انہوں نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا ۲۴۲
نبی کریم ﷺ کے ساتھ بعض غزوات
میں شرکت ۲۴۳
آپ رضی اللہ عنہا کی وفات ۲۴۴

... اُمُّ المؤمنین حفصہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ...

❁ اُمُّ المؤمنین حفصہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ۲۴۷
نام و نسب ۲۴۷
والدہ کا نام ۲۴۷
پہلی شادی ۲۴۸
زینب سے شادی کی خواہش کے اظہار سے
نبی کریم ﷺ کا ڈر ۲۵۱
زید اور زینب کے سلسلے میں نزولِ قرآن اور
تبنی کی رسم کا خاتمہ ۲۵۲
نبی کریم ﷺ سے شادی ۲۵۳
ولیمہ اور پردے کے حکم کا نزول ۲۵۷

مضامین	صفحہ
شادی کا سال........................	۲۶۳
شادی کا سال اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی فضیلت کہ ان کی رائے کے مطابق آیتِ حجاب نازل ہوئی .	۲۶۴
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی پر زینب رضی اللہ عنہا کا فخر	۲۶۵
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان کا مقام، ان سے آپ کی محبت اور بعض بیویوں کی ان سے غیرت	۲۶۶
تقویٰ و پرہیز گاری..........................	۲۶۹
اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی چاہت..........	۲۷۲
روایتِ حدیث	۲۷۴
صحابۂ کرام کے نزدیک ان کا مقام، دنیا سے بے رغبتی اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق....	۲۷۵
وفات..................................	۲۷۷

... اُمُّ المومنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا ...

مضامین	صفحہ
❁ اُمُّ المومنین جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا	۲۸۱
نام و نسب	۲۸۱
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی	۲۸۲
غزوۂ بنی مصطلق کے اسباب	۲۸۳
بیٹی کو چھڑانے کے لئے حارث بن ضرار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے ہیں..........	۲۸۴
مَہر	۲۸۶
شادی کا سال............................	۲۸۷
غزوۂ مُریسیع میں مناۃ کا انہدام............	۲۸۸
مسلمان ہونے سے پہلے ان کا نام	۲۸۹
ایک خواب ایک کرامت	۲۹۰
ان کی قوم بنی مصطلق کی وجہ سے قرآن کا نزول...	۲۹۰
خیبر کے مال غنیمت میں جویریہ رضی اللہ عنہا کا حصہ	۲۹۳
شوقِ عبادت	۲۹۳
اپنی ذات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ترجیح..............	۲۹۴
روایتِ حدیث..........................	۲۹۵
وفات..................................	۲۹۶

.. اُمُّ المومنین اُم حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا ...

مضامین	صفحہ
❁ اُمُّ المومنین اُم حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا ...	۲۹۹
نام و نسب	۲۹۹
والدہ کا نام........................	۲۹۹

مضامین	صفحہ

پہلی شادی اور حبشہ ۲۹۹

خواب اور کرامت ۳۰۰

اُم حبیبہ کا کارواں مدینہ منورہ پہنچتا ہے ۳۰۳

کمالِ ایمان کا نادر نمونہ ۳۰۴

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج ۳۰۵

مرویات ۳۰۶

خیبر کے مال غنیمت میں ان کا حصہ ۳۰۸

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اِن کا مقام........ ۳۰۹

آپ رضی اللہ عنہا کی وفات ۳۱۰

... اُمُّ المؤمنین صفیہ بنت حُیَی رضی اللہ عنہا ...

❁ اُمُّ المؤمنین صفیہ بنت حُیَی رضی اللہ عنہا ۳۱۳

نام و نسب ۳۱۳

والدہ کا نام ۳۱۳

پہلی شادی ۳۱۴

رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں ۳۱۵

نبی کریم ﷺ کی طرف سے صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کی دل جوئی ۳۱۸

نبی کریم ﷺ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کو اختیار دیتے ہیں.................. ۳۱۸

خیبر وغیرہ کے مالِ غنیمت میں ان کا حصہ ۳۱۹

نبی کریم ﷺ کی بعض بیویوں کی ان سے غیرت ۳۲۰

رسول اللہ ﷺ سے والہانہ محبت.............. ۳۲۳

کشادہ قلبی، دریادلی اور درگذر کرنے کی خوبیاں ۳۲۳

فتنہ کے زمانہ میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دفاع.................. ۳۲۴

دین کی سمجھ اور حدیث کی روایت.............. ۳۲۵

آپ رضی اللہ عنہا کی وفات ۳۲۶

... اُمُّ المؤمنین میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا ...

❁ اُمُّ المؤمنین میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا.......... ۳۲۹

نام و نسب ۳۲۹

والدہ کا نام.................. ۳۲۹

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ
پہلی شادی	۳۳۱
رسول اللہ ﷺ سے شادی	۳۳۱
نام بدل گیا	۳۳۶
تقویٰ وپرہیزگاری	۳۳۶
خیبر کے مالِ غنیمت میں ان کا حصہ	۳۳۹
دین کی سمجھ اور حدیث کی روایت	۳۳۹
حج سے واپسی اور وفات	۳۴۱
⊙ **تعددِ زوجات رسول ﷺ کے اسباب اور**	۳۴۵
اہلِ مغرب کا بیمار فکر اور سیرتِ نبوی ﷺ	۳۶۱
فہرست مضامین	۳۶۵

الحمد للہ رب العالمین